ذخیرۃ الجنان
فی
فہم القرآن
افادات
شیخ الحدیث والتفسیر
رحمہ اللہ علیہ
مولانا محمد سرفراز خان صفدر
www.besturdubooks.net
ناشر
میر محمد لقمان برادران
سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

السورۃ البقرۃ

(مکمل)

جلد ۲

افادات

پیر شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ البقرہ، جلد دوم)
افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا
سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا
کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید
تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]
طبع ---- سوئم
قیمت ----
طابع و ناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا
Cell: 03008741292-

ملنے کے پتے
۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا
۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا
۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

قصِیدَہ مَدحِیّہ

فِی الشَّیخِ الْاُستَاذِ مَوْلَانَا مُحَمَّدْ سَرْفَرَازْ خَانْ صَفْدَرْ مدظلہ

قال بفمہ الشیخ محمد عیسیٰ الکورمانی مدظلہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَلِلّٰہِ حَمْدٌ وَافِیًا وَمُوَافِیًا قَبْلَ الثَّنَاءِ ❖ وَالسَّلَامُ عَلَی الرَّسُوْلِ وَعَلٰی صَحْبِہِ الْبَرَرَۃِ التُّقٰی

فَاِنَّ الشَّیْخَ مُحَمَّدْ سَرْفَرَازْ صَفْدَرَ الْمَوْلٰی

کَانَ قَدْ أَحْیَ الْعِلْمَ وَالدَّرْسَ وَالْفَضْلَ وَالسُّنَّۃَ ط

ہمارے شیخ استاذ محی السنہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ العالی نے

علم، تدریس، بزرگی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات نو بخشی۔

فَوَاللّٰہِ مَارَأَیْتُہٗ وَلَعَلَّ مَارَأٰی ھُوَ فِیْ عَصْرِہٖ مِثْلَہٗ ط

فِیْ جُھْدٍ لِدِیْنِ اللّٰہِ قَطُّ وَفِی الْمَشَقَّۃِ وَالْمِحْنَۃِ ط

اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ نہ میں نے اور شاید کہ نہ آپ نے زمانہ میں اپنے جیسا دیکھا ہو کہ

اللہ تعالیٰ کے دین میں جیسی کوشش، مشقت اور محنت آپ نے برداشت کی ہے

وَقَدْ اَبْلٰی نَفْسَہٗ وَاَھْلَہٗ وَمَالَہٗ وَحَیَاتَہٗ ط

لِخِدْمَۃِ الْمِلَّۃِ الْحَنِیْفِیَّۃِ السَّمْحَۃِ الْبَیْضَاءِ

شیخ نے اپنے آپکو، اہل وعیال، مال اور زندگی سب کچھ ملت حنفیہ

جو کہ آسان اور واضح ہے، کیلئے داؤ پر لگا دیا۔

وَمِنْ صَنْعَةِ الشَّيْخِ اَنَّه شَدَّرَدًّاعَلٰى اَهْلِ الْهَوٰى
يَعْنِي الْغُلاةَفِي الدِّيْنِ مِمَّنْ مَضٰى كَانَ اَوْ حَدَثًا

اور شیخ کا خاص عمل یہ ہے کہ انہوں نے گمراہ فرقوں پر سخت رد کیا یعنی ان لوگوں پر
جنہوں نے دین میں غلو سے کام لیا کچھ تو اس دنیا سے چلے گئے اور کچھ ابھی باقی ہیں۔

فَمَاآتَوْابِجَوَابٍ صَحِيْحٍ وَّقَدْمَاتَ اَكْثَرُهُمْ
بِالْحَسَرَةِ وَالْوَيْلِ وَالْبُغْضِ وَالشَّنَئَا

یہ لوگ شیخ کے رد کا کوئی صحیح جواب نہ دے سکے ان میں سے اکثر
حسرت وافسوس وبغض اور کینہ لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

فَيَالَه مِنْ شَانٍ لَقَدْ فَاقَ اَهْلَ الْعَصْرِ اٰخِرَهُمْ
فِقْهًا حَدِيْثًاوَ اَثْرَ السَّلْفِ كَانَ اَوْعَمَلا

میرے شیخ کی کیا شان ہے کہ وہ اپنے سب زمانہ والوں پر علم فقہ،
علم حدیث، سلف صالحین کے آثار ہوں یا اعمال ہوں فوقیت رکھتے ہیں۔

وَفِيْ عِلْمٍ وَفِيْ حِلْمٍ وَفِيْ خُلْقٍ وَفِيْ حُسْنٍ
وَفِيْ اَدَبٍ وَفِيْ قِرًى لِضَيْفٍ وَفِيْ صِلَةٍ لِاَرْحَامًا

وسعت علم، بردباری، حسن خلق، جمال صورت،
شرعی اخلاق، مہمان نوازی اور صلہ رحمی

وَجَرَتْ . وَفُوْدُ الْعِلْمِ مِنْ كُلِّ شَرْقٍ وَّغَرْبٍ بِحَضْرَتِه
لِتَفْسِيْرِ الْقُرْاٰنِ الَّذِىْ كِرَامَةُ الشَّيْخِ فِيْهِ قَدْ ظَهَرًا

اہل علم کے قافلے مشرق اور مغرب سے آپکی خدمت میں جوق در جوق آنا شروع ہوئے

قرآن کی تفسیر کے لئے جس میں شیخ کی ایک کرامت ظاہر ہوئی ہے۔

مِنْ ضَبطِ اٰثَارٍ وَحِفْظِ اَقْوَالٍ وَصِحَّۃِ اَخْبَارٍمَعَ الدَّلِیْلِ لَھَا

فَلَمْ یَرَوَلَمْ یُسْمَعْ بِھٰذَا الطَّرِیْقِ فِیْ اَوَائِلِ الَّذِیْنَ مَضٰی

یعنی مضبوط آثار اور محفوظ اقوال اور صحیح احادیث کو مسلسل باحوالہ بیان کرنا

کہ اوائل میں اس قسم کا نرالہ انداز دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔

وَاِنَّہٗ لَمْ یَزَلْ بِعِلْمِ رِجَالِ الْحَدِیْثِ مِیْزَانًالِسَبْقَتِہٖ

فَلْیَنْظُرْ کَمَالَ الصِّدْقِ لِیْ فِیْمَاتَعَرَّضَ مِنْہٗ بَحْثٍ اَوْ تَقَدَّمَا

آپ رجال حدیث کے علم میں سبقت علمی کے باعث ایک معیار ہیں اور اس بات کی تصدیق کیلئے

چاہئے کہ ان ابحاث کا مطالعہ کیا جائے جسمیں آپ نے کسی پر مناقضہ کیا ہو یا از سر نو بحث کی ہو۔

وَمَاذَا یَقُوْلُ مُحَمَّدْ عِیْسٰی الَّذِیْ ھُوَ مِنْ اَدْنٰی تَلَامِذِہٖ

فِیْ شَیْخٍ عَالِمٍ کَبِیْرٍ اَلَّذِیْ لِاِسْنَادِہٖ اسْتَجَازَہُ الْعُلَمَاءُ

علم میں ایک ادنیٰ شاگرد محمد عیسیٰ اپنے شیخ کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟

ایسے شیخ جن سے بڑے علماء نے حدیث کی اجازت لی ہو۔

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔ حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔ (چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کرو گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔ چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کر لیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔ اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آ گئی۔ میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔ کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم-اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کر دوں گا۔ میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدِ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پر پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جس کی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشان دہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرستِ مضامین

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۳﴾

سَیَقُوْلُ عن قریب کہیں گے السُّفَهَآءُ بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے ۔ مَا وَلّٰىهُمْ کس چیز نے مسلمانوں کو پھیر دیا عَنْ قِبْلَتِهِمُ ان کے قبلہ سے الَّتِیْ وہ قبلہ كَانُوْا عَلَیْهَا جس کی طرف وہ رخ کرتے تھے قُلْ آپ کہہ دیں لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق وَالْمَغْرِبُ اور مغرب یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح جَعَلْنٰكُمْ ہم نے بنایا تمھیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ ہو جاؤ تم گواہ لوگوں پر وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ اور ہو جائیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا تم

پر گواہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے قبلہ الَّتِیْ وہ قبلہ

كُنْتَ عَلَيْهَا جس پر آپ تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر تا کہ ہم ظاہر کر دیں

مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول کی مِمَّنْ ان لوگوں

میں سے يَّنْقَلِبُ جو پلٹ جاتے ہیں عَلٰى عَقِبَيْهِ اپنی ایڑیوں کے

بل وَاِنْ كَانَتْ اور تحقیق کے ساتھ تھی لَكَبِيْرَةً البتہ بھاری چیز اِلَّا

عَلَى الَّذِيْنَ مگر ان لوگوں پر هَدَى اللّٰهُ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی

وَمَا كَانَ اللّٰهُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ تا کہ ضائع کر

دے تمھاری عبادتوں اور تمھارے ایمان کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ

بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے

رَّحِيْمٌ مہربان ہے۔

تحویل قبلہ :

جس دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اسی موقع پر جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو اور نماز کا طریقہ سمجھایا۔ شروع میں فجر اور عصر کی نمازیں نفلی تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کو پڑھتے تھے۔ نبوت کے تقریباً دس سال گزرنے کے بعد گیارھویں سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا اور معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ جس دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اسی دن سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کے کہنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحی کے مطابق نفلی نمازیں شروع کر دیں اور کعبۃ اللہ اس وقت قبلہ تھا۔

قبلہ کا لفظی معنیٰ ہے چہرہ پھیرنے کی جگہ۔ یعنی نماز کے لیے جس طرف انسان چہرہ پھیرے وہ قبلہ ہے۔ اصل عبادت تو رب تعالیٰ کی ہے قبلہ تو ایک جہت ہے۔ قبلہ ہمارا مسجود الیہ نہیں ہے۔ ہم سجدہ قبلے کو نہیں کرتے بلکہ سجدہ تو رب کو کرتے ہیں قبلہ صرف ایک جہت اور سمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے۔

ہم لوگ جو قبلے سے مشرق کی طرف ہیں ہمارا چہرہ مغرب کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو قبلہ سے مغرب کی طرف رہتے ہیں ان کا چہرہ مشرق کی طرف ہوتا ہے۔ شمال والوں کا جنوب کی طرف اور جنوب والوں کا شمال کی طرف۔ گویا کہ تمام قموں میں اتفاق اور اتحاد کا مرکز قبلہ کو بنایا کہ سب کا نماز میں چہرہ اس کی طرف ہونا چاہیے تاکہ قوم میں اتفاق اور اتحاد قائم رہے۔ جب تک کسی قوم کا پروگرام اور نصب العین ایک نہیں ہوگا اس وقت تک ان میں کبھی بھی اتفاق نہیں ہوسکتا۔ نصب العین اور پروگرام ہی ایک ایسی بڑی چیز ہے جس کے ذریعے سے قومیں آپس میں متفق ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں ان میں سے اکثر کا کوئی پروگرام نہیں ہے بلکہ صرف اقتدار حاصل کرنا ہے اور اسی کے واسطے سارا زور صرف کرتی ہیں۔ اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد بھی قوم کے لیے کچھ نہیں کرتیں۔ اس لیے کہ ان کا کوئی نصب العین ہی نہیں ہے۔

تو قبلے کے لفظی معنیٰ ہیں وہ جہت اور سمت جس کی طرف رُخ پھیرا جائے۔ نماز کی بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط قبلہ کی طرف چہرہ کرنا بھی ہے۔ اگر کعبہ سامنے نظر آتا ہو تو وہاں عین کعبہ کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اگر کعبہ سے چہرہ ذرا سا بھی ہٹا ہوا ہوگا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور جب کعبہ سامنے نظر نہ آئے تو کعبہ کی جہت اور سمت معتبر ہے۔ اس میں اگر تھوڑا بہت فرق رہ بھی گیا تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو چہرہ کعبہ کی طرف کیا کرتے تھے۔ عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز اس طرف منہ کر کے پڑھتے جس طرف حجرِ اسود ہے اور رکنِ یمانی ہے۔ اس رکنِ یمانی کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رُخ مبارک کعبہ کی طرف بھی ہوتا تھا اور مسجد اقصیٰ کی طرف بھی۔ کیوں کہ اُسی جانب بیت المقدس ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بیت اللہ کے دوسرے اطراف میں بھی نماز پڑھتے تھے لیکن زیادہ تر اسی جگہ پڑھتے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کرو۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات مذکور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ کہ وہ دونوں قبلوں کے نبی ہوں گے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ مسجد اقصیٰ نہ ہوتا تو یہودی اور عیسائی جو پہلی کتابوں سے واقف تھے کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں۔ اگر وہ نبی ہوتے تو اس کی صفت نبی القبلتین موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے منہ بند کرنے کے لیے اور اتمامِ حجت کی خاطر حکم دیا کہ مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں اور پڑھائیں۔

مسجد نبوی ؐ سے مغرب کی طرف تھوڑے سے فاصلے پر قبیلہ بنوسلمہ کی مسجد تھی۔ ظہر کا وقت تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں تو عین نماز کی حالت میں جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لائے کہ اب تمھارا قبلہ بجائے مسجد اقصیٰ کے کعبۃ اللہ ہے۔ تو باقی دو رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ یعنی پہلی دو

رکعتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف اور باقی دو رکعتیں کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے پڑھائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بہت سمجھ دار تھے۔ جدھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھرے وہ بھی اُدھر ہی پھر گئے۔ اس مسجد کو مسجد قبلتین کہتے ہیں۔ اس کی دیوار میں آج بھی محراب کا نشان پڑا ہوا ہے۔

تحویل قبلہ پر اعتراضات :

جس وقت قبلے کی تبدیلی کا حکم ہوا تو یہود اور نصاریٰ اور مشرکین نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔ مشرکین کہنے لگے کہ اس کو اب اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے۔ پہلے جب مکہ میں تھا تو کعبہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتا تھا۔ جب مدینہ طیبہ گیا تو یہود و نصاریٰ کو خوش کرنے کے لیے ان کے قبلے کی طرف پھر گیا اور اب اس کو پتا چل گیا ہے کہ ہم لوگ صحیح ہیں اس لیے پھر ہمارے قبلے کی طرف رُخ کر لیا ہے۔

اور یہود و نصاریٰ نے یوں پراپیگنڈہ کیا کہ اگر وہ قبلہ صحیح تھا تو پھر اس کو چھوڑا کیوں؟ اور اگر غلط تھا تو پھر اس کی طرف رُخ کر کے نمازیں کیوں پڑھیں؟ ان کے پراپیگنڈے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فرمایا سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ عن قریب کہہ دیں گے بے وقوف مِنَ النَّاسِ لوگوں میں سے۔ اس لیے کہ جو رب تعالیٰ کے حکم اور ارشاد پر تنقید کریں وہ بے وقوف ہی ہو سکتے ہیں اور کون ہو سکتا ہے؟ وہ کہیں گے مَاوَلّٰىهُمۡ کس چیز نے ان مسلمانوں کو پھیرا عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ ان کے قبلہ سے الَّتِیۡ وہ قبلہ كَانُوۡا عَلَيۡهَا جس کی طرف وہ رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ ان کو کس نے حکم دیا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے رُخ ہٹا کر دوسری طرف پھر جائیں۔ فرمایا تم ان کو یہی جواب دو قُلۡ آپ کہہ دیں لِّلّٰهِ

الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب۔ہم تو رب تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔رب تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا تھا کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھنے کا تو ہم اس کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھتے رہے۔جب مدینہ طیبہ آئے تو ہمیں حکم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھو۔ہم نے چہرہ مسجد اقصیٰ کی طرف کر لیا۔اب اس نے حکم دیا ہے کہ پھر چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف کر لو تو ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ اور سب سے بڑی چیز تو رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے اور ہم نے رب تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے۔

یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ صراط مستقیم کی۔مگر ہدایت دیتا کس کو ہے؟ تو اس کا ذکر قرآن پاک کے دوسرے مقام پر ہے یَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ [الشوریٰ:۱۳] جو رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔زبردستی نہ تو کسی کو کافر بناتا ہے اور نہ کسی کو مسلمان فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ [الصّف:۵] پس جب وہ پھر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا۔جب کوئی غلط راستے پر چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرف چلا دیتے ہیں۔اور ہدایت رب تعالیٰ اس کو دیتا ہے مَنْ اَنَابَ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں۔جس نے رب تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور مَنْ یُّنِیْبُ کے لفظ بھی قرآن پاک میں ہیں کہ جو رب کی طرف رجوع کرتا ہے رب تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اور اسی طرح ہم نے بنایا تمھیں اُمَّةً وَّسَطًا امت اعتدال والی۔جس طرح ہم نے تمھارا قبلہ سب سے بہتر قبلہ بنایا ہے اسی طرح ہم

نے تمھیں تمام اُمتوں میں سے بہتر امت بنایا ہے۔ وَسَط کے معنیٰ اعتدال والی اُمت، عدالت والی امت لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر گواہ بن جائیں۔

رسول کے گواہ ہونے کا مطلب :

بعض نادانوں نے اس آیت کریمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ میں نے بڑی بسط سے اپنی کتاب "تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک" میں جو کہ اُردو زبان میں ہے۔ قرآن کریم و حادیث، فقہ اور تاریخ اسلامی کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اور کوئی پیغمبر یا ولی یا کوئی شہید ہر جگہ حاضر ناظر ہوتا ہے، یہ کفر ہے۔ آپ لوگ ایک دفعہ اس کتاب کو ضرور پڑھیں۔

تو اس آیت کی تفسیر سے شَهِيدًا کا معنیٰ گواہ اور مفہوم حاضر ناظر کا نکالنا حاشا وکلا بالکل غلط ہے۔ اس کی تشریح خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمائی ہے۔ بخاری شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو فیصلے کے لیے اپنی عدالت میں طلب فرمائیں گے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرشتوں سے فرمائیں گے کہ آواز دو کہ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم آجائے۔ اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت میں نوح علیہ السلام حاضر ہو جائیں گے اور ان کی قوم بھی حاضر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے سوال کریں گے هَلْ بَلَّغْتَ قَوْمَكَ میں نے تجھے نبی بنا کر بھیجا تھا تو کیا تو نے قوم کو تبلیغ کی؟ تو حضرت نوح علیہ السلام مثلاً: فرمائیں گے کہ

ہاں! میں نے تبلیغ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں سے سوال کریں گے کہ نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے۔ تو کیا واقعی انھوں نے تمھیں تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے کہ یہ ہمارے پاس کب آئے؟ ہمیں تو انھوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ اے نوح علیہ السلام! آپ کا گواہ کون ہے؟ اور مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کا دعویٰ کرے اس کے ذمہ ہوتا ہے کہ گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکے تو پھر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاتی ہے۔ یہ ضابطہ ہے شریعت کا۔ اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ "مدعی گواہ پیش کرے گا اور مدعیٰ علیہ سے قسم لی جائے گی۔"

جب رب تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے مَنْ يَّشْهَدُ لَكَ آپ کا گواہ کون ہے؟ تو نوح علیہ السلام فرمائیں گے مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم وَاُمَّتُهٗ "میرے گواہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس امت کو پیش کیا جائے گا۔ اس امت سے سوال ہوگا کہ نوح علیہ السلام یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے تبلیغ کی ہے مگر قوم کہتی ہے کہ یہ ہمارے پاس کوئی نہیں آیا۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ یہ امت کہے گی کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی امت کے لوگ کہیں گے کہ ان کی گواہی غیر معتبر ہے اس لیے کہ یہ موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں۔ یہ تو ہم سے ہزارہا سال بعد میں آئے تھے۔

مثلاً: اس وقت تک نوح علیہ السلام کو دنیا سے گئے تقریباً چھ ہزار (۶۰۰۰) سال گزر چکے ہیں۔ تو وہ لوگ کہیں گے کہ یہ تو موقع کے گواہ ہی نہیں ہیں یہ کس طرح گواہی دے سکتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت سے سوال کریں گے کہ دیکھو! یہ دوسرا فریق یہ کہتا

ہے کہ یہ عینی گواہ نہیں ہیں۔ ان کی گواہی کا اعتبار نہیں ہونا چاہیے۔ تو اس وقت یہ امت کہے گی اے پروردگار! ان کی یہ بات ٹھیک ہے۔ لیکن اے پروردگار! اگر تو سچا ہے اور یقیناً سچا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہماری گواہی بھی سچی ہے۔ ہم نے تیری کتاب قرآن کریم میں پڑھا ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ "البتہ تحقیق ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور نوح نے قوم سے کہا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی عبادت نہ کرو معبود صرف رب تعالیٰ ہی ہے۔" پروردگار! تیری کتاب سچی ہے اور اس میں یہ بیان ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بَلَّغَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ "حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو تبلیغ کی ہے۔"

فقہائے کرام نے ایک مستقل باب قائم کیا ہے بَابُ الشَّهَادَةِ عَلَى التَّسَامُعِ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ آنکھوں سے نہیں دیکھی ہوتیں لیکن ثقہ اور معتبر لوگوں کے بیان کرنے کی وجہ سے اس پر شہادت درست ہے۔ مثلاً: فلاں فلاں کا بیٹا ہے۔ کسی کا نکاح ہو گیا، شہرت ہو گئی کہ فلاں کا نکاح ہو گیا ہے، کوئی مر گیا ہے تو اس کی موت کی خبر دی کہ فلاں مر گیا ہے اور یہ موقع پر موجود نہیں ہے۔ نہ پیدائش کے موقع پر موجود تھا، نہ موت کے موقع پر موجود تھا اور نہ نکاح کے وقت موجود تھا لیکن ثقہ لوگوں کے بیان کی بنا پر شہادت دے سکتا ہے۔

گواہوں کا تزکیہ :

مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی اہم مقدمہ ہو تو صرف گواہوں کی گواہی پر اس کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ وہاں ایک مستقل عنوان ہے تَزْكِيَةُ الشُّهَدَآءِ گواہوں کی صفائی بھی

جج اور قاضی لے گا۔ جب دو آدمی آ کر یہ گواہی دیں کہ فلاں فلاں کا قاتل ہے۔ تو صرف ان کی گواہی پر دارومدار نہیں ہوگا بلکہ ان گواہوں کا تزکیہ بھی ہوگا۔ وہ اس طرح کہ قاضی اور جج اپنے طور پر یہ تحقیق کرائے گا کہ ان گواہوں کی اس کے ساتھ کوئی دشمنی تو نہیں ہے۔ یہ گواہ فاسق و فاجر تو نہیں ہیں۔ تو یہ گواہوں کے بارے میں جو تحقیق ہوگی اس کو کہتے ہیں تَزْکِیَّةُ الشُّھَدَآءِ۔ جس وقت ظاہری اور اندرونی طور پر مکمل طریقے سے گواہوں کی صفائی ہو جائے گی تو پھر ان کی گواہی پر فیصلہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اہم مسئلوں میں مثلاً: قتل کا مسئلہ ہے اور قطع ید کا مسئلہ ہے، رجم کا مسئلہ ہے، کوڑے لگانے کا مسئلہ ہے۔ اور آج ہمارے دور میں تو شرعی گواہ کا پایا جانا بہت مشکل ہے۔ میرے خیال میں تو پچاس ہزار آدمیوں میں سے کوئی ایک آدمی شرعی گواہ نکل آئے تو بڑی غنیمت ہے۔ فرض نماز پڑھنا تو الگ بات ہے اگر کوئی شخص جماعت کی نماز میں بغیر کسی شرعی عذر کے مثلاً: بارش بھی نہیں، وہ آدمی لنگڑا لولا بھی نہیں اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا۔ اور اس طرح اس کی دو تین دفعہ نماز جماعت سے چھوٹ گئی تو اس کی گواہی مردود ہے۔ گلی محلے میں ننگے سر پھرتا ہے اس کی گواہی بھی مردود ہے۔ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے تو اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ جس نے ایک دفعہ جھوٹ بولا اس کی گواہی بھی منظور نہیں ہے۔ آج کے دور میں تو شرعی گواہی پائے ہی نہیں جاتے الا ماشاءاللہ۔

تو جس وقت گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا، پھر قاضی فیصلہ دے گا۔ تو جس وقت یہ امت پیغمبروں کے حق میں گواہی دے دے گی، نوح علیہ السلام کا نام تو میں نے صرف مثال کے طور پر بیان کیا ہے۔ کیوں کہ حدیث پاک میں ان کا نام صریح موجود ہے۔ ورنہ یہ

امت تمام پیغمبروں کی گواہ ہوگی۔ اور جب یہ امت گواہی دے دے گی تو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی صفائی کی گواہی دیں گے کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح دی ہے (تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے حق میں صفائی کے گواہ ہوں گے جس کا آیت کریمہ میں ذکر ہے۔)

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا اور اسی طرح ہم نے بنایا تمھیں امت اعتدال والی، عدالت والی، انصاف والی لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام امتوں کے بارے میں یہ امت گواہی دے گی وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھارے اُوپر گواہ ہو جائے گا کہ میری امت نے جو گواہی دی ہے وہ صحیح ہے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث کا خلاصہ ہے جو میں نے آپ حضرات کے سامنے بیان کیا ہے۔ اس امت کا مرتبہ دیکھو کہ اس امت کی گواہی کے ساتھ پہلی امتوں کی قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اگر شَهِيْدًا کا معنیٰ یہ ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو پھر تو ساری امت کو شَهِيْدًا کہا گیا ہے کہ وہ بھی حاضر و ناظر ہے۔ اس لیے یہ نظریہ بالکل باطل ہے کہ شَهِيْدًا کا معنیٰ حاضر و ناظر ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ اور نہیں بنایا ہم نے وہ قبلہ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ وہ جس پر آپ تھے۔ جس کی طرف رُخ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مگر تاکہ ہم ظاہر کر دیں اس کو جو پیروی کرتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ان لوگوں سے جو پلٹ جاتے ہیں اپنی ایڑیوں کے بل۔ اس موقع پر بعض کچے قسم کے لوگ مرتد بھی ہو گئے تھے۔ کہنے لگے کہ یہ بھی کوئی بات ہے آج

اِدھر چہرہ کرو اور کل اُدھر چہرہ کرو۔ ہمارا پہلا مذہب ہی سچا ہے۔ تو فرمایا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر دے جو پکے ہیں اور جو کچے ہیں ان کو بھی ظاہر کر دے۔

وَاِنْ کَانَتْ اور بے شک یہ قبلہ کی طرف رُخ پھیرنا لَکَبِیْرَۃً البتہ بھاری چیز ہے۔ کیوں کہ ایک آدمی ایک کام کرتا رہے پھر اسے چھوڑنے کا کہا جائے تو اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ مگر ان لوگوں پر جن کو رب تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ ان کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔ وہ لوگ سب سے پہلے یہ بات دیکھتے ہیں کہ رب تعالیٰ کا حکم کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے اور کیا عمل کیا ہے۔ ان کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کا حکم سب سے مقدم ہوتا ہے۔

جس وقت قبلہ کی تبدیلی کا حکم دے دیا گیا تو وہ لوگ جنھوں نے تقریباً سولہ یا سترہ مہینے مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھی تھیں اور تبدیلی کے حکم سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ تو بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ ان کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کیوں جو زندہ ہیں وہ تو تدارک کرلیں گے اور جو مر گئے اُن کی نمازوں کا کیا بنے گا؟ کہیں اُن کی نمازیں ضائع تو نہیں ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ شبہ دور فرما دیا۔ اور فرمایا وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ ضائع کر دے تمھاری عبادتیں اور تمھارے ایمان کو۔

اصل بات شریعت کا پابند ہونا ہے:

ایمان وہی معتبر ہوگا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق ہوگا۔ اسی طرح عبادت بھی وہی صحیح ہوگی جو شریعت کے مطابق ہو۔ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا تو وہی شرعی حکم تھا اور اسی کے مطابق نماز درست

تھی۔تو جن لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مسجد اقصیٰ کی جانب منہ کر کے نمازیں پڑھی ہیں انھوں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ شرعی حکم ہی کو پورا کیا ہے۔اس لیے یہ خیال کرنا کہ اُن کی نمازیں ضائع ہوگئیں۔یہ خیال درست نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے احکام کی جو تبدیلی ہوتی ہے وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ پہلے حکم پر عمل کی وجہ سے عمل یا ایمان کو ضائع کر دے۔ بلکہ اس میں اس کی حکمت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو آزمائے کہ کون قیل وقال کے بغیر حکم شرعی کو مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے۔ جس نے پہلے حکم کو دل وجان سے مانا ہوگا وہ دوسرے حکم کو بھی دل وجان سے مان لے گا۔ اور جس نے حکم ماننے سے انکار کیا تو ظاہر ہو گیا کہ یہ پختہ ایمان والا نہیں ہے۔تو احکامات کی تبدیلی میں یہ حکمت ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں شرعی حکم پر عمل کیا اُس کا وہ عمل ضائع نہیں ہوتا بلکہ اس کے عمل کی قدر کی جاتی ہے۔اس لیے کہ اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ بِالنَّاسِ لوگوں کے ساتھ لَرَءُوْفٌ البتہ شفقت کرنے والا ہے رَّحِيْمٌ مہربان ہے۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع ۱۷

قَدْ نَرٰى تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے
چہرے کے پھرنے کو فِي السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس
البتہ ضرور ہم آپ کو پھیر دیں گے قِبْلَةً اس قبلے کی طرف تَرْضٰهَا
جس کو آپ پسند کرتے ہیں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور جہاں
کہیں تم ہو فَوَلُّوْا تو تم بھی پھیر لو وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو
شَطْرَهٗ اسی مسجد حرام کی طرف وَاِنَّ الَّذِيْنَ اور بے شک وہ لوگ

اُوْتُوا الْکِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب لَیَعْلَمُوْنَ البتہ جانتے ہیں اَنَّہُ

الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف منہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَّبِّہِمْ ان

کے رب کی طرف سے وَمَا اللّٰہُ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بِغَافِلٍ غافل

عَمَّا اس چیز سے یَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں وَلَئِنْ اور البتہ اگر

اَتَیْتَ الَّذِیْنَ دیں آپ ان لوگوں کو اُوْتُوا الْکِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب

بِکُلِّ اٰیَۃٍ ہر طرح کی نشانی مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ وہ نہیں پیروی کریں گے

آپ کے قبلے کی وَمَا اَنْتَ اور نہیں ہیں آپ بِتَابِعٍ قِبْلَتَہُمْ ان کے

قبلے کی پیروی کرنے والے وَمَا بَعْضُہُمْ اور نہیں ہیں ان کے بعض

بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلہ کی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اور

اگر بالفرض آپ نے پیروی کی اَھْوَآءَھُمْ ان کی خواہشات کی مِّنْ

بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے اِنَّکَ

بے شک آپ اِذًا اس وقت اگر ایسا کیا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ البتہ

ناانصافوں میں سے ہوں گے اَلَّذِیْنَ وہ لوگ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ جن

کو دی ہم نے کتاب یَعْرِفُوْنَہٗ پہچانتے ہیں اس کو کَمَا یَعْرِفُوْنَ

اَبْنَآءَھُمْ جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ اور

بے شک ایک گروہ ان میں سے لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ البتہ چھپاتا ہے حق کو

وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ حق آپ کے

رب کی طرف سے ہے فَلَا تَكُونَنَّ پس آپ ہرگز نہ ہوں مِنَ الْمُمْتَرِينَ شک کرنے والوں میں سے۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے درس میں یہ بات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں تھے تو کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ جس وقت ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تم مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھو۔ سولہ یا سترہ مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نمازیں پڑھیں۔

تحویل قبلہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دل سے اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ ہمارا قبلہ بن جائے۔ اور اس کی ظاہری وجہ یہ تھی کہ مسجد اقصیٰ یہود و نصاریٰ کا قبلہ تھا۔ اور ان کے بارے میں قرآن کریم نے واضح کیا کہ یہ لوگ جانتے ہوئے بھی حق کو نہیں مانتے۔ بڑے ضدی لوگ ہیں۔ ان سے تو ایمان لے آنے کی توقع بہت کم تھی۔

عرب کے جو مشرک تھے وہ کعبۃ اللہ کا احترام کرتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنی نسبت کرتے تھے۔ اور جو کچھ بھی کرتے تھے اپنی جہالت کی وجہ سے کرتے تھے۔ ضد بھی ان میں تھی مگر ایسے لوگ کم تھے، اکثر جہالت کا شکار تھے۔ مگر یہودی اور نصرانی جو کچھ کرتے تھے وہ ضد کی بنا پر کرتے تھے۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ آج کل عوام بے چارے اکثر جہالت کا شکار ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی عداوت نہیں ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے کوئی دشمنی نہیں ہے، اسلام کے ساتھ ان کو کوئی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں صرف جہالت کی بنا پر کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بٹھا دیا گیا ہے کہ جو ہمارے عقیدے ہیں وہی عزت اور احترام والے ہیں اور جو عقیدے ان کے علاوہ ہیں وہ توہین والے ہیں۔ مثال کے طور پر: جاہلوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام پیغمبر اور تمام ولی اور بزرگ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اس کو وہ ان کی عزت سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ اگر غور کیا جائے تو اس میں ان بزرگوں کی سخت تہین ہے۔ توہین کیوں ہے کہ بھائی ہمارے تمھارے جیسے گناہ گار تو ہر جگہ جانا پسند نہیں کرتے۔ شراب خانے، جوئے خانے، چکلے اور دوسری بُری جگہوں میں جانا کوئی شریف آدمی پسند نہیں کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو وہاں موجود ماننا اس میں ان کی عزت ہے یا توہین ہے؟ کتنی واضح بات ہے مگر وہ نہیں سمجھتے۔

اسی طرح وہ سمجھتے ہیں کہ ان نیک بندوں کے لیے تمام چیزوں کا علم ثابت کریں گے تو اس میں ان کی عزت ہوگی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں بھی ان کی توہین ہے۔ اور پہلے پارے میں تم پڑھ چکے ہو وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ کہ لوگوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کی کہ وہ جادو کا علم جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا۔ نہ انھوں نے جادو پڑھا اور نہ سیکھا۔ تو جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کفر فرمائے اور جو بُری چیزیں ہیں ان کے علم میں کون سی عزت کی بات ہے؟ عوام بے چارے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے لیے ساری چیزوں کا علم مانیں گے تو تب ان کی عزت ہوگی۔ جیسے: جادو ہے یا بہت ساری شعبدہ بازی کی چیزیں ہیں، موسیقی کا علم ہے ان کے جاننے میں ان کی کون سی عزت ہے۔

درود شریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچایا جاتا ہے :

اسی طرح جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہِ راست خود ہمارا درود شریف وصول کرتے ہیں۔ جب بھی ہم پڑھتے ہیں تو آپ سنتے ہیں۔ اس کو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں معاذ اللہ تعالیٰ اس میں بڑی توہین ہے۔

دیکھو! ہمارے خط آتے ہیں، پارسل آتے ہیں ڈاک خانے کے ذریعے۔ تو تم اگر خود جا کر ڈاک خانے سے وصول کرو تو اس میں تمھاری عزت ہے یا ڈاکیا لا کر خود تمھارے گھر پہنچائے اس میں تمھاری عزت ہے؟ اسی طرح سمجھو کہ ہم تم جو درود شریف پڑھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے جو اس کام کے لیے مقرر ہیں وہ لے جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود آ کر وصول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ کر خود وصول کریں تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت نہیں بلکہ توہین ہوگی۔ یہ درود شریف پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر فرمائے ہیں وہ پہنچاتے ہیں۔ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ یُبَلِّغُوْنِیْ مِنْ اُمَّتِیَ السَّلَامَ۔ یہ نسائی شریف کی صحیح روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ایک محکمہ قائم کیا ہے وہ تمھارے دور سے پڑھے ہوئے درود شریف مجھے پہنچاتے ہیں اور اگر میری قبر کے نزدیک آ کر پڑھو گے تو میں خود سنوں گا۔

تو جاہل لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آ کر ہمارے درود شریف وصول کرتے ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے۔ عزت اسی میں ہے کہ ڈاکیے پہنچائیں۔ بات تو ساری سمجھ کی ہے۔ تو یہ بے چارے جو کچھ کرتے ہیں یہ جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں ضد نہیں ہے۔ ان کے مولویوں نے ان کے ذہن بگاڑے ہیں۔

یہاں جو پُرانے بزرگ ہیں اُنھوں نے حافظ اللہ داد صاحب مرحوم کو دیکھا ہوگا۔ گجرات میں ایک مقام ہے پٹیالہ۔ وہاں کے رہنے والے تھے۔ پنجابی میں بہت اچھا وعظ فرماتے ۔ کوٹ وارث گاؤں میں ایک جلسہ تھا۔ جلسے سے فارغ ہو کر وہ درمیان والے راستے سے گکھڑ آئے ۔ اور وہ ضروری ضروری کتابوں کی گٹھڑی بھی ساتھ رکھتے تھے۔ راستے میں کمہار گدھے لے کر گکھڑ آرہے تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے ان کو کہا کہ اگر تم اجازت دو تو میں تمھارے گدھے پر یہ کتابوں کی گٹھڑی بھی رکھ دوں۔ اُنھوں نے کہا کہ رکھ دو۔ اُنھوں نے حافظ صاحب سے پوچھا کہ تم نے کہاں جانا ہے؟ تو حافظ صاحب نے میرا نام لیا (یعنی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد سرفراز خان صفدر) کے پاس جانا ہے۔ وہ کمہار کہنے لگے کہ اس کے پاس نہ جاؤ وہ تو کلمے کا منکر ہے۔ حافظ صاحب نے کہا کہ نہیں بھائی وہ تو کلمہ پڑھتا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ وہ معراج کا منکر ہے کہ وہ کہتا ہے کہ (معاذ اللہ تعالیٰ) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معراج نہیں ہوئی۔

تو حافظ صاحب کی کتابوں میں میرا رسالہ تھا "ضوء السراج فی تحقیق المعراج یعنی چراغ کی روشنی" انھی دنوں میں طبع ہوا تھا۔ حافظ صاحب نے وہ گٹھڑی سے نکال کر ان کو سنانا شروع کر دیا اور خاصا پڑھ کر سنایا اور کہا کہ معراج کو جتنا اس نے دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے اتنا اور کسی نے نہیں کیا۔ تو جب گکھڑ کے قریب آئے تو کہنے لگے کہ ہمیں تو کسی شے کا علم نہیں ہے ہمیں تو ہمارے مولوی کہتے ہیں کہ وہ معراج کا بھی منکر ہے اور کلمے کا بھی۔

تو ان مولویوں نے عوام کے اتنے ذہن بگاڑے ہوئے ہیں کہ وہ ان کو حق والوں کے نزدیک آنے ہی نہیں دیتے۔ جو شخص ہماری بات سُن لے تسلی کے ساتھ اور ضد نہ

کرے تو ان شاء اللہ اسے حق ضرور سمجھ آ جائے گا۔ اور ضد کا تو دنیا میں کوئی علاج ہی نہیں ہے۔

تو یہ بیان ہو رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ قبلہ بن جائے۔ کیوں کہ اکثریت عربوں کی ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں جہالت کی وجہ سے کرتے ہیں لہٰذا ان کو سمجھانا آسان ہے اور یہودیوں اور عیسائیوں کو سمجھانا مشکل ہے۔ اس واسطے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو پسند کرتے تھے کہ میرا قبلہ کعبۃ اللہ بن جائے۔ اور اس کے لیے وحی کے انتظار میں چہرہ بار بار آسمان کی طرف اُٹھاتے تھے۔

تو اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ نَرٰی تحقیق سے ہم دیکھتے ہیں تَقَلُّبَ وَجْهِكَ آپ کے چہرے کے پھرنے کو فِي السَّمَآءِ آسمان کی طرف فَلَنُوَلِّيَنَّكَ پس البتہ ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو قِبْلَةً تَرْضٰهَا اس قبلے کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسند کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ عرب کے لوگوں میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جو قبلے کا احترام کرتے تھے۔ تو اس قبلے کو چھوڑ کر ان کو منوانا ذرا مشکل تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو کے مطابق حکم نازل فرمایا فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیر دیں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف۔ اس کو کعبۃ اللہ بھی کہتے ہیں اور مسجد حرام بھی۔

پھر آگے امتیوں کو خطاب کیا وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور اے امتیو! جہاں کہیں تم ہو فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ اپنا رُخ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر لو۔ ہم کعبہ سے مشرق کی طرف ہیں، ہم مغرب کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے مغرب کی طرف ہیں وہ مشرق کی طرف چہرہ کریں گے۔ اور جو کعبہ سے شمال کی طرف ہیں وہ جنوب کی طرف چہرہ

کریں گے اور جو کعبہ سے جنوب کی طرف ہیں وہ شمال کی طرف چہرہ پھیریں گے۔

جب تک کعبۃ اللہ ہے دنیا قائم ہے :

کعبۃ اللہ عین وسط میں ہے اور مکہ کا معنیٰ ہے ناف۔ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک کا ذریعہ اس طرح بنایا ہے کہ جہاں ناف ہوتی ہے وہاں ایک نالی ہوتی ہے جو ماں کے جسم کے ساتھ جڑی ہوتی ہے اس میں سے خون اس بچہ کے بدن میں جاتا ہے جس سے وہ پلتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ناڑو، رگ کاٹ دی جاتی ہے۔ اسی طرح رُوحانی خوراک کا مرکز مکہ مکرمہ ہے یہیں سے ہدایت کی کرنیں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کی طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ جب تک مکہ مکرمہ موجود ہے دنیا قائم ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ کالے رنگ کا بادشاہ ہوگا ٹیڑھی اور موٹی موٹی اس کی ٹانگیں ہوں گی۔ اس کے ساتھ اس کی فوج ہوگی۔ وہ آکر کعبۃ اللہ کی دیواروں کو ادھیڑنا شروع کرے گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے کہ بگل پھونک دو کہ اگر یہ کعبۃ اللہ کو نہیں رہنے دیتے تو دنیا کا نظام اب ختم ہے۔ کعبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا قِيَامًا لِّلنَّاسِ تو جب تک کعبہ موجود ہے دنیا بھی موجود ہے۔

تو فرمایا پھیر دو تم بھی اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ اور بے شک وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود ونصاریٰ لَيَعْلَمُونَ البتہ جانتے ہیں أَنَّهُ الْحَقُّ کہ بے شک یہ قبلے کی طرف رُخ پھیرنا حق ہے۔ کیوں کہ پہلی کتابوں میں اس کی تصریح تھی کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے ان کا قبلہ کعبہ ہوگا پھر مسجدِ اقصیٰ اور آخر میں ان کا قبلہ پھر کعبہ ہی ہوگا۔ اور یہ لوگ جانتے ہیں

کہ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرنا حق ہے اور مِنْ رَّبِّهِمْ ان کے رب کی طرف سے ہے
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ غافل اُن کاموں سے جو وہ کرتے
ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں ضد کی بنا پر کرتے ہیں لہٰذا ان سے توقع نہ رکھیں۔ وَلَئِنْ
اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اور اگر آپ دیں ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی یعنی یہود و
نصاریٰ کو بِكُلِّ اٰيَةٍ ہر قسم کی نشانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو دکھائیں مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ
یہ لوگ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔ اس لیے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو دنیا میں
کوئی علاج نہیں ہے وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور آپ ان کے قبلے کی پیروی نہیں کر
سکتے۔ کیوں کہ آپ تو ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ اور ان
میں سے بھی بعض بعض کے قبلے کی پیروی نہیں کرتے۔ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ بنا ہوا
ہے۔ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان صخرہ بیت المقدس، یہود کا وہ قبلہ تھا۔ اور اس
چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ عیسائیوں کا قبلہ تھا۔ وہ اپنے قبلے پر مُصر تھے اور یہ
اپنے قبلے پر مُصر تھے۔

وفد نصاریٰ کی آمد:

ہجرت کے نویں (۹) سال نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آیا۔
وہ ساٹھ آدمی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ ساٹھ
آدمیوں کا ایک جگہ اکٹھا ٹھہرانے کا تو ہمارے پاس انتظام نہیں ہے۔ آج کے دور جیسی
کوٹھیاں تو نہیں تھیں کہ ہزاروں آدمی ان میں آجائیں، سادہ زمانہ تھا چھوٹے چھوٹے
مکان ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس طرح کرو کہ دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر
لو۔ ان کو سہولت رہے گی اور تم بھی آرام میں رہو گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفد والوں کے

سامنے یہ بات فرمائی کہ ہم غریب لوگ ہیں ہمارے پاس کوئی اتنا بڑا امکان نہیں ہے کہ ہم ساٹھ آدمیوں کا اکٹھا انتظام کرسکیں۔اس لیے ہم دو، دو، تین، تین آدمی تقسیم کر کے تمھاری مہمانی کریں گے۔وہ کہنے لگے کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم تو اکٹھے رہنا پسند کریں گے۔ ان کے پادریوں نے یہ خیال کیا کہ یہ جو ہماری بھیڑیں ہیں یہ ہم سے جدا نہ ہوں۔تا کہ یہ مسلمانوں سے متاثر نہ ہوں ہمارا ہی اثر ان پر رہے۔

تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس تو مسجد کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں ہے۔کہنے لگے ہم مسجد ہی میں رہیں گے۔چنانچہ ان ساٹھ عیسائیوں کا وفد مسجد میں ٹھہرایا گیا۔وہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنی نماز بھی پڑھنی ہے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پڑھتے رہو۔ چنانچہ وہ مسجد نبوی میں اپنے قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے اور دو تین دن اسی طرح رہے۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ان کو کچھ نہ کہو بلکہ وہ جو کچھ کرتے ہیں کرنے دو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپ ہر قسم کی نشانی ان کے سامنے پیش کریں یہ مکرر ہے مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ اور نہ آپ ان کے قبلے کی پیروی کر سکتے ہیں اس واسطے کہ آپ ہمارے حکم کے پابند ہیں وَمَا بَعْضُهُمْ اور نہیں ہیں بعض ان کے بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ پیروی کرنے والے بعض کے قبلے کی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ ۔یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو سمجھایا جارہا ہے۔اور اگر بالفرض آپ نے پیروی کی ان کی خواہشات کی مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آچکا ہے اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ بے شک آپ اس وقت آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

ہمارے حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے:
"گفتہ آید در حدیثِ دیگراں" بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خطاب کسی کو ہوتا ہے اور سمجھانا کسی کو ہوتا ہے۔ یہ خطاب تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے لیکن سمجھایا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو کہ یہود و نصاریٰ اور باطل فرقوں کی پیروی نہ کرنا۔ اگر ایسا کرو گے تو تمھارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی، یہودو اور عیسائی يَعْرِفُوْنَهٗ وہ اس نبی کو جانتے ہیں كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بہت سی تفسیروں حتیٰ کہ جلالین تک میں موجود ہے کہ عبداللہ بن سلام جو پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے یہ لفظ کہے کہ یہ شک تو ہوسکتا ہے کہ ہماری بیویوں نے کچھ خیانت کی ہو لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں ہے۔ بلکہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی صفات پہلی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں۔

ایسے لوگ بھی تھے اور ان کے خلاف بھی تھے جن کا ذکر اس طرح ہوا وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ اور بے شک ایک گروہ ان میں سے لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ البتہ حق کو چھپاتا ہے وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ ساری نشانیاں ان کے سامنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہی پیغمبر ہیں جنھوں نے آنا تھا مگر وہ ضد کا شکار ہو گئے اور ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ حق تیرے رب کی طرف سے ہے فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ پس ہرگز نہ ہوں آپ شک کرنے والوں میں سے۔ یعنی

یہود و نصاریٰ کے نہ ماننے سے آپ تردد میں نہ پڑیں۔ یہاں بھی خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہوا مگر سمجھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کو ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ

هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۗ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِىْ ۚ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِىْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ۙ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ ۛ فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ ع

وَلِكُلٍّ اور ہر اُمت کے واسطے وِّجْهَةٌ ایک قبلہ تھا هُوَ مُوَلِّيهَا وہ اس کی طرف اپنا چہرہ پھیرتا تھا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم سبقت لے جاؤ نیکیوں میں اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا جہاں بھی تم ہوگے يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ لے آئے گا تمھیں اللہ تعالیٰ جَمِيْعًا سب کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر قادر ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جس جگہ سے آپ نکلیں سفر میں فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ

پھیریں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَاِنَّهٗ
اور بے شک یہ چہرہ پھیرنا لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ البتہ حق ہے آپ کے رب کی
طرف سے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ بے خبر عَمَّا تَعْمَلُوْنَ
اس کارروائی سے جو تم کرتے ہو وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اور جہاں سے بھی تم
نکل کر جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ پس آپ پھیریں اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ اور اے اُمتیو! جہاں
کہیں بھی تم ہو فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ پس پھیرو اپنے چہرے شَطْرَهٗ
اس مسجد حرام کی طرف لِئَلَّا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو لِلنَّاسِ لوگوں کے
واسطے عَلَيْكُمْ تمھارے اوپر حُجَّةٌ کوئی الزام اِلَّا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مگر وہ لوگ جو ظالم ہیں مِنْهُمْ ان میں سے فَلَا
تَخْشَوْهُمْ پس تم ان سے نہ ڈرو وَاخْشَوْنِيْ اور مجھ سے ڈرو وَ
لِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ اور تاکہ میں مکمل کروں اپنی نعمت عَلَيْكُمْ تم پر
وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ اور تاکہ تم ہدایت پا جاؤ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ جیسا
کہ ہم نے بھیجا تم میں رَسُوْلًا رسول مِّنْكُمْ تم میں سے يَتْلُوْا
عَلَيْكُمْ جو تلاوت کرتا ہے تم پر اٰيٰتِنَا ہماری آیتیں وَيُزَكِّيْكُمْ
اور تمھیں پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُكُمُ اور وہ تمھیں تعلیم دیتا ہے الْكِتٰبَ
وَالْحِكْمَةَ کتاب اور دانائی کی وَيُعَلِّمُكُمْ اور تمھیں تعلیم دیتا ہے

مَّا اُن چیزوں کی لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ جن کو تم نہیں جانتے تھے

فَاذۡكُرُوۡنِیۡۤ پس تم مجھے یاد کرو اَذۡكُرۡكُمۡ میں تمھیں یاد کروں گا

وَاشۡكُرُوۡا لِیۡ اور میرا شکریہ ادا کرو وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ اور میری ناشکری نہ کرو۔

پانچ نمازوں کی فرضیت :

اس سے پہلے قبلے کا مسئلہ خاصی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور نماز کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط استقبالِ قبلہ بھی ہے۔ یعنی نماز میں اپنا چہرہ قبلے کی طرف کریں۔ معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے۔ اور معراج کا واقعہ نبوت کے گیارھویں سال ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تین سال مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے اور کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اور نفلی نماز اور وضو کا طریقہ تو ابتداءِ وحی سے شروع ہوا ہے۔

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم غارِ حرا میں تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی ملی، اُسی دن جبرئیل نے پَر مارا اور اس جبلِ نور کی چوٹی پر ایک پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ اس جگہ پر آج کل عربوں نے سفید چونا ڈالا ہے۔ یہ علامت ہے کہ یہاں پر چشمہ تھا اگرچہ وہ بتاتے نہیں ہیں۔ تو وہاں سے پانی نکلا اور جبرئیل نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وضوٗ کا طریقہ بتایا اور پھر نماز کا طریقہ بتایا۔ تو وضو اور نفلی نماز ابتداءِ وحی سے شروع ہوئی ہے اور پانچ نمازیں معراج کی رات فرض ہوئیں۔ اس کے بعد جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ تم نے نمازیں مسجدِ اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے پڑھنی ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کے متعلق یاد رکھنا کہ اس کی تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے نمازوں کے

لیے کی تھی۔ اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مسجد حرام کی تعمیر کی اس کے چالیس سال بعد یہ تعمیر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی۔ چھوٹی سی جگہ تھی چھپر ڈال کر وہاں نمازیں پڑھتے تھے۔ تو اصل بانی مسجد اقصیٰ کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کا لقب اسرائیل ہے۔ پھر جب حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں لوگ زیادہ ہوئے تو اس میں توسیع کی گئی۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور آیا تو انھوں نے شاہی طور طریقہ کے ساتھ اسے وسیع کیا۔ تو اصل بانی اس کے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں اور مسجد حرام کے چالیس سال بعد بنی۔ جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے۔

جب مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو سولہ یا سترہ مہینے مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھی۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعی طور پر یہ چاہتے تھے کہ ہمارا قبلہ کعبۃ اللہ ہو اس واسطے کہ عرب کی اکثریت کعبۃ اللہ کا احترام کرتی تھی اور اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے۔ ان لوگوں سے قبولِ اسلام کی توقع دوسروں کی نسبت کچھ زیادہ تھی۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ ضدی لوگ تھے ان سے توقع بہت کم تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے اندر ہی حکم دیا کہ تم کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ پھیر لو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلِكُلٍّ اور ہر اُمت کے واسطے وِجْهَةٌ قبلہ تھا۔ یہ بات بھی پہلے بیان ہو چکی ہے کہ یہود کا قبلہ مسجد اقصیٰ میں ایک چٹان تھی جو کافی بڑی تھی۔ اور نصاریٰ کا قبلہ اس چٹان سے مشرق کی طرف والا حصہ تھا۔ تو جس طرح ان کے یہ قبلے ہیں اسی طرح اب اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے یہ کعبۃ اللہ قبلہ مقرر فرما دیا ہے۔ اور ہر اُمت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے قبلہ مقرر کیا ہوا تھا هُوَ مُوَلِّيهَا وہ امت اس قبلہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتی تھی فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پس تم نیکی کے کاموں میں جلدی

کرو۔ نیکی کے کاموں میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ جو بھی قولاً یا فعلاً نیکی کرنی ہو اس کو جلدی کرو۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے خدا جانے کہ بعد میں زندگی ملے یا نہ ملے اور پھر دل کا بھی کوئی اعتبار نہیں کہ کس وقت خیر کی صلاحیت پیدا ہو۔ لہٰذا نیکی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

اَیۡنَ مَاتَکُوۡنُوۡا جہاں کہیں بھی تم ہو۔ مشرق میں ہو یا مغرب میں ہو، شمال میں ہو یا جنوب میں، کسی بھی ملک میں ہو یاد رکھو! یَاۡتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیۡعًا اللہ تعالیٰ تم سب کو قیامت والے دن میدان محشر میں اکٹھا کرے گا۔ گویا تم اس بات کو ذہن میں رکھو کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب ہم سب رب تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور ہم سے نیکی اور بدی کا سوال ہوگا۔ اور تم یہ نہ سمجھو کہ قیامت آنی مشکل ہے یا دوبارہ زندگی مشکل ہے جیسا کہ عرب کے مشرک دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے هَیۡهَاتَ هَیۡهَاتَ لِمَا تُوۡعَدُوۡنَ [المومنون:۳۶] "بہت دور ہے، بہت دور ہے وہ جس کا تم وعدہ کیے جاتے ہو۔" مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَھِیَ رَمِیۡمٌ [یٰسین:۷۸] "بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔"

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ سب کو میدان محشر میں لے آئے گا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بے شک رب تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس رب نے تمھیں حقیر قطرے سے پیدا کر کے اچھا بھلا انسان بنایا وہی رب تعالیٰ تمھیں قیامت والے دن دوبارہ لائے گا۔

معذور کی نماز :

پہلے مسئلہ یہ تھا کہ جب بندہ مقیم ہو اس وقت بھی نماز کی حالت میں قبلے کی

طرف چہرہ کرنا ہے اور جب مسافر ہو تو سفر میں بھی قبلے کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اور یہ مسئلہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں کہ بعض اچھے بھلے بھی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے والے کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔ جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح طاقت والے کے لیے قیام بھی فرض ہے۔ ہاں! اگر کوئی بوڑھا آدمی ہے تو اس کی بات الگ ہے، بیمار ہے تو اس کا معاملہ جُدا ہے۔ تندرست آدمی گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھے تو نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اسی طرح بعض لوگ جس طرف رُخ ہوتا ہے اُدھر ہی رُخ کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں (گاڑی وغیرہ میں) اس سے بھی نماز ادا نہیں ہوگی۔ گاڑی میں بھی سفر میں بھی رُخ قبلے کی طرف کرنا ضروری ہے۔

کئی عورتیں قصبوں سے دَم کرانے اور تعویذوں کے لیے آتی ہیں۔ اُن میں سے جو نمازیں پڑھتی ہیں وہ گھر کی عورتوں کو کہتی ہیں کہ ہمیں مصلی (جائے نماز) دیں ہم نے نماز پڑھنی ہے اور پڑھتی بیٹھ کر ہیں۔ ان سے کون کہے کہ تم گائں سے سودا سلف یا تعویذ وغیرہ لینے کے لیے آ گئی ہو مگر نماز بیٹھ کر کس طرح جائز ہوگی؟ قطعاً بری الذمہ نہیں ہوں گی۔ صرف وہ آدمی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے جس میں کھڑے ہونے کی بالکل طاقت نہیں خواہ مرد ہو یا عورت۔ تو قیام کرنا بھی فرض ہے اور قبلے کی طرف رُخ کرنا بھی۔ اور اگر گاڑی قبلے سے دوسری طرف پھر جائے تو نمازی کو بھی اسی قبلے کی طرف پھرنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! تم اپنے گھر سے نکل کر سفر پر جہاں کہیں بھی جاؤ فَوَلِّ وَجْهَكَ پس پھیرو اپنا چہرہ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کی طرف وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ اور بے شک مسجد حرام کی طرف چہرہ پھیرنا حق ہے مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب کی طرف سے حکم ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

تَعۡمَلُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اس چیز سے جو تم کرتے ہو۔ نسخ کے مسائل میں سے پہلا مسئلہ یہی قبلے کا تھا۔ اس سے پہلے کوئی حکم منسوخ نہیں ہوا تھا۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی نئی بات پہلی دفعہ ہوتی ہے تو اس پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔ پھر جب نسخ کے اور بھی کئی مسئلے آئے تو ذہنوں کی تشویش کا معاملہ ہلکا ہو گیا۔

چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا اس واسطے رب تعالیٰ نے دوبارہ پھر تاکید فرمائی وَمِنۡ حَیۡثُ خَرَجۡتَ اے نبی کریم ﷺ! جہاں کہیں بھی تم سفر میں جاؤ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ سفر میں بھی اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیرو۔ تو یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید قبلے کی طرف چہرہ پھیرنا آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے۔ فرمایا نہیں! آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں ہے وَحَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ جمع کا صیغہ ہے۔ اے اُمتیو! جہاں کہیں بھی تم ہو فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ تم بھی اپنے چہرے پھیرو شَطۡرَهٗ اسی کعبہ کی طرف۔ اب تم نے کعبہ کی طرف رُخ کیوں پھیرنا ہے؟ لِئَلَّا یَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَیۡكُمۡ حُجَّةٌ تاکہ لوگوں کے لیے تم پر کوئی الزام نہ ہو اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں۔ وہ اپنی بات پر اڑے رہیں گے۔

اور وہ الزام اس طرح دور ہوگا کہ مثال کے طور پر پہلی کتابوں میں آنحضرت ﷺ کی ایک علامت یہ لکھی تھی کہ وہ نبی القبلتین ہوں گے۔ پہلے کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ کر کے نماز پڑھیں گے پھر کچھ عرصہ مسجد اقصیٰ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے پھر بالآخر ان کا قبلہ کعبۃ اللہ ہو جائے گا۔ اور اگر آنحضرت ﷺ کعبۃ اللہ کی طرف رُخ نہ پھیرتے تو یہودی اور عیسائی کہہ سکتے تھے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ تم کعبہ کی طرف رُخ پھیرو تاکہ یہود و نصاریٰ کا تم پر کوئی الزام نہ

رہے۔

اسی طرح مشرکین عرب کے لوگ زیادہ تر اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے تھے اور کعبے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اگر تمھارا قبلہ کعبہ نہ ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ تم ابراہیمی نہیں ہو۔ کیوں کہ اگر تم ابراہیمی ہوتے تو تمھارا قبلہ تو کعبۃ اللہ ہونا چاہیے تھا۔ ان کا بھی الزام ختم ہوگیا اِلَّا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡھُمۡ ہاں مگر جو ظالم ہیں ان کے ہاتھ میں تو جب کوئی شوشہ آئے گا تو اس کو اُڑاتے پھریں گے۔ انھوں نے نہیں ماننا۔ جس میں کوئی دیانت اور انصاف ہے وہ تو صحیح بات سُن کر ایمان لاتا ہے فَلَا تَخۡشَوۡھُمۡ پس تم نہ ڈرو ان لوگوں کے اعتراضات سے وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو۔

لوگوں نے تو پیغمبروں کو نہیں معاف کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن پاک میں مذکور ہے اور یہودی آج تک مُصر ہیں معاذ اللہ تعالیٰ کہ وہ حلال زادہ ہی نہیں وَقَوۡلِهِمۡ عَلٰی مَرۡيَمَ بُهۡتَانًا عَظِيۡمًا [النساء:۱۵۶] "اُنھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر بہت بڑا بہتان باندھا" فرمایا تم ان کے اعتراضات سے نہ ڈرو وَاخۡشَوۡنِیۡ اور مجھ سے ڈرو وَلِاُتِمَّ نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکُمۡ اور تاکہ میں مکمل کردوں اپنی نعمت تم پر۔ جس طرح میں نے تمھیں سب سے بہترین امت بنایا ہے اور سب سے بہترین کتاب تمھیں دی ہے اسی طرح قبلہ بھی تمھیں بہترین دے دوں اور تم بڑے خوش قسمت لوگ ہو کہ تمھیں آخری نبی کا امتی ہونا نصیب ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا :

دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر، صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں اور ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ ہیں اور دوسرے آسمان پر موجود ہیں اور قیامت سے

پہلے زمین پر نازل ہوں گے، دجال کو قتل کریں گے۔ یہود اور نصاریٰ سے لڑائی ہوگی۔ ان علاقوں میں اسلام کے سوا کوئی اور ملت باقی نہیں رہے گی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے پروردگار! تو نے مجھے نبوت دی ہے تیرا شکر ہے، رسالت عطا فرمائی ہے تیرا احسان ہے۔ انجیل تو نے مجھے دی ہے یہ تیرا کرم ہے۔ اے پروردگار! میں ان کتابوں میں پڑھتا ہوں کہ ایک نبی آخر میں آئیں گے اور ان کی اُمت بہت افضل اُمت ہوگی۔ اے پروردگار! مجھے اس اُمت کا ایک فرد بنا کر ان اُمتیوں میں سے اُٹھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور وہ اس اُمت میں آئیں گے اور چالیس سال تک زندہ رہیں گے۔ اور یہی پانچ نمازیں پڑھیں گے اور پڑھائیں گے جو ہم پڑھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ سے آخری نبی کا اُمتی ہونا مانگ کر لیا اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے مفت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے۔ اے پروردگار! ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اُمتی بننے کی توفیق عطا فرما۔

وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اور تاکہ تم ہدایت حاصل کرو كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ جیسے بھیجا ہم نے تم میں پیغمبر تم میں سے۔ یعنی سب سے افضل ترین پیغمبر تمھیں دیا، سب سے بہترین کتاب دی، سب سے اعلیٰ کعبہ دیا، سب امتوں میں سے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بہترین اُمت تمھیں بنایا۔ اور یہ تفصیل پہلے رکوع میں گزر چکی ہے کہ اس اُمت کی گواہی سے پہلی اُمتوں کی قسمت کا فیصلہ ہوگا لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اتنا بلند مقام تمھیں عطا فرمایا۔ اور پیغمبر تم میں سے بھیجا یعنی وہ بھی بشر ہیں انسان ہیں، قریشی اور ہاشمی ہیں۔ تمام لوازماتِ بشریہ ان کے ساتھ ہیں اور چار کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے کر بھیجا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِنَا پہلا کام یہ ہے کہ تمھیں ہماری آیتیں

پڑھ پڑھ کر سنائیں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی عربی تھے،قوم بھی عربی تھی،بیش تر مضامین وہ خود بہ خود سنتے ہی سمجھ جاتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا کام: وَيُزَكِّيْكُمْ اور وہ تمھیں پاک کرتا ہے وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ حقیقتاً تزکیہ رب تعالیٰ کا کام ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس تزکیہ کا ذریعہ ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلیٰ کردار،یہ لوگوں کے دلوں کی صفائی کا ذریعہ بنا۔

مقصد بیعت :

دلوں کی پاکیزگی بھی بہت ضروری ہے۔یہ جو بزرگانِ دین میں پیری مریدی کا صحیح معنیٰ میں سلسلہ تھا اس کا یہی مطلب ہوتا تھا کہ دل صاف ہو جائیں اور دل صاف ہو جائیں تو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں:

؎ دل ہے مسلمان میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی ، میں بھی نمازی

کہ خالی نمازی ہونے سے تو تزکیہ نہیں ہوتا۔دل کی صفائی بڑی چیز ہے۔دل غیر اللہ کی محبت سے پاک ہو جائے،حسد،بغض اور تکبر سے،اخلاق ذمیمہ سے پاک ہو جائے، آخرت کی فکر ہو،دنیا جائز طریقے سے کمائے،صرف دنیا میں پھنس نہ جائے کہ دنیا ہی دنیا رہ جائے اور آخرت کو بھول جائے۔تو یہ دوسرا کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا تزکیہ۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ یہ جو بعد کے بزرگانِ دین چلّے کرتے رہے ہیں کئی کئی سال تک۔تو یہ چلّے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہیں۔بے شک ایسا ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جو شخص اخلاص کے ساتھ دو منٹ بیٹھتا تھا مثال کے طور

پر۔ تو اُسے اتنی دل کی صفائی حاصل ہو جاتی تھی کہ جو ساٹھ سال کے مجاہدے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور بعد والوں کو مجاہدے کی ضرورت اس واسطے پیش آئی کہ اس زمانے میں دلوں کی صفائی نہیں تھی۔ زنگ دور کرنے کے لیے اُنھوں نے وقت صرف کیا۔ شیشہ صاف ہو تو اس کو صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اگر شیشہ میلا کچیلا ہو تو اس کو صاف کیا جاتا ہے۔ ہمارے دلوں کے شیشے میلے ہیں ان کا تزکیہ چاہیے۔ بزرگانِ دین نے چلّے کاٹے، ریاضتیں کیں شرعی دائرے میں رہ کر اسی تزکیہ پر عمل کیا۔ یہ بھی دین کا حصہ ہے۔

قرآنِ کریم پڑھنا پڑھانا جہادِ کبیر ہے :

تیسرا کام ہے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ اور وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض ایسی آیات تھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نہیں سمجھ سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان آیات کا مطلب سمجھاتے تھے۔ ابن ماجہ کی روایت تم سن چکے ہو کہ لفظی ترجمہ کے بغیر قرآن کریم کی ایک آیت حاصل کرنا سو رکعت نفل نماز سے زیادہ ثواب ہے، بہت بڑی عبادت ہے۔ قرآن کریم پڑھنا پڑھانا جہاد ہے۔ سورۃ الفرقان میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا قرآن پاک کی تعلیم دینا بڑا جہاد ہے۔ محض لڑنا ہی جہاد نہیں۔ بے شک محاذوں پر لڑنا بھی جہاد ہے لیکن قرآن پاک نے جس کو جہادِ کبیر فرمایا ہے وہ قرآن پاک کی تعلیم ہے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے تھے وَالْحِكْمَةَ اور حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث کے الفاظ بھی لوگوں کو بتاتے تھے اور حدیث کے معنیٰ بھی بتاتے تھے۔ مثلاً: ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس

آدمی کے دل میں سرسوں کے دانے کے برابر تکبر ہوگا جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ روایت ہے مسلم شریف کی۔

اگر تکبر کو حلال سمجھتا ہے تو کافر ہے بے شک نمازیں پڑھتا رہے، روزے رکھتا رہے۔ اور اگر حرام سمجھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔ اس پر بھی دخولِ اوّل اس کو نصیب نہ ہوگا۔ تو لوگوں نے کہا کہ حضرت! ہم تو سارے ہی تکبر کرتے ہیں۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ میں نے سر کے بال رکھے ہوں، کنگھی پھیری ہو، تیل لگا ہو، ہمارے کپڑے اچھے اور صاف ہوں اور جوتا بھی اعلیٰ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے۔ یہ تو تجمل ہے۔ شرعی دائرے میں رہ کر اچھا لباس پہننا رب کی نعمتوں کا شکر ہے یہ گناہ نہیں ہے۔ تکبر کیا ہے؟ غَمْطُ النَّاسِ وَ بَطَرُ الْحَقِّ "حق کی بات کو ٹھکرانا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا۔"

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث اور سنت کی بھی تعلیم دی۔ لفظوں کی بھی تعلیم دی اور معنٰی کی بھی تعلیم دی وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ اور تمھیں اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ان چیزوں کی تعلیم دیتا ہے جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ یہ جتنے بھی دین کے مسائل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے ہیں ان کو پہلے کون جانتا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہ سب کچھ حاصل ہوا ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ پس مجھے یاد کرو اَذْكُرْكُمْ میں تمھیں یاد کروں گا۔ اس کی یہ بھی تفسیر کرتے ہیں فَاذْكُرُوْنِيْٓ تم عبادت کے ذریعے مجھے یاد کرو میں تمھیں اس کا بدلہ اور جزا دوں گا۔

اور یہ معنٰی بھی کرتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِيْ نَفْسِيْ "جس نے مجھے اکیلے یاد کیا میں اس کو اکیلا یاد کرتا ہوں اور جس نے مجلس میں میرا ذکر کیا میں اس مجلس سے بہتر مجلس میں

اس کا ذکر کرتا ہوں۔" وہ بہتر مجلس اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے فلاں بندے نے مجلس میں میرا نام لیا ہے وَاشْكُرُوالِیْ میری نعمتوں کا شکریہ ادا کرو وَلَاتَكْفُرُوْنِ اور میری ناشکری نہ کرو۔اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ناشکری سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[امین]

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اے لوگو اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہو اسْتَعِيْنُوْا مدد حاصل کرو بِالصَّبْرِ صبر کے ذریعے وَالصَّلٰوةِ اور نماز کے ذریعے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ اُن کے بارے میں يُّقْتَلُ جو قتل کیے جاتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کے راستے میں، نہ کہو تم اَمْوَاتٌ مُردے، بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور البتہ ہم ضرور تمھارا امتحان لیں گے بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ کسی نہ کسی چیز میں خوف سے وَالْجُوْعِ اور بھوک سے وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ اور مالوں کی کمی سے وَالْاَنْفُسِ

اور جانوں کی کمی سے وَالثَّمَرٰتِ اور پھلوں کی کمی سے وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو اَلَّذِیْنَ وہ لوگ ہیں اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ جب انھیں پہنچتی ہے کوئی مصیبت قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰهِ بے شک ہم اللہ تعالیٰ ہی کے مِلک ہیں وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ اور بے شک ہم اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں اُولٰٓئِكَ وہی لوگ ہیں عَلَیْهِمْ ان پر صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ خصوصی رحمتیں ہیں ان کے رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور عمومی رحمت وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ اور وہی لوگ ہیں ہدایت پانے والے۔

صبر اور نماز سے مدد لینے کا مطلب :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اور خطاب فرمایا ہے ایمان والوں کو کہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ مدد حاصل کرو تم صبر اور نماز کے ذریعے۔

بعض جاہل قسم کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صبر سے مدد لینی ہے اور نماز سے مدد لینی ہے۔ اور صبر بھی غیر اللہ اور نماز بھی غیر اللہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد لینی جائز ہے۔ ولی بھی غیر اللہ ہیں، نبی بھی غیر اللہ ہیں۔ سب سے مدد لینی جائز ہے۔ لیکن یہ تفسیر قرآن پاک کی تحریف ہے۔ اس لیے کہ صبر پر حرف با داخل ہے اور بِالصَّبْرِ کا معنیٰ ہے صبر کے ذریعے وَالصَّلٰوةِ اور نماز کے ذریعے تم نے مدد لینی ہے۔ تو صبر اور نماز سے مدد نہیں لینی بلکہ ان کے ذریعے مدد مانگنی ہے اور مانگنی کس سے ہے اِیَّاكَ

نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ "پروردگار ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔" اور دوسرے مقام پر آتا ہے وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ اور ہم وتروں میں یہ دُعا پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ اے اللہ! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

تو مدد صرف رب تعالیٰ سے ہے کیوں کہ مستعان صرف پروردگار ہے۔ ہاں! یہ عبادتیں ہیں صبر کرنا بھی عبادت ہے، نماز خود عبادت ہے۔ ان کے ذریعے تم رب تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اور ہر نماز میں ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ فرض نماز ہو یا وتر، واجب ہو یا سنت مؤکدہ ہو یا نفل ہو یا تہجد، اشراق، جمعہ یا عید، کوئی بھی نماز اس سے خالی نہیں ہے کہ جس میں رب تعالیٰ سے وعدہ نہ کرتے ہوں اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ اور ہمیں یہ ایسا سبق پڑھایا گیا ہے کہ اس کو تم نے کسی رکعت میں نہیں بھولنا۔ پھر اس کے بعد بھی اگر کوئی آدمی اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے تو پھر وہ معذور نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور صبر کے مواقع میں سے اہم موقع موت کا ہے۔ اور خصوصاً جب کہ موت طبعی نہ ہو بلکہ قتل ہو تو صدمہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس واسطے فرمایا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو تم مردہ نہ کہو بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ یعنی ان کی زندگی کو تم سمجھ نہیں سکتے۔

شہید اور عام آدمی کی حیات کا فرق :

تو یہاں پر کچھ باتیں سمجھنے والی ہیں۔ وہ یہ کہ جو شخص کافر کی تلوار سے شہید ہوتا ہے اُس کا سر کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے اور دھڑ الگ۔ اور شریعت بھی اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب سر دھڑ سے الگ ہو گیا تو روح بھی اس میں باقی نہ رہی۔ شہید کی اس موت کا تو انکار ہی نہیں ہے اور شہید کو قبر میں دفن بھی کیا جاتا ہے اس میں بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حالانکہ اس جہان والی زندگی باقی ہو تو دفن نہیں کیا جاتا۔ اسی واسطے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ ان بچیوں سے سوال کریں گے جو زندہ درگور کی گئیں کہ تمھیں کیوں قتل کیا گیا؟ جیسا کہ قرآن میں موجود ہے وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۞ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۞ "اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی۔" تو کسی کو زندہ قبر میں دفن کرنا بڑا گناہ ہے۔ جب کہ شہید کو دفن کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو جائے تو اس کا مال بھی شرعی وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ حالانکہ اگر کوئی آدمی زندہ ہو اور مدۃ العمر کی اُس کو قید ہو کہ اُس کا جنازہ جیل سے باہر آئے گا تو بھی اس کے مال کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی اس واسطے کہ زندہ ہے۔

عدت کے بعض احکام :

اسی طرح شہید کی بیوی عدت گزارنے کے بعد آگے نکاح کر سکتی ہے اور وہ عدت یہ ہے کہ اگر فوت ہونے والے آدمی کی بیوی حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ جب بچہ پیدا ہوگا اس کے بعد عدت ختم ہو جائے گی۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر اس کو چار مہینے

دس دن گزارنے پڑیں گے۔

اس عدت کے زمانے میں عورت اپنے گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے تو دن کو جاسکتی ہے اور ضرورت پوری کر کے واپس آجائے۔ رات کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ دیکھو! قصبات کی جو عورتیں ہیں عدت تو اُنھوں نے بھی گزارنی ہے اور اُنھوں نے اپنے جانوروں کو پانی بھی پلانا ہے، کھیتوں سے ساگ وغیرہ بھی توڑنا ہے، گوبر بھی پھینکنا ہے۔ اور بعض ایسے قصبے ہیں کہ انھیں پانی دور سے لانا ہوتا ہے۔ بعض ایسی جگہیں ہیں کہ اُنھیں لکڑیاں لانا پڑتی ہیں۔ اب ایسی عورت جس کا کوئی کمانے والا نہیں اس کو شرعاً اجازت ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرے کیوں کہ وہ مجبور ہے۔ اور جو دور دراز نوکری کرتی ہیں ان کے لیے گنجائش نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس کی روزی کا کوئی اور انتظام نہیں ہے تو پھر وہ عورت دن کو جاسکتی ہے رات کو کسی جگہ نہیں رہ سکتی۔ یہ بھی تب ہے کہ اس کے پاس کوئی اور صورت نہ ہو۔ اور اگر اس کے پاس عدت کے زمانے میں کھانے کا خرچہ ہے تو اس کے لیے گنجائش نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی عورت بیمار ہو جاتی ہے اور اس کو اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر اپنے گھر بلائے تو اس کو اجازت ہے کہ قریبی ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جاسکتی ہے۔ اور یہ بات اصولی طور پر یاد رکھنا! کہ عدت گزارنے والی عورت رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ اور اگر مجبوری ہے کہ اس کا کوئی سودا سلف لانے والا نہیں ہے تو وہ اپنی سبزی وغیرہ بھی بازار سے لاسکتی ہے اور بول چال پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ ضرورت کے مطابق گفتگو کرسکتی ہے۔

(ایک آدمی نے سوال کیا کہ حضرت! عدت کے دوران ہسپتال میں داخل ہوسکتی

ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو ہسپتال میں داخل ہو سکتی ہے کیوں کہ شریعت مجبوری کا لحاظ کرتی ہے۔)

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ شہید کی بیوی کا عدت کے بعد نکاح بھی جائز ہے اور یہ سارے شرعی احکام ہیں۔ بہ ایں ہمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیے گئے ہیں ان کو مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

عذابِ قبر روح اور جسم دونوں کو ہے :

مسئلہ یہی ہے اور اس پر صحیح روایات متواتر موجود ہیں۔ اور اہل حق اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس وقت انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تُعَادُ رُوْحُهٗ فِيْ جَسَدِهٖ "اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے۔" اور ظاہر بات ہے کہ جب روح کو جسم میں لوٹایا جائے گا تو زندگی آجائے گی۔ اسی زندگی کے بعد منکر نکیر کے سوالات ہوں گے، جوابات ہوں گے۔ اس کے بعد اگر نیک ہے تو قبر میں راحت بھی ہوگی اور اگر بد ہے تو عذاب بھی ہوگا۔ اور اگر جسم میں رح نہیں ہے تو خالی جسم کو عذاب و ثواب کا کوئی معنیٰ نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک کے ساتھ جو کتاب لکھی ہے اس کا نام ہے "الفقہ الاکبر" اس میں وہ فرماتے ہیں وَ اِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الْجَسَدِ فِيْ قَبْرِهٖ حَقٌّ "قبر میں جسم کی طرف روح کا لوٹایا جانا بھی حق ہے۔" اور صحیح احادیث بھی یہی کہتی ہیں اور اہل حق کا مسلک بھی یہی ہے کہ قبر میں حیات ہے۔ تو یہ زندگی جو ہے یہ قبر کی زندگی ہے۔

تو فرمایا جو اللہ کے راستے میں شہید ہو جاتے ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو ان

کے بارے میں لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو قتل کیے گئے اللہ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تمھیں شعور نہیں ہے۔ فرض کرو آج اگر کوئی شخص کسی شہید کی قبر کو اکھیڑے تو شہید نہ تو اس سے بات کرے گا اور نہ اس میں کوئی حس وحرکت ہوگی اور کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ وہ زندگی ہمارے شعور سے بالاتر ہے۔

اس بات کو سمجھانے کے لیے علم کلام والے کہتے ہیں کہ جیسے مریض سکتہ۔ سکتہ ایک بیماری ہوتی ہے۔ اس میں بہ ظاہر نبض چلتی نظر نہیں آتی اور آدمی سانس لیتا بھی نظر نہیں آتا لیکن ہوتا زندہ ہے۔ تو سمجھانے کے لیے کہا كَمَرِيْضِ السَّكْتَةِ جیسے سکتے کا بیمار ہوتا ہے کہ روح اس کے اندر ہوتی ہے لیکن حکیم، ڈاکٹر حیران ہوتے ہیں کہ حسِ وحرکت نہیں ہے، سانس نہیں ہے، کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اسی طرح شہید کی حیات ہے کہ بہ ظاہر سمجھ نہیں آتی۔ اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حیات تو ہے مگر ہو روح کی ہے جسم کی نہیں ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایک جسد مثال ہوتا ہے اس کی حیات ہے۔ یہ دونوں قول مردود ہیں۔ اس واسطے قرآن کو سمجھو۔

قرآن کہتا ہے وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو تم لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُن کے بارے میں جو قتل کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مُردے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔ تو قتل تو اس جسم کو کیا جاتا ہے روح کو تو نہیں۔ اور قرآن کہتا ہے کہ جن کو قتل کیا جاتا ہے ان کو مردہ نہ کہو۔ اور پھر قتل جسد مثال نہیں ہوتا بلکہ یہی جو ہمارا جسم ہے۔

جسدِ مثالی کا مطلب :

اور جسد مثالی کا معنیٰ آپ اس طرح سمجھیں کہ جس طرح تم خواب میں کسی کو دیکھتے ہو اور خواب میں کوئی تمھیں رشتہ دار یا بے گانہ ملتا ہے۔ وہ نہ تو اس کا جسم ہوتا ہے اور نہ اس کی روح، بلکہ وہ جسد مثال ہوتا ہے جو رات کو تمھیں ملا ہے۔ اور تم اس کے ساتھ لڑتے جھگڑتے بھی ہو اور پیار بھی کرتے ہو، سب کچھ کرتے ہو۔ صبح کو تم اس کو کہو بھائی میں نے رات کو تیرے ساتھ یہ گفتگو کی ہے۔ تو وہ کہے گا کہ میرے تو فرشتوں کو بھی پتا نہیں ہے۔ اور قرآن بالکل واضح ہے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ان کے بارے میں مت کہو جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں۔ اور قتل جسد عنصری ہے یہی جسم ہے اور زندہ بھی یہی جسم ہے بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں۔

پھر عجیب بات ہے کہ روزے تو رکھے یہ جسم، نمازیں پڑھے یہ جسم، ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یہ جسم، گرمی، سردی برداشت کرے یہ جسم اور ثواب سے محروم ہو جائے اور اس کی جگہ مثالی جسم کو ثواب ملتا رہے یہ کون سی عقل کی بات ہے؟ جرم تو کرے یہ جسم اور سزا بھگتے اس کا مثالی جسم۔ یہ کون سی منطق ہوئی؟ یہ عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے۔

یاد رکھو! جزا و سزا اسی جسم کو ہوتی ہے چاہے ذرّہ ذرّہ ہو جائے۔ کتابوں میں تصریح ہے باقی باتوں کا پتا مرنے کے بعد چلے گا۔ پھر عجیب بات ہے کہ شہیدوں کو تو مُردہ نہ کہو اور پیغمبروں کو مردہ کہو، لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کہ شہید زندہ ہوں اور پیغمبر زندہ نہ ہوں۔ آج ایک ایسا فرقہ بھی چل نکلا ہے جو کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی حیات کوئی نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلے پر "تسکین الصدور" لکھی ہے۔ جس پر دور حاضر کے تمام جید علماء کے دستخط

اور تقریظات ہیں۔ اس میں میں نے وضاحت کی ہے کہ بھئی! تم جو کہتے ہو کہ پیغمبروں کی حیات نہیں ہے تو ان پیغمبروں کو تو مستثنیٰ کر دو جو شہید ہوئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں:

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شہید ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قسم اُٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں دس مرتبہ قسم اُٹھا کر کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں۔ کیوں شہید ہیں؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ خیبر میں زینب نامی عورت (یہودیہ) نے بکری کے گوشت میں زہر ڈال کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابی تھے بشر بن براء بن معرور رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وہ فوراً تڑپ کے شہید ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بوٹی منہ ڈالی تو لعاب اندر چلا گیا۔ بوٹی نے بول کر بتایا کہ حضرت! مجھے نہ کھانا میرے اندر زہر ہے۔ مگر وہ لعاب جو اندر چلا گیا تھا اس کے ساتھ اتنا تیز زہر تھا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رگیں کھچی جاتی تھیں۔

اور بخاری شریف میں باب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے عائشہ! وہ زہر جو مجھے کھلایا گیا تھا اس کا اثر مجھے آج محسوس ہو رہا ہے۔ اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ میری رگیں کٹی جا رہی ہیں۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہیں۔ یاد رکھنا! قرآن پاک کو نہ چھوڑنا، احادیث کو نہ چھوڑنا اور جمہور کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ لوگوں کی چرب زبانی پر نہ جانا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا تَقُوْلُوْا اور نہ کہو لِمَنْ يُّقْتَلُ ان کو جو قتل کیے جاتے ہیں فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اَمْوَاتٌ مردہ بَلْ اَحْيَآءٌ بلکہ وہ زندہ ہیں وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔ ان کی زندگی تمھاری سمجھ سے بالاتر ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ اور البتہ ہم ضرور تمھارا امتحان لیں گے بِشَيْءٍ کسی

نہ کسی شے سے مِّنَ الْخَوْفِ کبھی دشمن کے حملے کا خوف ہوگا۔کبھی کوئی اور خوف ہوگا وَالْجُوْعِ اور کبھی ہم تم پر مہنگائی مسلط کر دیں گے اور بھوک سے مرد گے وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ اور کبھی تمھارے مالوں میں کمی ہوگی وَالْاَنْفُسِ اور کبھی تمھاری جانوں میں کمی آئے گی کہ تمھارے افراد میں سے کچھ مریں گے وَالثَّمَرٰتِ اور کبھی پھل کم ہوں گے۔یہ امتحان ہوں گے کہ طرح طرح کی پریشانیاں تمھیں پیش آئیں گی وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اور آپ صبر کرنے والوں کوخوش خبری سنادیں۔اور صبر کرنے والے کون ہیں؟ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ وہ ہیں کہ جس وقت ان کو مصیبت پہنچتی ہے قَالُوْٓا کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مثال کے طور پر جب کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کے بارے میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ کیوں فوت ہوا ہے؟ ابھی تک تو یہ تندرست تھا، جوان تھا۔اور دوسرا خیال یہ آتا ہے کہ یہ ہم سے جدا ہو گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے پہلے خیال کا ازالہ تو اس طرح فرمایا کہ اِنَّا لِلّٰہِ ہم سارے اللہ کی ملکیت ہیں ۔رب جس طرح چاہے اپنی ملکیت میں تصرف کرے۔اور دوسرا خیال تھا کہ ہم سے جدا ہو گیا تو فرمایا جدا نہیں ہوا ہم بھی وہیں جانے والے ہیں۔دنوں، مہینوں یا سالوں کی جدائی ہوگی، جانا تو ہم نے بھی وہیں ہے۔اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ قبرستان میں جاؤ تو کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّ نَحْنُ لَکُمْ بِالْاَثَرِ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ ”اے قبروں میں رہنے والو تم پر رب کی سلامتی ہو تم ہمارے آگے آگے جا رہے ہو ہم تمھارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بخشے اور تمھیں بھی۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مٹی کا دیا جلایا ہوا تھا تیز ہوا آئی تو بجھ گیا۔
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا ہوا تھا کہ جب کوئی مرتا ہے تو اس وقت یہ پڑھنا ہوتا ہے۔ کہنے لگیں حضرت! یہ تو دیا بجھا ہے اور میں ابھی اس کو جلا دیتی ہوں۔ فرمایا عائشہ! کُلُّ مَا یَسُوْٓءُ الْمُؤْمِنَ "ہر وہ تکلیف دہ چیز جو مومن کو پیش آئے وہاں یہ پڑھنا چاہیے۔" اب یہ دیا جل رہا تھا یک دم بجھ گیا ہے ہمیں کوفت تو ہوئی ہے تو یہاں بھی اِنَّا لِلّٰہِ پڑھو۔ لہٰذا اِنَّا لِلّٰہِ ہر تکلیف کے موقع پر پڑھنا چاہیے۔ ٹھوکر لگے تو پڑھو، اگر آدمی گر جائے پھر پڑھو۔

اُولٰٓئِکَ یہی لوگ ہیں عَلَیْھِمْ ان پر صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ رب تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں ہیں وَرَحْمَۃٌ اور عمومی رحمت بھی ان پر ہے وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ اور یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی انہی ہدایت یافتہ لوگوں میں رکھے۔

[امین]

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ

مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۗ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٥٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٦١﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿١٦٢﴾ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ ع ١٩/١١

اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے حج کیا بیت اللہ کا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس کوئی حرج نہیں ہے اس پر اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے ان دونوں کا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ شَاكِرٌ قدردان ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَكْتُمُوْنَ جو چھپاتے ہیں مَآ اس چیز کو

اَنْزَلْنَا جو ہم نے نازل کی ہے مِنَ الْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں وَالْهُدٰى اور ہدایت مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ بعد اس کے کہ ہم نے اس کو بیان کیا لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِی الْكِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے اِلَّا الَّذِیْنَ مگر وہ لوگ تَابُوْا جنھوں نے توبہ کی وَاَصْلَحُوْا اور اصلاح کر لی وَبَیَّنُوْا اور اُنھوں نے حق کو بیان کیا فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ ہیں اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ میں ان پر رجوع کروں گا وَاَنَا التَّوَّابُ اور میں توبہ قبول کرنے والا ہوں الرَّحِیْمُ مہربان ہوں اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ كَفَرُوْا جو کافر ہوئے وَمَاتُوْا اور مرے وَهُمْ كُفَّارٌ اس حالت میں کہ وہ کافر ہیں اُولٰٓئِكَ وہ لوگ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ اُن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کی وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اور تمام انسانوں کی خٰلِدِیْنَ فِیْهَا رہا کریں گے ہمیشہ اس لعنت میں لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ نہیں تخفیف کی جائے گی ان سے عذاب کی وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی وَاِلٰهُكُمْ اور معبود تمھارا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ایک ہی معبود ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں کوئی معبود مگر وہی الرَّحْمٰنُ بے حد رحم کرنے والا الرَّحِیْمُ نہایت مہربان ہے۔

اسلامی شعائر :

اس سے پہلے یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ والے رکوع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں اس کا بھی ذکر تھا وَاَرِنَامَنَاسِکَنَا اے پروردگار! ہمیں حج اور عمرے کے افعال کی تعلیم فرما۔ اسی بارے میں ذکر آتا ہے اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ۔ شَعَائر شعیرۃٌ کی جمع ہے اور شعیرۃٌ کے معنٰی ہیں علامت اور نشانی۔ بہت ساری چیزیں ہیں جو شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شعائر اللہ میں پہلے نمبر پر قرآن کریم ہے، دوسرے نمبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے، تیسرے نمبر پر کعبۃ اللہ ہے اور چوتھے نمبر پر نماز ہے۔ یہ اسلام کی بڑی نشانیاں ہیں جن کا اُوپر ذکر ہوا ہے اور صفا بھی شعائر اللہ میں سے ہے اور المروۃ بھی ہے۔

آگے سترھویں پارے میں سورۃ حج کے اندر قربانی کے جانوروں کو بھی شعائر اللہ کہا گیا ہے کہ حاجی لوگ جن جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ احرام کے بعد ان جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال دیتے تھے اور یہ علامت ہوتی تھی کہ یہ حاجی کا جانور ہے۔ اگر حاجی قضائے حاجت کے لیے یا سودا سلف کے لیے آگے پیچھے ہو جاتا تو لوگ اس کے جانور کی توہین نہیں کرتے تھے۔ کیوں کہ سمجھتے تھے کہ جانور حاجی کا ہے اور شعائر اللہ میں سے ہے۔ صفا اور مروہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں اور اب حکومت نے ان کو تراش کر برابر کر دیا ہے۔ صفا کا تو کچھ حصہ ہے مگر مروہ بس نشانی رہ گئی ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں ایسے لوگ بھی تھے جو عمرہ تو کرتے تھے مگر صفا مروہ کی سعی کرنے کو گناہ سمجھتے یہاں سعی نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح فرمائی اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا کی پہاڑی وَالۡمَرۡوَةَ اور مروہ کی پہاڑی مِنۡ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ

یہ دونوں اللہ تعالیٰ نے علامتیں مقرر فرمائی ہیں۔ یعنی یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ علامتوں میں سے ہیں۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے۔ جنح کا لفظی معنیٰ ہے گناہ۔ یعنی اس میں کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ ثواب ہے۔

حج کے لفظی معنیٰ ہیں قصد اور ارادہ۔ اور شرعی اصطلاح میں خاص حالت اور خاص مہینوں اور خاص دنوں میں قصد کرنا اور خاص جگہ کا قصد کرنا۔ خاص حالت کا مطلب ہے احرام کی حالت میں اور خاص دنوں اور خاص مہینوں سے مراد یکم شوال سے حج کے مہینے شروع ہو جاتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص یکم شوال کو حج کا احرام باندھے گا تو صحیح ہے اور اگر رمضان شریف میں حج کا احرام باندھے تو یہ مکروہ ہے۔ تو حج کے مہینوں کا مطلب یہ ہے کہ یکم شوال سے حج کا احرام باندھا جا سکتا ہے۔ شوال ذی قعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن حج کے مہینے ہیں۔

اور حج اس آدمی پر لازم ہے جس کو رب تعالیٰ نے مالی طور پر اتنی توفیق دی ہو کہ اس پر قرض بھی نہیں ہے اور آمد و رفت کے خرچہ کے ساتھ اہل خانہ کے لیے خرچہ بھی ہو اور آنے جانے کا راستہ بھی پُر امن ہو اور یہ شخص شرعی طور پر معذور بھی نہ ہو۔ یعنی مفلوج، نابینا، لنگڑا یا بہت ضعیف العمر بھی نہ ہو تو اس کو خود حج کرنا پڑے گا۔ اور اگر معذور ہے تو اس کو نائب بنانا پڑے گا یعنی ان کا حج حجِ بدل ہو گا۔

حجِ بدل کے احکام :

بخاری شریف میں روایت آتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک نوجوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی حضرت! بھیڑ زیادہ ہے اور میں

مسئلہ دریافت کرنے پر مجبور ہوں کہ باپ بوڑھا ہے یہاں تک کہ لَا یَثْبُتُ عَلَی الرَّاحِلَةِ سواری پر بٹھاؤ تو سنبھل نہیں سکتا گر پڑتا ہے۔یعنی پیدل چلنا تو درکنار سواری پر بٹھاؤ تو خود سنبھل نہیں سکتا۔اتنا بوڑھا ہے۔لیکن مالی توفیق ہے حضرت! یہ فرمائیں کہ اَفَاَحُجُّ عَنْهُ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں کر سکتی ہو۔تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے اور ثواب دونوں کو ملے گا۔لیکن حج بدل وہی شخص کر سکتا ہے کہ جس نے پہلے اپنا حج کیا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف کر رہے تھے تو ایک آدمی طواف کرتے ہوئے یہ تلبیہ پڑھتا تھا لَبَّيْكَ عَنْ شِبْرَمَةَ "اے پروردگار! میں شبرمہ کی طرف سے حاضر ہوا ہوں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟ تو اس نے اپنا بھائی یا دوست بتایا کہ میں اس کی طرف سے آیا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنا حج کیا ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حُجَّ عَنْ نَفْسِكَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شِبْرَمَةَ "پہلے اپنا حج کر پھر شبرمہ کی طرف سے کرنا۔" حج بدل میں بڑی پابندیاں ہیں کہ جب آدمی احرام باندھ لے تو اس کے بعد احرام کھول نہیں سکتا جب تک عید کا دن نہ آجائے۔سردی کے زمانے میں خاصا مشکل ہوتا ہے کیوں کہ سر پر کپڑا تو ڈال نہیں سکتا اور مچھر بھی کاٹتے ہیں۔ایک دو مہینے اگر آدمی حجامت نہ کرائے تو حُلیہ بدل جاتا ہے۔تو حج بدل خاصا مشکل ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا حج بدل تھا اور مجھے مسلسل چالیس دن تک احرام میں رہنا پڑا۔اور سردی بھی تھی سر کو ٹھنڈک لگتی تھی۔(حضرت شیخ صاحب نے ایک دن فرمایا کہ وہاں مجھے کسی واقف نے نہ پہچانا سوائے مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے) تو

بہر حال اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور حج مکمل ہوگیا۔ تو معذور کی طرف سے دوسرا آدمی بھی حج کرسکتا ہے۔ اور مرد کی طرف سے مرد بھی جاسکتا ہے اور عورت بھی جاسکتی ہے۔ اور عورت کی طرف سے مرد بھی جاسکتا ہے اور عورت بھی جاسکتی ہے۔ (یہاں پر سامعین میں سے ایک نے سوال کیا کہ وہ تمتع کرسکتا ہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں! حجِ بدل میں تمتع نہیں کرسکتا۔ یعنی عمرے کا احرام نہیں باندھ سکتا۔) حج فرض ہے اور عمرے کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا یہ واجب ہے یا سنتِ مؤکدہ ہے۔

عمرہ کی فضیلت :

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ أَعُمْرَةٌ وَّاجِبَةٌ کیا عمرہ واجب ہے قَالَ لَا بَلْ هِيَ سُنَّةٌ فرمایا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ ساری عمر میں ایک دفعہ حج فرض ہے۔ اور اگر رب تعالیٰ توفیق دے تو نفلی حج دی جتنے چاہے کرے اور عمرے جتنے چاہے کرے اس کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے۔

البتہ بہتر عمرہ رمضان شریف میں ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً "رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا حج کے برابر ثواب ہوتا ہے۔" اور ایک روایت میں آتا ہے عُمْرَةٌ فِي رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً مَّعِي یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے۔ فرمایا کہ جو رمضان میں عمرہ کرے گا اس کو ان حاجیوں کا ثواب ملے گا جنھوں نے میرے ساتھ حج کیا ہے۔

یہ فضیلت کی بات ہے ورنہ عمرہ سارا سال کرسکتا ہے سوائے پانچ دنوں کے کہ ان

دنوں میں عمرہ مکروہ ہے۔نویں، دسویں، گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذوالحجہ کو عمرہ مکروہ ہے۔اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ نام ہے کعبۃ اللہ کے طواف کا اور اس کے بعد صفا مروہ کرنے کا۔یعنی احرام باندھنا اور کعبۃ اللہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا۔اب اگر کوئی ان دنوں میں عمرہ کے لیے گیا تو یہ دن ہیں حج کے تو وہ بڑا نادان ہے کہ بڑی عبادت چھوڑ کر چھوٹی کو اختیار کرے۔کیوں کہ حج کا مقام تو بڑا ہے چاہے نفلی ہی کیوں نہ ہو۔ہاں! اگر ان دنوں میں عمرہ کرے گا تو ہو جائے گا مگر مکروہ ہوگا۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا بے شک صفا وَالْمَرْوَةَ اور مروہ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ علامتوں میں سے ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جس نے بیت اللہ کا حج کیا اَوِ اعْتَمَرَ یا عمرہ کیا۔اور عمرے کا معنیٰ ہوتا ہے زیارت کرنا۔تو کعبۃ اللہ کی زیارت شریعت کے بتائے ہوئے افعال کے ساتھ ہو فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا یہ کہ چکر لگائے صفا اور مروہ کے درمیان۔یہ ان لوگوں کی اصلاح ہوئی جو عمرے میں صفا مروہ نہیں کرتے تھے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا اور جس نے دل کھول کر نیکی کی فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدردان ہے عَلِيْمٌ جانتا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کتمان علم کا گناہ بیان فرماتے ہیں۔پہلے یہود ونصاریٰ کا ذکر تھا اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ "وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے يَعْرِفُوْنَهٗ اس نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں اس کو كَمَا جس طرح يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو۔لیکن وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ ایک گروہ ان میں سے حق کو چھپاتا ہے۔" تو یہ جو حق کو چھپانے والے ہیں ان کی رب تعالیٰ تردید فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ جو یَکْتُمُوْنَ جو چھپاتے ہیں مَآ اَنْزَلْنَا اس کو جو ہم نے نازل کیا ہے مِنَ الْبَیِّنٰتِ واضح دلیلیں اور واضح حکم نازل کیے ہیں وَالْھُدٰی اور ہدایت ہم نے نازل کی۔ تو جو لوگ ان کو چھپاتے ہیں مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ بعد اس کے کہ ہم نے ان کو بیان کیا لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے فِی الْکِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وہ لوگ ہیں جن پر رب بھی لعنت بھیجتا ہے وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت بھیجنے والے سارے لعنت بھیجتے ہیں۔

حق بات چھپانے کی مذمت :

حق کی بات کو چھپانا بڑے گناہوں میں سے ہے۔ خصوصاً وہ مسئلہ جو قرآن پاک میں ہو۔ کسی مصلحت کے پیش نظر یا کسی ڈر کے پیش نظر۔ اس کو نہ بیان کرنے والا ان لوگوں میں شامل ہے۔ اور یاد رکھنا! یہ صرف مولویوں پر ہی گناہ نہیں بلکہ ہر آدمی اس میں شامل ہے۔ جو قرآن کا مسئلہ سمجھتا ہے صحیح معنیٰ میں اور جہاں بیان کرنا ہے وہاں بیان نہیں کرتا تو وہ بھی اس کی زد میں ہے۔ چاہے اس کو سارا قرآن نہیں آتا بلکہ ایک چیز اس کو آتی ہے اور صحیح طور پر آتی ہے۔ اور یہ جو موٹے موٹے مسئلے ہیں ان کو تو سارے مسلمان جانتے ہیں۔ تو گناہ گار صرف مولوی نہیں بلکہ عوام بھی اس کی زد میں ہیں۔ ہاں! اگر مسئلے کی حقیقت خود نہیں سمجھتا یا یہ خیال کرتا ہے کہ میں اس کو اچھی طرح بیان نہیں کر سکوں گا تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ نہ بتائے۔

تو فرمایا بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں وہ چیز جو ہم نے نازل کی واضح دلیلوں میں سے اور واضح احکام اور ہدایت میں سے بعد اس کے کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لیے بیان کیا فِی الْکِتٰبِ کتاب میں اُولٰٓئِکَ وہ لوگ ہیں یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ

ان پر لعنت بھیجتا ہے وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اور لعنت بھیجنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں۔ اور وہ کون ہیں؟ ان کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ہاں! اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مگر وہ لوگ جنھوں نے پہلے حق چھپایا تھا پھر حق چھپانے سے توبہ کر گئے وَاَصْلَحُوْا اور اپنی اصلاح کرلی وَبَيَّنُوْا اور آگے حق بیان کرنا اُنھوں نے شروع کیا تو وہ گناہ جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں ان میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ کسی نے مسئلہ بتایا ہی نہیں مگر اس نے بعد میں سچے دل سے توبہ کرلی۔ اپنی بھی اصلاح کی وَبَيَّنُوْا اور اس مسئلے کو بیان بھی کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کردے گا تو یہ لوگ بچ جائیں گے فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کرتا ہوں وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ اور میں توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہوں اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اور مرے اس حال میں کہ کافر ہیں اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وہ لوگ ہیں جن پر رب کی لعنت ہے وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں کی بھی لعنت ہے وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ اور تمام انسانوں کی بھی لعنت ہے۔ جس کا کفر پر خاتمہ ہوا وہ انتہائی ملعون ہے۔

جس وقت کافر بدکار مرجاتا ہے زمین سکون لیتی ہے کہ الحمد للہ! ایک بلا ہم سے ٹل گئی ہے۔

ایک جنازہ جارہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مُسْتَرِيْحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِّنْهُ "یہ آرام پانے والا ہے یا اس سے لوگوں کو آرام مل گیا ہے۔" سوال کیا گیا حضرت مستریح کون ہے؟ فرمایا مومن، کہ دنیا کی تکلیفوں سے اس کو راحت مل گئی اور اگر دوسری مد کا ہے تو يَسْتَرِيْحُ الْعِبَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُ "تو انسانوں، درختوں،

جانوروں اور راستوں، سب کو اس سے پناہ اور راحت مل گئی۔" کیوں کہ بُرا آدمی جب چلتا ہے تو یہ سب چیزیں اس پر لعنت بھیجتی ہیں۔

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا اس لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور لعنت کا محل دوزخ ہے لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ نہیں کم کیا جائے گا ان سے عذاب وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ اور جب فیصلہ ہوگا کہ ان کو دوزخ میں ڈالو تو ایک لمحے کی بھی ان کو مہلت نہیں ملے گی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ مثلاً: فیصلہ ہو بارہ بجے ان کو دوزخ میں ڈالو تو دو منٹ اُوپر گزر جائیں۔ ایک منٹ کی بھی مہلت نہیں ملے گی فوراً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمھارا معبود، مسجود، اور حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس، دست گیر، صرف رب تعالیٰ ہے۔ کوئی حاکم نہیں بہ جز پروردگار کے۔ تمھارا صرف ایک ہی الٰہ ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے بغیر اور کوئی الٰہ نہیں ہے الرَّحۡمٰنُ نہایت رحم کرنے والا ہے الرَّحِیۡمُ مہربان ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اسے کہتے ہیں جو بغیر مانگنے کے دے۔ اور رحیم اسے کہتے ہیں جو مانگنے پر دے۔ اب دیکھو! ہم جب چھوٹے بچے تھے تو ہمیں کیا معلوم کہ آنکھ کیا ہوتی ہے، پیر کیا ہے، کان کیا ہیں اور زبان کیا ہے؟ یہ ساری نعمتیں رب نے بغیر مانگے دی ہیں۔ اور رحیم وہ ہے جو مانگنے سے دے اور اُسی سے مانگنا چاہیے۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم بڑے موحد تھے۔ لکھتے ہیں:

ع اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہو، اے اکبرؔ
یہی وہ در ہے کہ ذلت نہیں سوال کے بعد

تو یہی دروازہ ہے اور کسی سے مانگنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ
بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ
وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ أَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَشَدُّ حُبًّا
لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ
لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّأَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ
اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ
الْأَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ
مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ
عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ ع

إِنَّ بے شک فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ آسمانوں کے پیدا کرنے میں
وَالْأَرْضِ اور زمین کے پیدا کرنے میں وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ اور رات
کے مختلف ہونے میں وَالنَّهَارِ اور دن کے مختلف ہونے میں وَالْفُلْكِ
اور کشتیاں الَّتِي وہ تَجْرِي جو چلتی ہیں فِي الْبَحْرِ سمندر میں
بِمَا وہ چیزیں لے کر يَنْفَعُ النَّاسَ جو لوگوں کو فائدہ دیتی ہیں وَمَا

اور وہ چیز اَنْزَلَ اللّٰہُ جو نازل کی اللہ تعالیٰ نے مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے مِنْ مَّآءٍ بارش فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ پس زندہ کیا اس کے ذریعے زمین کو بَعْدَ مَوْتِھَا اس کے مرجانے کے بعد وَ بَثَّ فِیْھَا اور بکھیرے اللہ تعالیٰ نے زمین میں مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ ہر قسم کے جانور وَّ تَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ اور وہ بادل الْمُسَخَّرِ جو لٹکا ہوا ہے بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان اور زمین کے درمیان لَاٰیٰتٍ ان ساری چیزوں میں البتہ نشانیاں ہیں لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں یَّتَّخِذُ جو بناتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے اَنْدَادًا شریک یُّحِبُّوْنَھُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں کَحُبِّ اللّٰہِ جیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہونی چاہیے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو مومن ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ وہ زیادہ سخت ہیں محبت میں اللہ تعالیٰ کے لیے وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے ظلم کیا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّۃَ بے شک قوت لِلّٰہِ جَمِیْعًا ساری اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے وَّ اَنَّ اللّٰہَ اور بے شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعَذَابِ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ جس وقت بے زاری کا اعلان کریں گے وہ لوگ اتُّبِعُوْا جن کی پیروی کی

گئی مِنَ الَّذِیْنَ ان لوگوں سے اتَّبَعُوْا جنھوں نے پیروی کی وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور دیکھ لیں گے وہ عذاب کو وَتَقَطَّعَتْ اور منقطع ہو جائیں گے بِھِمُ الْاَسْبَابُ اُن کے آپس کے تعلقات وَقَالَ الَّذِیْنَ اور کہیں گے وہ لوگ اتَّبَعُوْا جنھوں نے پیروی کی لَوْ کاش اَنَّ لَنَا بے شک ہو ہمارے واسطے کَرَّةً لوٹنا دنیا کی طرف فَنَتَبَرَّاَ مِنْھُمْ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں کَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا جیسے یہ ہم سے بے زار ہوئے ہیں کَذٰلِكَ اسی طرح یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ ان کو دکھائے گا اَعْمَالَھُمْ ان کے اعمال حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ ۔ ان پر حسرتیں اور افسوس کی چیزیں ہوں گی وَمَا ھُمْ اور نہیں ہوں گے وہ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ نکل سکنے والے دوزخ سے۔

سات آسمان اور سات زمینیں :

اس سے پہلی آیت میں ذکر تھا وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ معبود تمہارا ایک ہی ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ آگے بعض دلیلیں بیان فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کو سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ مگر کوئی عقل سے کام لے تو بات بنے گی۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بے شک آسمانوں کے پیدا کرنے میں اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ تو سَمٰوٰتِ فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم میں سَبْعَ سَمٰوٰت کا لفظ متعدد مقامات پر آتا ہے کہ سات آسمان ہیں۔ باقی تو ہمیں نظر نہیں آتے البتہ پہلا

آسمان تو سب کو نظر آتا ہے۔ کتنا وسیع آسمان ہے لیکن اس آسمان کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے، کوئی کھمبا اور دیوار نہیں ہے۔ یعنی کوئی سہارا نہیں ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی عمارتیں بناتے ہیں ان کے نیچے دیکھو کتنے ستون اور دیواریں ہیں۔ اور اگر خدا کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو آسمان کی بلندی اور اس کی وسعت اور اس کا بغیر ستونوں کے کھڑے ہونے سے بھی رب کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو۔ قرآن کریم میں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر تو متعدد مقامات پر آتا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف سورۂ طلاق کے اندر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے سات آسمان پیدا فرمائے وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی ہم نے زمینیں پیدا کی ہیں۔ یعنی زمینیں بھی سات پیدا فرمائی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے زمینیں بھی پیدا فرمائیں۔ اور ایک حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان زمینوں میں بھی مخلوق ہے جس طرح اس زمین میں مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔

زمین کی وسعت کو دیکھو، فراخی دیکھو، مختلف ممالک ہیں۔ حالانکہ یہ خشکی کے جو علاقے ہیں یہ صرف انتیس حصے ہیں اکہتر حصے پانی کے نیچے ہیں۔ اور ان انتیس حصوں میں ساری حکومتیں ہیں اور بعض حکومتیں اتنی وسیع ہیں کہ کئی گھنٹوں تک جہاز ان میں چلتے ہیں پھر کہیں جا کر کنارے پر پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہتے ہو تو زمین کی فراخی کو دیکھ لو۔

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور رات کے مختلف ہونے میں اور دن کے مختلف ہونے میں۔ رات تاریک ہے اور دن روشن ہے۔ کبھی رات بڑھ جاتی ہے اور کبھی دن بڑھ جاتا ہے، کبھی رات گھٹ جاتی ہے اور کبھی دن گھٹ جاتا ہے۔ یہ دن رات کے

مشاہدے ہیں ان میں تم ربّ کی قدرت کو سمجھ سکتے ہو وَالْفُلْكِ الَّتِیْ اور کشتیاں تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ جو سمندر میں چلتی ہیں بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع دیتی ہیں۔ اس زمانے میں کشتیاں ہی ہوتی تھیں اور اب تو جہاز بھی ہیں۔ ایک علاقے کی چیزیں دوسرے تک، دوسرے کی تیسرے تک۔ یہ نفع والی چیزیں وہاں تک پہنچاتی ہیں حالانکہ ان میں بڑا وزن بھی ہوتا ہے لیکن پھر بھی پانی میں ڈوبتی نہیں۔ کیا یہ رب تعالیٰ کی قدرت تم نہیں دیکھتے کہ یہ کشتیاں کس کے حکم سے چلتی ہیں؟ پانی میں ان کو کس ذات نے سہارا دیا ہوا ہے؟

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جو اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے نازل کی مِنْ مَّآءٍ بارش فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ اس بارش کے ذریعے رب نے زمین کو زندہ کیا، سرسبز کیا بَعْدَ مَوْتِهَا مرچکنے کے بعد۔ زمین بالکل مُردہ تھی بارش نازل ہوتی ہے اس کے بعد زمین میں درخت پیدا ہوتے ہیں، سبزیاں پیدا ہوتی ہیں، گھاس پیدا ہوتی ہے، انسانوں کے لیے فصلیں پیدا ہوتی ہیں، پھل فروٹ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بارش کون نازل کرتا ہے، زمین سے کون اُگاتا ہے وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ اور اللہ تعالیٰ نے زمین میں بکھیر دیئے ہیں ہر طرح کے جانور۔ پھر جانوروں کی شکلیں دیکھو! کسی کی چار ٹانگیں ہیں، کسی کی دو، کسی کی زیادہ ہیں۔ کوئی زمین پر رینگتا ہے، کوئی چلتا ہے، کوئی اُڑتا ہے۔ یہ خدا کی قدرت تم نہیں دیکھتے۔

وحدانیت باری تعالیٰ کی دلیل :

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا رب تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل کیا ہے؟ تو سامنے کوئی شہتوت کا درخت تھا۔ فرمانے لگے بھائی! دور جانے کی ضرورت نہیں یہ توت کا

درخت ہے اس کے پتوں کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں تو ان کے پیٹ میں ریشم پیدا ہوتا ہے، اس کو ہرنیاں کھاتی ہیں تو کستوری پیدا ہوتی ہے، اس کو شہد کی مکھیاں کھاتی ہیں تو شہد پیدا ہوتا ہے، اس کو اونٹ اور بکریاں کھائیں تو مینگنیاں اور گوبر پیدا ہوتا ہے۔ چیز ایک ہی ہے شہتوت کے پتے، مگر آگے ان میں انقلابات پیدا کرنے والا رب تعالیٰ کے سوا کون ہے؟ تو سمجھنے کے لیے ایک ہی چیز کافی ہے اور نہ سمجھنے والے کے لیے سارے دلائل بے کار ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بکھیرے ہیں ہر طرح کے جانور وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اور ہواؤں کے پھیرنے میں۔ کبھی مشرق سے مغرب کی طرف چلتی ہیں اور کبھی مغرب سے مشرق کی طرف چلتی ہیں، کبھی گرم ہوتی ہیں اور کبھی سرد۔ یہ کون چلاتا ہے؟

آج سے کچھ سال پہلے نارنگ منڈی کے علاقہ میں ایک ہوا چلی تھی۔ مجھے وہاں ایک مدرسے کے افتتاح کے لیے جانے کا اتفاق ہوا تو ان لوگوں نے بتایا کہ یہ علاقہ بڑا مضبوط علاقہ تھا لینٹر پڑے ہوئے تھے۔ اس ہوا نے سارے لینٹر اُٹھا کر پھینک دیے مخصوص رقبے میں۔ اور آج سے چند سال پہلے کوئٹہ کے علاقہ میں زلزلہ آیا، کئی بستیاں تباہ ہوگئیں۔ ہر وقت رب تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔ مگر ہمارے اندر رب کا خوف نہیں رہا۔ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ دل ہمارے ایسے سخت ہو چکے ہیں كَالْحِجَارَةِ پتھر کی طرح ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

پہلے زمانے میں امام عبدالرحمن بن عمرو اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں سے کوئی آدمی فوت ہو جاتا تھا تو کئی دن تک ہمارے حلق سے روٹی نیچے نہیں اُترتی

تھی، پانی نہیں اُترتا تھا، ہم غمگین ہوتے تھے کہ معلوم نہیں مرنے والے کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ اور آج کل تو کوئی ماں باپ کو بھی دفن کرے تو اس پر بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس واسطے کہ ہم نے موت کو سمجھا ہے، نہ قبر کو سمجھا ہے اور نہ آخرت کو سمجھا ہے۔

تو فرمایا وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ یہ جو ہوائیں چلائی ہیں ان کو کون چلاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بغیر وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور وہ بادل جو لٹکے ہوئے ہیں آسمان اور زمین کے درمیان۔

ایک دفعہ میں جہاز پر سوار ہوا اور وہ اس طرح ہوا کہ حج سے واپسی پر مجھے پاکستان کا ٹکٹ نہ مل سکا مجبوراً شام کا ٹکٹ لینا پڑا اور ہم جدہ سے دمشق چلے گئے۔ راستہ میں بادل بہت گہرے تھے۔ تو میں پوچھتا رہا کہ یہ پہاڑ کون سے ہیں؟ کہنے لگے یہ پہاڑ نہیں یہ تو بادل ہیں۔ اور جہاز جب بادل سے اُوپر جاتا تھا تو بادل پہاڑ لگتے تھے۔

تو کس کے حکم سے ان میں بارش پیدا ہوتی ہے، کس کے حکم سے اولے بنتے ہیں؟ اگر رب تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنا چاہو تو ایک ایک چیز میں رب تعالیٰ کی قدرت موجود ہے۔ ان تمام چیزوں میں یعنی اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر لَاٰيٰتٍ تک جو چیزیں بیان کی گئی ہے ان میں البتہ نشانیاں ہیں رب تعالیٰ کی قدرت کی مگر لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ اس قوم کے لیے جو عقل سے کام لے۔ لیکن باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بڑی صاف اور واضح ہیں پھر بھی وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے بعض۔ یہ مِنْ تَبْعِيْضِيَّه ہے۔ وہ بھی ہیں مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا جنھوں نے رب سے ورے ورے شریک بنائے ہوئے ہیں۔ رب کی ذات کو چھوڑ کر نیچے اُنھوں نے سہارے بنائے ہوئے ہیں يُّحِبُّوْنَهُمْ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں

كَحُبِّ اللهِ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہونی چاہیے۔

مشرک جتنے بھی ہیں کسی کی چاند کے ساتھ محبت ہے، کسی کی سورج کے ساتھ محبت ہے، کسی کی بزرگ کے ساتھ ہے، کسی کی بت کے ساتھ ہے۔ یہ سارے اللہ تعالیٰ کی ذات سے نیچے ان کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو ایمان لائے اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ان کی سخت محبت ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کا معیار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ بخاری شریف اور مسلم شریف کی حدیث ہے" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی محبت میرے ساتھ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام مخلوق سے بڑھ کر نہ ہو۔" وہ اس طرح کہ ایک طرف ماں باپ کا حکم ہے، دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل کو چھوڑ کر ماں باپ کے طریقے پکڑے گا تو پھر ماں باپ کے ساتھ محبت ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تو نہ ہوئی۔

بزرگانِ دین سے محبت :

تو مومن کی محبت سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ پیغمبروں کے ساتھ، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ، پھر تابعین، پھر تبع تابعین اور ائمہ دین، فقہائے کرام اور محدثین کے ساتھ ہے رحمۃ اللہ علیہم۔ اور ان سے محبت اس واسطے ہے کہ یہ سارے رب تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں۔ اگر یہ دنیا میں نہ آتے یقین جانو! عالم اسباب میں ہم تک قرآن پہنچتا، نہ

حدیث پہنچتی اور نہ ہی کلمہ پہنچتا۔ان حضرات نے بڑی بڑی قربانیاں دیں ۔ ساری زندگیاں وقف کیں اور ہمارے واسطے یہ اسلام کا ذخیرہ چھوڑا۔

تو فرمایا لوگوں میں سے بعض وہ بھی ہیں مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا کہ اللہ تعالیٰ سے ورے ورے انھوں نے رب کے شریک بنائے ہوئے ہیں یُحِبُّوْنَھُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں جیسے رب کے ساتھ محبت کرنی چاہیے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ان کی زیادہ سخت محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔

فرمایا آج تو اپنے کفر و شرک پر بڑے مغرور اور بڑے نازاں ہیں وَلَوْ یَرَی الَّذِیْنَ اور اگر دیکھ لیں وہ لوگ ظَلَمُوْٓا جنھوں نے ظلم کیا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ جب دیکھیں گے عذاب کو اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا کہ بے شک ساری قوت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔اس وقت پتا چلے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو ان کے معبود ہیں وہ کیا کرتے ہیں اور انھوں نے کیا کیا ہے۔جب قیامت کا دن آئے گا تو اس دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔اس دن پتا چلے گا کہ ان ظالموں نے کیا کیا ہے وَّاَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ جس وقت بے زار ہوں گے وہ لوگ اتُّبِعُوْا جن کی پیروی کی گئی مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا اُن سے جنھوں نے پیروی کی۔

قرآن پاک کے تیرھویں اور چوبیسویں پارے میں آتا ہے کہ یہ شرک کرنے والے سارے ان کے پاس جائیں گے جن کو انھوں نے رب کا شریک بنایا تھا، جو وڈیرے تھے۔اور ان کو جا کر کہیں گے کہ آج ہم پھنسے ہوئے ہیں ہمیں یہاں سے نکالنے

کی کوشش کرو۔ وہ کہیں گے اِنَّا كُلٌّ فِيهَا "ہم بھی دوزخ میں ہیں ہم تمھیں کس طرح نکالیں" پھر سارے مل جل کر ابلیس کے پاس جائیں گے کہ سارے سبز باغ دکھاتا رہا ہے آج ہماری کوئی مدد کر۔ تو ابلیس کا جواب بڑا سخت ہوگا۔ وہ کہے گا لَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم "مجھے کیوں ملامت کرتے ہو اپنے آپ کو ملامت کرو میرا کوئی تمھارے اُوپر زور نہ تھا إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ میں نے تو صرف تمھیں دعوت دی تھی تم نے میری دعوت کیوں مانی؟" آج سارے میرے پاس آئے ہو اس طرح کہ گویا سب کو میں نے گمراہ کیا ہے۔ بلکہ آگے کہتا ہے إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ "میرے کفر کے ذمہ دار بھی تم ہی ہو اس واسطے کہ تم نے میری پوجا کی تو میں نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اور اگر تم میری پوجا نہ کرتے تو میری ہمت پہلے ٹوٹ جاتی۔" کیسا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے۔ آج ہمیں کوئی کھوٹا روپیہ دے تو ہم وہ لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اور اگر کوئی آدمی عقیدہ گندہ پلے باندھ لے تو کیا اس میں معذور ہو جائے گا اور گندے عمل کرے تو کیا اس میں معذور ہوگا؟ ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے عقل بڑی چیز عطا فرمائی ہے۔ تو فرمایا جنھوں نے پیروی کی ان سے وہ بے زار ہوں جن کی پیروی کی گئی وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور وہ سارے عذاب کو دیکھ لیں گے وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ اُن کے آپس کے سب تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ نہ پیری مریدی رہے گی اور نہ وہاں پیشوا رہیں گے وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا اور کہیں گے وہ لوگ جنھوں نے پیروی کی لَوْ کاش۔ حرفِ لَوْ تمنی ہے۔ اَنَّ لَنَا كَرَّةً کاش کہ ہمارے واسطے لوٹنا ہو دنیا کی طرف تو فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ پس ہم ان سے بے زار ہو جائیں كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا

جیسا کو یہ آج ہم سے بے زار ہوئے ہیں۔یعنی ہمیں دنیا میں جانا نصیب ہو جائے تو ہم وہاں جا کر ان کو کہیں کہ ہم تمھیں نہیں مانتے۔لیکن وہاں الزام ایک دوسرے پر ڈالنے سے عذاب تو نہیں ٹلے گا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُرِيهِمُ اللّٰهُ اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو بتائے گا اَعْمَالَهُمْ ان کے اعمال حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ان کے واسطے حسرت ہوں گے۔اُنھوں نے دنیا میں اپنے باطل معبودوں کو راضی کرنے کے لیے جو عمل کیے وہ سارے کے سارے ان کی ہلاکت اور خسارے کا ذریعہ بنیں گے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ اور نہ یہ عبادت کرنے والے اور نہ وہ جن کی عبادت کی گئی ہے یا اُنھوں نے اپنی عبادت کروائی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ سے نہیں نکل سکے گا۔

ہاں! اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنھوں نے نہ شرک کیا اور نہ شرک کی ترغیب دلائی وہ ممتاز ہیں۔مثلاً: عیسیٰ کی بھی پوجا تو ہوئی ہے،فرشتوں کی بھی ہوئی ہے،عزیر کی ہوئی ہے۔اور وہ بزرگ جن کے ذریعے کلمہ اور دین پھیلا آج لوگ ان کی قبروں کا بھی طواف کرتے ہیں اور ان کی پوجا ہوتی ہے۔تو ان بے چاروں کا کیا قصور ہے؟ اگر ان کے بس میں ہوتا تو وہ قبروں سے نکل کر ان کے منہ توڑ دیتے کہ بے ایمانو! تم کیا کرتے ہو۔ہم نے تو کفرو شرک کو مٹایا تھا اور رسومات مٹائی تھیں اور تم ہماری قبروں کے ساتھ یہ حرکتیں کرتے ہو۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اگلے جہان پہچایا ہے ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔تو جو مجرم ہیں وہ کبھی آگ سے نہیں نکلیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا

مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاۗءً وَّنِدَاۗءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے انسانو كُلُوْا کھاؤ مِمَّا ان چیزوں سے فِي الْاَرْضِ جو زمین میں ہیں حَلٰلًا حلال ہیں طَيِّبًا پاکیزہ ہیں وَّلَا تَتَّبِعُوْا اور نہ تم پیروی کرو خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ بے شک وہ شیطان لَكُمْ تمہارے واسطے عَدُوٌّ دشمن ہے مُّبِيْنٌ کھلا اِنَّمَا پختہ بات ہے يَاْمُرُكُمْ شیطان تمھیں حکم دیتا ہے بِالسُّوْۗءِ برائی کا وَالْفَحْشَاۗءِ اور بے حیائی کا وَاَنْ اور اس بات کا تَقُوْلُوْا تم کہو عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو کچھ تم نہیں جانتے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے پیروی کرو اس چیز کی مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل

فرمائی ہے قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے

مَآ اس چیز کی اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ جس چیز پر ہم نے پایا اٰبَآءَنَا اپنے

باپ دادوں کو اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اور کیا اگرچہ تھے ان کے باپ دادے

لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا نہیں جانتے تھے کسی چیز کو وَّلَا يَهْتَدُوْنَ اور نہیں

تھے وہ ہدایت یافتہ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال ان لوگوں کی كَفَرُوْا جو

کافر ہیں كَمَثَلِ الَّذِيْ جیسے مثال ہے اس شخص کی يَنْعِقُ جو چلا کر بلاتا

ہے بِمَا ان جانوروں کو لَا يَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَآءً مگر

بلاوا وَّنِدَآءً اور پکار صُمٌّ وہ بہرے ہیں بُكْمٌ گونگے ہیں

عُمْيٌ اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا اے لوگو جو ایمان لائے ہو كُلُوْا کھاؤ مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

رَزَقْنٰكُمْ پاکیزہ ان چیزوں سے جو ہم نے تمھیں دیں وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ

اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر ہو تم خاص اللہ تعالیٰ

کی عبادت کرتے۔

حلال وحرام کے خودساختہ احکام :

عرب کے مشرکوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام کرلیا تھا۔ ساتویں پارے میں اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ اگر زندگی رہی تو۔ مثلاً: بعض جانوروں کو مخصوص کرتے تھے کہ ان کا دودھ صرف وہ لوگ پئیں گے جو لات کے پجاری ہیں اور کسی کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتے تھے۔ جب مادہ جانور کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوتا

تھا تو اگر وہ مُردہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ اس کو عورتیں بھی کھا سکتی ہیں اور اگر زندہ پیدا ہوتا تو کہتے کہ یہ عورتوں کے لیے حرام ہے اور ہمارے لیے حلال ہے۔ اور کئی چیزیں اُنھوں نے اپنی مرضی سے حلال اور حرام کی ہوئی تھیں۔ حالانکہ حلال کرنا اور حرام کرنا صرف رب تعالیٰ کا کام ہے مخلوق میں سے کسی کو کسی چیز کے حلال اور حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر خدا کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جب اپنی گھریلو مصلحت کے واسطے صرف اپنی ذات کے لیے شہد حرام کیا تھا۔ امت کے واسطے نہیں اور بیویوں کے لیے بھی حرام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اپنی ذات کے لیے کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مکمل سورت نازل فرمائی، سورۃ التحریم۔ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ "اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیوں آپ نے حرام کی وہ چیز جو رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہے۔" تو اُنھوں نے اپنی مرضی سے بعض چیزیں حلال کی تھیں اور بعض چیزیں حرام کی تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں یٰاَیُّھَا النَّاسُ اے انسانو! اور انسانوں کی تخصیص اس واسطے ہے کہ زمین کی خلافت انسانوں کے لیے ہے اور جنات ان کے تابع ہیں۔ اے انسانو! کُلُوْا کھاؤ مِمَّا فِی الْاَرْضِ وہ چیز جو زمین میں ہے۔ لیکن دو شرطیں ہیں حَلٰلًا کہ وہ حلال ہو۔ اور اس سے مراد وہ چیز ہے جس کے کھانے کی رب تعالیٰ نے اجازت دی طَیِّبًا اور طیب ہو۔ طیب اُس کو کہتے ہیں کہ جس کے ساتھ کسی اور کا حق متعلق نہ ہو۔ مثال کے طور پر گندم حلال ہے اور اگر کسی سے رشوت میں لی ہو یا غصب کی ہو یا چوری کی ہو تو وہ طیب نہیں ہے، کھا نہیں سکتا۔ بکری حلال ہے مگر کسی کی چوری کی بکری ذبح کر کے کھائے تو وہ طیب نہیں ہے۔ مرغی حلال ہے،

انڈے حلال ہیں مگر کسی سے چھین کر نہ لی ہو۔تو کھانے کے لی دو شرطیں ہیں۔ایک یہ کہ رب تعالیٰ نے اس کے کھانے کی اجزت دی ہواور دوسرا یہ کہ غیر کا حق اس کے ساتھ وابستہ نہ ہو۔یا یوں کہہ لیں کہ حلال میں حق اللہ کوملحوظ رکھے اور طیب میں حق العبد کوملحوظ رکھے۔ اگر کسی غیر کا حق ہے تو وہ اسی طرح حرام ہے جس طرح خنزیر حرام ہے۔

وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک وہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے۔اور وہ اپنی دشمنی کسی منزل اور کسی مرحلہ پر بھی نہیں چھوڑتا۔

ایک مشہور کہاوت ہے۔اور بعض کہانیاں بھی ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے عبرت حاصل ہوتی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نیک بندہ تھا اور اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں گزرتی تھی۔شیطان کے بہکاوے میں نہیں آتا تھا۔دوپہر کا وقت تھا۔گرمی کا زمانہ تھا ایک دیوار کے سایہ کے نیچے جا کے لیٹا کہ میں تھوڑا سا آرام کرلوں۔حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ دَابِ الصّٰلِحِیْنَ الْقَیْلُوْلَةُ راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہوں تو نیک آدمیوں کی عادت ہے دوپہر کو تھوڑا سا سو جانا۔یہ رات کے جاگنے کے لیے تمھید ہے۔

تو وہ دیوار کے نیچے سو گیا۔تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک آدمی نے آکر اس کا پاؤں ہلایا کہ بھائی اُٹھ جا دیوار گرنی والی ہے۔وہ اُٹھا،تھوڑا سا دور گیا تو واقعتاً دیوار گر گئی۔اس نے دریافت کیا کہ تو کون ہے جو میرے لیے رحمت کا فرشتہ ثابت ہوا ہے؟اس نے کہا کہ یہ نہ پوچھو کہ میں کون ہوں۔تیری جان تو بچ گئی۔اس نیک آدمی نے کہا کہ تو مجھے بتا تو سہی کہ تو کون ہے؟ کہنے لگا کہ میں ابلیس ہوں۔اس نیک آدمی نے کہا لاحول ولاقوۃ الا باللہ،

ابلیس کو میرے ساتھ کیا ہمدردی تھی میں نے تو اس کی کبھی بات نہیں سنی مگر میری جان تو بچ گئی۔ اس نے کہا کہ تو مجھے بتا کہ بات کیا ہے۔ ابلیس نے کہا تو اگر دیوار کے نیچے آ کر مر جاتا تو شہید ہوتا۔ میں اپنے دشمن کو شہید کیوں ہونے دوں۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی مکان کے نیچے آ کر مر جائے اور وہ مومن ہو تو وہ شہید ہے۔ تو شیطان کی دشمنی دیکھو! اس کی جان بچائی مگر دشمنی کا پرنالہ اپنی جگہ رکھا۔ رب تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ پختہ بات ہے کہ شیطان تمھارا دشمن ہے کھلا اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ پختہ بات ہے کہ وہ تمھیں حکم دیتا ہے بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ بُرائی کا اور بے حیائی کا۔

سُوء اور فحشاء کا معنیٰ :

اور سُوء اور فحشاء کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ جو گناہ زبان سے ہوتے ہیں وہ سُوء کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ: جھوٹ، غیبت، گالی اور کسی کی دل آزاری کی بات۔ اور فحشاء وہ ہیں جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے: زنا کرنا، شراب پینا وغیرہ۔ تو شیطان تمھیں حکم دیتا ہے کہ تم زبان سے بھی گناہ کرو جھوٹ بولو، غیبت کرو، گالیاں دو اور عمل کے ساتھ بھی کہ زنا اور بدکاری کرو، لواطت کرو، شراب پیو۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ سوء ایسے گناہ کو کہتے ہیں جو آدمی چھپ کر کرتا ہے۔ مثلاً: شراب پیتا ہے مگر چھپ کر۔ اور فحشاء اسے کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے کرے۔ تو شیطان دونوں طرح کے گناہوں کا حکم کرتا ہے۔

وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اور تمھیں اس چیز کا حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہو مَا لَا تَعْلَمُوْنَ جو تم نہیں جانتے۔ ان کے اندر جو ذاتی خرابیاں ہوتی تھیں کہتے تھے کہ

ان کا ہمیں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حالانکہ رب تو بے حیائی اور برائی کا حکم نہیں دیتا۔ یہ تم شیطان کے قدم پر چلتے ہو اور اس کے کہنے پر لگے ہوئے ہو۔

آگے فرمایا وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان سے کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ پیروی کرو اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ بلکہ نَتَّبِعُ ہم پیروی کریں گے مَآ اس چیز کی اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بعض سطحی قسم کے لوگوں نے اس آیت سے اور اس قسم کی دوسری آیتوں سے اس تقلید کا رد سمجھا ہے جس کو اہل اسلام کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط استدلال ہے۔

تقلید کا مفہوم اور ترکِ تقلید کے نتائج :

مسئلہ سمجھنا! اہل اسلام میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ جو اپنے اماموں کی تقلید کرتے ہیں تو ان کی تقلید کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کوئی مسئلہ قرآن پاک میں نہیں ملتا، حدیث شریف میں بھی نہیں ملتا، خلفائے راشدین سے بھی نہیں ملتا، اور ایسے بے شمار مسائل ہیں۔ تو ایسے مسئلے میں اماموں میں سے کسی کی بات کو اس انداز سے تسلیم کرو کہ یہ مجتہد کی بات ہے وہ معصوم نہیں۔ کیوں مجتہد معصوم نہیں ہوتا اس کے اجتہاد میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی ہو سکتا ہے۔ اور معصوم صرف پیغمبر ہے اور ان کی بات قطعی ہوتی ہے غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اہل اسلام جو تقلید کرتے ہیں اس کا یہی مفہوم ہے۔

اور خود رب تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ [لقمان: ۱۵] "جس نے میرے راستے کی پیروی کی اس کے کہنے پر چلو۔" اس کی تقلید کرو۔ تو یہ تقلید جائز ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ جس مقام پر ایمان کا خطرہ ہو کہ

میرا ایمان تقلید کے بغیر نہیں بچے گا تو وہاں پر تقلید واجب ہوگی اور اس سے نکلنے والا گناہ گار ہوگا۔ یہ جتنے فرقے گمراہ ہوئے ہیں منکرِ حدیث وغیرہ۔ تو یہ تقلید کو چھوڑ کر گمراہ ہوئے ہیں۔ اور اس موضوع پر میری مفصل کتاب ہے" انکارِ حدیث کے نتائج " اس کا ضرور مطالعہ کرو۔

مرزا غلام احمد نے کہا:" کہ میں نے تقلید چھوڑی تو میرے اُوپر دروازے کھلے ہیں۔" غلام احمد پرویز، اسلم جیراج پوری، اسی طرح عبداللہ چکڑالوی، ان سب کے میں نے تفصیلاً حالات بتائے ہیں۔ تو گمراہی کا پہلا دروازہ ترکِ تقلید ہے۔ اہل ایمان کی تقلید تو یہ ہے کہ جس مسئلہ کی قرآن میں صراحت نہیں ہے، حدیث میں صراحت نہیں ہے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں ملتی، تو اماموں میں سے کسی کی بات کو مان لو اور وہ بھی اس خیال سے کہ وہ معصوم نہیں ہیں۔ معصوم صرف پیغمبر ہے اور پیغمبر کی بات قطعی ہوتی ہے اور اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہوتا۔ اور مجتہد کی بات غلط بھی ہوسکتی ہے اور صحیح بھی ہوسکتی ہے۔ اور مجتہد کو غلطی میں بھی اجر ملتا ہے گناہ کوئی نہیں ہے۔ تو اہل ایمان جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے اور مشرکین اپنے آباؤ اجداد کی جو تقلید کرتے ہیں وہ اور ہے۔ اور دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

جائز اور ناجائز تقلید :

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اور جس وقت ان کو کہا جاتا ہے اتَّبِعُوْا پیروی کرو مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو قَالُوْا کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا بلکہ ہم پیروی کریں گے باپ دادا کی۔ تو ایسی تقلید کے کفر شرک اور مذموم ہونے میں کیا شک ہے ہ دعوت دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم مانو تو وہ کہتے ہیں بَلْ

حرفِ اضراب ہے، کہ بلکہ ہم باپ دادا کے راستے پر چلیں گے رب کی نازل کی ہوئی چیز کو ہم نہیں مانتے۔ آگے آئے گا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اور اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے اور آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی طرف۔ تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا حکم بھی نہیں مانتے ہم نے تو باپ دادا کا حکم ماننا ہے۔ تو دونوں قسم کی تقلیدوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس تقلید کی اس مقام پر تردید ہوئی ہے اس کا اہل اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ رب کے مقابلے میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں کسی کی تقلید ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، حاشا وکلا۔ بلکہ اس میں سب سے زیادہ محتاط احناف ہیں۔ حنفیوں کا یہ مسلک ہے کہ ضعیف حدیث جو موضوع اور من گھڑت نہ ہو تو وہ ضعیف حدیث بھی قیاس اور اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ اس سلسلے میں "الکلام المفید فی اثبات التقلید" میری مفصل کتاب ہے۔ جس میں جائز تقلید اور ناجائز تقلید کے متعلق علمی انداز میں مفصل بحث کی گئی ہے۔

پھر بعض جاہل قسم کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ تم نے امام کو نبی کی گدی پر بٹھایا ہوا ہے۔ حاشا وکلا بھئی! مقلد نبی کی گدی پر تو تب امام کو بٹھائے کہ نبی کی طرح امام کو معصوم سمجھے۔ اور ایسا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور غیر معصوم کو معصوم کی گدی پر کوئی نہیں بٹھاتا۔ البتہ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ عام آدمی کا تقلید کو چھوڑنا گمراہی کا پھاٹک ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا اگرچہ ان کے باپ دادا نہیں جانتے کسی چیز کو اور ہدایت پر بھی نہیں تھے پھر بھی مانیں گے۔ یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ باپ دادا اگر ہدایت پر ہوں تو پھر تو ان کی مانو اور باپ

دادا عقل سے کام لیں تو پھر ان کی مانو۔ اور اگر باپ دادا عقل سے کام نہیں لیتے اور ہدایت یافتہ بھی نہیں تو ان کی تم بات مانتے ہو اور وہ بھی رب کے حکم کے مقابلہ میں مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ کے مقابلہ میں۔

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور مثال ان لوگوں کی جو کافر ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ ایک آدمی ہے اس کے پاس جانور کافی ہیں مثلاً: بھینسیں بھی ہیں اور سانڈھ بھی۔ ان کے علاوہ اور بھی جانور ہیں وہ ان کے سامنے بولتا جاتا ہے۔ کافروں کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص کی جو چلّاتا ہے بِمَا ان جانوروں کے سامنے لَا یَسْمَعُ جو نہیں سنتے اِلَّا دُعَآءً مگر پکار وَّنِدَآءً اور آواز۔ اب اگر جانوروں کے سامنے تقریر کرو تو بغیر آواز کے ان کو کیا پتا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہی حال ہے کافروں کا کہ کافروں میں کھڑے ہو کر رب کا پیغمبر آواز دے تو ایسے ہی ہے جیسے جانوروں میں کھڑا ہو کر آواز دے رہا ہے اور اپنی ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔ مگر ان لوگوں کی حالت ایسی ہے کہ انھوں نے سمجھنا ہی نہیں ہے۔ دلوں پر تالے لگائے ہوئے ہیں۔ خود کہتے ہیں لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ [حم السجدۃ:۲۶] قرآن کو نہ سننا۔ وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْـَٔوْنَ عَنْہُ [الانعام:۲۶] قرآن پاک جہاں سنایا جاتا ہے وہاں سے خود بھاگتے ہیں اور دوسروں کو منع کرتے ہیں۔

اب وہ لوگ جو کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں ان کو کوئی کیا سمجھائے اور وہ کیا سمجھیں گے۔ تو ان کافروں کی مثال جانوروں کی سی ہے کہ ان کے سامنے اچھی معقول تقریر بھی کرو تو ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ [الاعراف:۱۷۹]

یہ جانوروں سے بھی آگے نکلے ہوئے ہیں صُمٌّ وہ حق سننے سے بہرے ہیں بُكْمٌ حق بولنے سے گونگے ہیں عُمْيٌ حق کی چیزیں دیکھنے سے اندھے ہیں فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اب کافر سارے بہرے تو نہیں ہوتے، نہ اندھے ہوتے ہیں اور نہ سارے گونگے ہوتے ہیں بلکہ وہ بے ایمان جب تقریریں کرتے ہیں تو آٹھ آٹھ گھنٹے بولتے ہیں مگر حق کی بات ایک بھی زبان سے نہیں نکلتی۔ دنیا کے سارے گانے سُن لیتے ہیں حق کی ایک بات بھی نہیں سنتے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو رب تعالیٰ نے تمھیں رزق دیا ہے۔ پاکیزہ چیزوں کا چھوڑنا یہ شیطان کی پیروی کرنا ہے۔ ایک عورت میرے پاس آئی۔ وہ بڑی وہمی تھی۔ تعویذ اس نے لیا اور کہنے لگی کہ میں کون سی چیز چھوڑوں۔ میں نے کہا بی بی! جو چیزیں رب تعالیٰ نے حلال فرمائی ہیں انہیں تو کھا سکتی ہے اور حرام چیزوں کے قریب نہ جا۔ کہنے لگی کوئی چیز آپ کہیں جو میں نہ کھاؤں۔ تو میں نے کہا کہ بس میرا مغز نہ کھا اور تیرے واسطے سب حلال چیزوں کا کھانا درست ہے۔

اب عوام کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ تعویذ اس وقت اثر کرتا ہے جب کوئی نہ کوئی چیز چھوڑ دو۔ یہ غلط کار لوگوں نے عوام کا ایسا ذہن بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ حلال چیزوں کا چھڑانا گناہ ہے جب کہ وہ وقتی طور پر کسی طبی حکمت اور مصلحت کی خاطر نہ ہو۔ اور اگر طبی مصلحت کے تحت ہے تو اس کا چھوڑنا، پرہیز کرنا جائز ہے۔ خواہ مخواہ کسی چیز کو چھوڑنا اور چھڑانا درست نہیں ہے۔ اگر طبیعت کے موافق نہیں ہے تو نہ کھاؤ۔

وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تم

خاص رب تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔تو رب کا شکریہ ادا کرو۔کوئی حلال چیز ی خواہ مخواہ نہ چھوڑ و اور حرام کے قریب نہ جاؤ۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًاۙ اُولٰٓىٕكَ مَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۚۖ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴿۱۷۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِۚ فَمَاۤ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍ بَعِیْدٍ﴿۱۷۶﴾ ع ۲۱

اِنَّمَا پختہ بات ہے حَرَّمَ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا عَلَیْکُمُ تم پر الْمَیْتَةَ مردار وَالدَّمَ اور خون وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ اور خنزیر کا گوشت وَمَآ اور وہ چیز اُهِلَّ بِهٖ جس کو نامزد کیا گیا لِغَیْرِ اللّٰهِ غیر اللہ کے نام پر فَمَنِ اضْطُرَّ پس وہ شخص جو مجبور کیا گیا غَیْرَ بَاغٍ اس حال میں کہ وہ لذت تلاش کرنے والا نہیں ہے وَّلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرنے والا ہے فَلَاۤ اِثْمَ عَلَیْهِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا رَّحِیْمٌ مہربان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یَكْتُمُوْنَ جو چھپاتے ہیں مَآ اس چیز کو

اَنۡزَلَ اللّٰهُ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی مِنَ الۡكِتٰبِ کتاب میں وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِهٖ اور حاصل کرتے ہیں اس کے ذریعے ثَمَنًا قَلِیۡلًا قیمت تھوڑی اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں مَا یَاۡكُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِهِمۡ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں اِلَّا النَّارَ مگر آگ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ اور نہیں کلام کرے گا اللہ تعالیٰ ان سے یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَلَا یُزَكِّیۡهِمۡ اور نہ ان کو گناہوں سے پاک صاف کرے گا وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ اور ان کے لیے عذاب ہوگا دردناک اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ وہ وہ لوگ ہیں اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَةَ جنھوں نے خرید لی گمراہی بِالۡهُدٰی ہدایت کے بدلے وَالۡعَذَابَ بِالۡمَغۡفِرَةِ اور عذاب خرید لیا بخشش کے بدلے میں فَمَآ اَصۡبَرَهُمۡ پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا عَلَی النَّارِ دوزخ کی آگ پر ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ اس واسطے کہ اللہ نے نَزَّلَ الۡكِتٰبَ اُتاری ہے کتاب بِالۡحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اور بے شک وہ لوگ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡكِتٰبِ جنھوں نے اختلاف کیا ہے کتاب میں لَفِیۡ شِقَاقٍ البتہ اختلاف میں مبتلا ہیں بَعِیۡدٍ جو دور کا اختلاف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت اور رسالت ملی اس وقت عرب میں بہت ساری خرابیاں تھیں۔ یہاں سے تم اندازہ لگاؤ کہ وہ بیت اللہ جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے بنایا تھا اس کے اندر اور باہر تین سو ساٹھ بت تھے جن کی عبادت ہوتی تھی۔ قمری اعتبار سے سال کے تقریباً تین سو

ساٹھ دن ہیں۔ یہ ہر روز ایک نئے اِلٰہ کی عبادت کرتے تھے۔ آج اس کی اور کل اُس کی۔ کوئی بات ان لوگوں کی سیدھی نہیں تھی۔ اپنی مرضی سے اُنھوں نے بعض چیزوں کو حلال اور بعض کو حرام بنا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باطل عقیدے کی تردید فرمائی ہے۔

مُردار کا حکم :

اس مقام پر رب تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَةَ پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر مُردار کو حرام کیا۔ مَیۡتَةَ اس جانور کو کہتے ہیں کہ اگرچہ فی نفسہٖ تو حلال ہے لیکن اس کو ذبح نہیں کیا جاسکا۔ اس کو شریعت مَیۡتَه کہتی ہے۔ چاہے وہ بھینس ہو، گائے ہو، سانڈھ ہو، اُونٹ ہو، بکری ہو، مرغی ہو، کوئی شے ہو۔ مَیۡتَه کا جو چمڑا ہے اس کو اُتارا جاسکتا ہے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک بکری تھی مٹی تازی۔ اچانک مرگئی، مردار ہوگئی۔ اس کو لوگ کھینچ کر دور پھینکنے کے لیے لے جا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دیکھا تو فرمایا هَلَّا اَخَذۡتُمۡ اِهَابَهَا اس کا چمڑا تم نے کیوں نہیں اُتارا۔ کہنے لگے حضرت یہ مُردار ہے۔ فرمایا وہ تو نظر آرہی ہے کہ مُردار ہے۔ تمھیں شریعت نے چمڑا اُتار کر رنگنے کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

وَالدَّمَ اور خون حرام ہے۔ اس مقام پر خون کی تصریح نہیں ہے۔ آٹھویں پارے میں آئے گا دَمًا مَّسۡفُوۡحًا وہ خون جو جانور کو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے، حرام ہے۔ اس کو اندرونی طور پر بھی اور بیرونی طور پر بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ بعض جاہل قسم کے لوگ خرگوش کے اس خون کو جو ذبح کرتے وقت نکلتا ہے بچوں کی بیماری کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ حرام ہے اور جو چیز قطعی حرام ہے اس کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ بدن پر لگانے کی اجازت ہے اور نہ کھانے کی اجازت ہے

وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ　اور خنزیر کا گوشت۔ گوشت کی تخصیص اس واسطے کہ اُوپر ذکر ہے کُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ　کھانے پینے کا ذکر ہے۔ اور کھایا گوشت جاتا ہے چمڑا اور ہڈی نہیں کھائی جاتی، بال نہیں کھائے جاتے۔ ورنہ خنزیر کے بارے میں دوسرے مقام پر ہے اِنَّهٗ رِجْسٌ　خنزیر نجس العین ہے، پلید ہے۔ اس کا چمڑا، اس کے بال، اس کی ہڈیاں، کسی شے کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ　اور وہ چیز رب نے حرام فرمائی ہے کہ جس کو نامزد کیا گیا ہو　لِغَيْرِ اللّٰهِ　غیر اللہ کے تقرب کے لیے، غیر اللہ کی تعظیم کی خاطر جس کو متعین کر دیا گیا ہو۔

عقیقہ مستحب ہے :

یہاں پر بات ذرا اچھی طرح سمجھنا۔ بعض اہل بدعت شور ڈالتے ہیں اور بات کو صاف نہیں ہونے دیتے۔ عقیقہ مستحب ہے اور وہ پیدائش کے بعد ساتویں دن ہے، نہ ہو سکے تو چودھویں دن، پھر بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں دن۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے اکیسویں دن بھی نہ ہو سکے تو جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس دن سے ایک دن پہلے کر لے　گویا کہ ساتواں دن ہوگا۔ مثلاً: جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو کر لے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کر لے اور اگر بدھ کو پیدا ہوا ہو تو منگل کو کر لے۔ تو ایک ہے عقیقے کا بکرا بکری۔ اگر لڑکا ہے تو اس کی طرف سے دو اور اگر لڑکی ہے تو ایک دینا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے ذُكْرَانًا كَانَ اَوْ اِنَاثًا　کہ نر ہوں یا مادہ اس کا کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ عقیقے کے لیے وہ جانور جائز ہے جس کی قربانی جائز ہے۔ تو عقیقے کا مسئلہ خود شریعت نے بتایا ہے صاحب نصاب کے لیے۔ جو صاحب نصاب نہیں ہے اس کے لیے کوئی عقیقہ نہیں ہے۔ اور ہے بھی مستحب، فرض نہیں، واجب نہیں، سنت مؤکدہ نہیں ہے۔

ولیمہ سنت ہے :

اسی طرح ولیمے پر بکرا، بکری ذبح کرنا یہ بھی خود شریعت نے بتایا ہے۔ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ اُنھوں نے شادی کی اور اُس وقت لوگ دولہے کے کپڑے پر رنگ لگا دیتے تھے اور اسلام نے اس کو منع کر دیا۔ یہ غیر مسلموں کا فعل ہے۔ جس طرح گڈیاں (پتنگیں) اُڑانا ہندوؤں کا فعل ہے مگر آج کل مسلمان اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں روپے ضائع کرتے ہیں۔ اور اگر یہ پیسے کسی اچھی جگہ لگائیں تو کیسا اچھا ہو۔ مگر یہ رسمیں ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہیں اور ماں باپ بھی منع نہیں کرتے۔ حالانکہ گرتے بھی ہیں، مرتے بھی ہیں، لنگڑے لولے بھی ہوتے ہیں مگر چھوڑتے پھر بھی نہیں صرف بچوں کے پیار کو سامنے رکھتے ہیں۔ ایسے موقع پر تھپڑ مارو جو گڈی مانگے یا اس کو اُڑائے۔ اس میں نرمی نہ کرو۔

تو خیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے کپڑے پر رنگ دیکھا تو فرمایا کہ تو نے شادی کی ہے؟ اُنھوں نے کہا حضرت! ہاں۔ فرمایا اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ "ولیمہ کر چاہے بکری ذبح کر کے کھلا دے۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ تو ولیمے کا بکرا، بکری اور ولیمے کے بارے میں بعض فرماتے ہیں کہ سنتِ مؤکدہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مستحب ہے مگر اپنی حیثیت کے مطابق۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجوریں اور ستو سامنے رکھ دیئے اور فرمایا کہ میں نے صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی ہے اور یہ ولیمہ ہے۔ تو ولیمے کے لیے دیگیں چڑھانا کوئی ضروری نہیں ہے۔ چائے پلا دے ولیمہ ہو گیا، مٹھائی کھلا دے ولیمہ ہو گیا۔

زیادہ کرسکتا ہے تو زیادہ کرلے۔ اور محتاط فتویٰ جو ہے وہ سنت ہے۔ فرض واجب نہیں ہے نہ کرنے والا گناہ گار نہیں ہوتا۔ اور قربانی بھی شریعت کا مسئلہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ نامزد ہوگا کہ قربانی کا بکرا ہے اور یہ عقیقے کا بکرا ہے، یہ ولیمے کا بکرا ہے۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ حرام ہے :

اور اس مقام پر جس چیز کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ کوئی کسی بزرگ کے نام پر بکرا، چھترا کوئی شے بھی ہو متعین کر دیتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کے واسطے ہے اور اس کی قبر پر چڑھاوا چڑھے گا اور وہاں کے مجاور کھائیں گے اور ایسا کرنے سے میرے کاروبار میں برکت ہو گی نہ کروں گا تو مجھے نقصان پہنچے گا۔ یہ ہے نامزد کرنے کا معنیٰ۔ اور اس معنیٰ میں جو چیز بھی نامزد کی گئی وہ حرام ہے، حرام ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی اور فتاویٰ عزیزی میں تصریح کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص غیر اللہ کے نام پر بکرا، چھترا، اُونٹ وغیرہ کوئی جانور نامزد کرتا ہے اور ذبح کرتے وقت کہتا ہے بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا کیوں کہ غیر اللہ کے نام پر اُسے متعین کر دیا گیا ہے۔ تو بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر سے وہ حلال نہیں ہوگا۔ ایسے ہی حلال نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص خنزیر پر پڑھے بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر تو خنزیر حلال نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سارے فقہاء نے بیان فرمایا ہے۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اور تفسیر نیشاپوری وغیرہ میں ہے کہ ایسا کرنے سے جانور تو حلال نہیں ہوگا البتہ بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَر پڑھنے والا مرتد ہو جائے گا اور بیوی اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ کیوں کہ نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو یہ کوئی چھوٹا مسئلہ نہیں ہے بڑا مسئلہ ہے۔

ہاں ایصالِ ثواب درست ہے۔ اور ایصالِ ثواب کا مسئلہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کوئی جانور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذبح کرتا ہے اور اس کا ثواب کسی کو پہنچاتا ہے تو اس میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے۔ اور اس میں اپنے کام کا کوئی دخل نہیں ہوتا کہ اگر ایسا کروں گا تو یہ کام ہو جائے گا اور اگر نہ کیا تو یہ نقصان ہو جائے گا۔ اسی طرح دیکھو! جب کوئی باہر سے بادشاہ آتا ہے یا کوئی بڑا آدمی آتا ہے تو اس کو توپوں کی سلامی دیتے ہیں کہ جی اکتیس توپوں کی سلامی ہے، اکیس کی سلامی ہوئی۔ پہلے زمانے میں اس طرح کرتے تھے کہ اگر کوئی بڑا آتا تو شہر سے باہر جا کر بہت سارے بکرے ذبح کرتے تھے اس کی آمد کی خوشی میں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی لِقُدُوْمِ الْاَمِیْرِ کہ کوئی بڑا آدمی آئے اور اس کی تعظیم کے لیے بکرے چھترے ذبح کیے جائیں اور ان پر تکبیر پڑھی جائے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ تو وہ جانور بھی حرام اور تکبیر پڑھنے والا مرتد ہو گیا اور بیوی پر طلاق واقع ہو گئی خود بہ خود اس واسطے کہ اس میں آنے والے کی تعظیم مقصود ہے۔

مہمانی ٹھیک ہے اس کے لیے جو چاہو ذبح کرو۔ مرغا ذبح کرو، بچھڑا ذبح کرو۔ ابراہیم علیہ السلام نے بچھڑا ذبح کیا تھا۔ وہ تو مہمان کی مہمانی ہے۔ ایک یہ ہے کہ اس کی تعظیم کی خاطر ذبح کیا جائے تو وہ حرام ہے۔ اور بکرا چھترا ہی نہیں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کہ ماکولات و مشروبات و ملبوسات ہمیں حکم دارند۔“ تمام کھانے اور پینے کی چیزیں دودھ، مٹھائی وغیرہ اور سب پہننے کی چیزیں یہی حکم رکھتی ہیں۔

لوگ عموماً گیارھویں دیتے ہیں۔ اس کی خاصی تفصیل ہے۔ اور میں نے اپنی کتاب ”تنقید متین“ میں اس پر خاصی بحث کی ہے۔ اگر کوئی شخص اس ارادے سے

گیارھویں پکا کر دیتا ہے کہ حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ بزرگ ہیں اور ان کی بزرگی میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ ان کو ثواب پہنچے اگر اس ارادے سے دیتا ہے تو پھر بدعت ہے۔ اور بدعت اس واسطے ہے کہ اور بھی تو بزرگ ہیں ان کو کیوں نہیں بھیجتا۔ پھر گیارھویں اپنے باپ کی کیوں نہیں کرتا، ماں کی کیوں نہیں کرتا جن کے روزے رہ گئے ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری نیکیوں کی کیا ضرورت ہے۔ وہ تو اتنے امیر ہیں کہ اگر ان کی نیکیاں تقسیم کی جائیں تو کئی ضلعے بخشے جائیں۔ پھر گیارھویں کی تخصیص کیوں ہے؟ پھر پہلے یا بعد میں کیوں نہیں کرتے؟

تنقید متین اُنھوں نے پڑھی اور تم سے زیادہ میری کتابیں مخالف پڑھتے ہیں۔ تو اُنھوں نے اس طرح کیا کہ اب وہ لوگ گیارھویں کی جگہ بارھویں کر لیتے ہیں اور کہیں تیرھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ چودھویں کر لیتے ہیں اور کسی جگہ پندرھویں کر لیتے ہیں۔ ہمیں ٹرخانے کے لیے کہ دیکھو! ہم نے تاریخ بدل دی ہے۔ تو پھر میں نے چوتھے ایڈیشن میں لکھا کہ ایسا تم نے ہمارے لیے نہیں کیا بلکہ اپنے پیٹ کے لیے کیا ہے۔ کیوں کہ گیارھویں تاریخ کی ساری جلیبیاں تو پیٹ میں نہیں آتیں اس واسطے کہیں گیارھویں کہیں بارھویں کہیں تیرھویں کہیں چودھویں رکھ کر کھانے کا سلسلہ لمبا کیا ہے۔ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتے۔

تو اگر یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے تو بدعت ہے۔ ورنہ سارے بزرگوں کے لیے کرو اور روزانہ کرو۔ اور اگر مطلب یہ ہے کہ میں دوں گا تو میرے کاروبار میں برکت ہوگی اور میری تجارت ضرور چمکے گی، بچے ٹھیک رہیں گے، بیماری نہیں آئے گی، جانور ٹھیک رہیں گے اور اگر نہ دوں گا تو نقصان ہوگا۔ اگر اس ارادے سے کرتا ہے تو گیارھویں

دینے والا پکا کافر ہے اور اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی ہے۔ مسئلہ صاف ہے۔

توغیر اللہ کے نام پر کوئی چیز دینی حرام ہے فَمَنِ اضْطُرَّ جو شخص مجبور کیا گیا غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ وہ لذت بھی نہیں تلاش کرتا اور تجاوز بھی نہیں کرتا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کوئی ایسی جگہ ہے کہ بھوک کی وجہ سے جان نکلنے کا خطرہ ہے اور مردار اور خنزیر کے سوا کوئی چیز نہیں ہے تو اتنا کھالے کہ جس سے اس کی جان بچ جائے۔ مثلاً: ایک چھٹانگ سے اس کی جان بچ سکتی ہے تو چھ تولے نہیں کھا سکتا۔ اور ذائقہ تلاش کرنے کے لیے نہیں کھا سکتا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ غَيْرَ بَاغٍ کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ وہ لذت تلاش کرنے کے لیے نہیں کھاتا وَّلَا عَادٍ اور ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت ہو صحیح معنیٰ میں، تو اس کا جو باغی ہے اگر وہ بھوکا ہے تو وہ نہیں کھا سکتا۔ عَادٍ کا معنیٰ جو گناہ کے سفر پر جا رہا ہے۔ مثلاً: چوری، ڈاکے کے لیے جا رہا ہے تو یہ سفر معصیت کے ہیں بھوکا ہونے کے باوجود نہیں کھا سکتا۔ پھر اگر مجبور ہے اور نہ کھائے اور مر جائے تو گناہ گار ہوگا۔ کیوں کہ رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے اور اس نے رب کی اجازت کو قبول نہیں کیا۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا مقام ہے کہ پیاس کی وجہ سے جان خطرے میں ہے اور شراب کے بغیر کوئی شئے نہیں ہے تو ایسی حالت میں اس کے لیے پینا جائز ہے۔ اگر نہ پیے گا تو گناہ گار مرے گا۔ کیوں کہ مُضطر ہے اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وہ حکم جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیے ہیں کتاب

میں وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور حاصل کرتے ہیں ان کے بدلے قیمت تھوڑی
اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر دوزخ
کی آگ۔ یہ غیر اللہ کے نام کے چڑھاوے کھانا اور مسائل کو چھپانا یہ بڑے گناہ کی بات
ہے وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ پیار اور محبت کی گفتگو نہیں
کرے گا قیامت والے دن وَلَا يُزَكِّيْهِمْ اور ان کو گناہوں سے پاک نہیں کرے گا
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور یہ اس واسطے کہ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی خریدی ہدایت
کے بدلے وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور عذاب خریدا بخشش کی جگہ۔

چاہیے تو یہ تھا کہ رب سے بخشش لیتے وہ کام کرتے جن پر رب راضی ہو کر بخش
دے مگر اُنھوں نے وہ کام کیے جو دوزخ میں لے جائیں فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ
پس کس چیز نے ان کو صبر والا کر دیا دوزخ پر یعنی دوزخ والے سودے پر یہ کس طرح
راضی ہو گئے۔ یہ دوزخ میں اس وجہ سے جائیں گے کہ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ
بِالْحَقِّ اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل کی حق کے ساتھ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے کتاب میں اختلاف کیا لَفِىْ
شِقَاقٍ بَعِيْدٍ دور کے اختلاف میں مبتلا ہیں۔ اپنے پیٹ کے لیے اُنھوں نے دور کا
اختلاف قرآن سے، حدیث سے اور فقہ اسلام سے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے اور
محفوظ رکھے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

لَيْسَ الْبِرَّ نہیں ہے نیکی یہی چیز اَنْ تُوَلُّوْا یہ کہ تم پھیرو وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف وَالْمَغْرِبِ اور مغرب کی طرف وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنْ اس شخص کی ہے اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور فرشتوں پر وَالْكِتٰبِ اور کتابوں پر وَالنَّبِيّٖنَ اور پیغمبروں پر وَاٰتَى الْمَالَ اور دیا اس نے مال عَلٰى حُبِّهٖ اس کی محبت کی وجہ سے ذَوِي الْقُرْبٰى قریبی رشتہ داروں کو وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کو وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکینوں کو وَابْنَ السَّبِيْلِ اور مسافروں کو وَالسَّآئِلِيْنَ اور مانگنے والوں کو وَفِي الرِّقَابِ اور گردنوں کے چھڑانے کے لیے وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ اور قائم کی

اس نے نماز وَاٰتَى الزَّكٰوةَ اور دی اس نے زکوٰۃ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اور پورا کرنے والے اپنے وعدوں کو اِذَا عٰهَدُوْا جس وقت وعدہ کر لیتے ہیں وَالصّٰبِرِيْنَ اور صبر کرنے والے فِي الْبَاْسَآءِ مالی تنگی میں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی تنگی میں وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور میدان جنگ میں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ یہ وہ لوگ ہیں صَدَقُوْا جو سچے ہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور یہی لوگ ہیں جو پرہیزگار ہیں۔

پہلے تحویل قبلہ کا مسئلہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا تو منافقوں اور مشرکوں نے اور یہودیوں نے اس کو بڑا اُچھالا اور خصوصاً یہود و نصاریٰ نے کہا اس کی کس بات کا ہم اعتبار کریں؟ کبھی اِس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے اور کبھی اُس طرف چہرہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اور چوں کہ یہ پہلا مسئلہ تھا جو منسوخ ہوا۔ اور جب کوئی نئی چیز آئے تو نرالی اور تعجب خیز ہوتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی دکانوں، گلیوں، بازاروں اور گھروں میں ہر جگہ اس مسئلے کو موضوع بحث بنایا تھا۔ جب بھی کوئی شخص آتا اسے کہتے کہ تجھے معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبلے سے اس طرف چہرہ پھیر لیا ہے۔ اس مسئلہ پر ان کا سارا وقت صرف ہوتا تھا۔

نیکی کے اصل کام :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَيْسَ الْبِرَّ نیکی اسی میں بند نہیں ہے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ یہ کہ تم اپنے چہرے پھیرو قِبَلَ الْمَشْرِقِ مشرق کی طرف وَالْمَغْرِبِ

اور مغرب کی طرف۔ بے شک قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک نیکی کا فعل ہے مگر نیکی اس میں بند نہیں ہے۔ تم نے ہر وقت، ہر جگہ پر یہی مسئلہ چھیڑا ہوا ہے۔ نیکی کے اور بھی کام ہیں ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ وہ کام بھی تم کرتے ہو یا نہیں۔ فرمایا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر صحیح معنیٰ میں ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر بھی ایمان لایا۔ یہودی اور عیسائی ویسے تو کہتے تھے کہ قیامت حق ہے مگر جب اس کی تفسیر کرتے تھے تو وہ بالکل انکار ہی ہوتا تھا۔

میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جس طرح کوئی شخص کہے کہ میں نے صدرِ مملکت کو دیکھا ہے۔ اور جب اس سے کہا جائے کہ صدر صاحب کا حلیہ کیا ہے، قد کیا ہے، شکل وصورت کیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ اس کی چار ٹانگیں ہیں اور لمبی دُم ہے اور لمبی سی اس کی سونڈ ہے اور چوڑی چکلی اس کی پیٹھ ہے۔ یہ تو ہاتھی ہوا صدر تو نہ ہوا۔ اسی طرح سمجھو کہ کہتے تھے آخرت ہے مگر جب اس کی تفسیر بیان کرتے تھے تو وہ آخرت پر صادق نہ آتی تھی۔ یہودی کہتے تھے کہ جنت صرف ہماری جاگیر ہے۔ صرف ہم جنت میں جائیں گے اور کوئی نہیں جائے گا۔ اور عیسائی کہتے تھے کہ صرف ہم جائیں گے مگر روحانی ہوگی جس طرح ہم خواب دیکھتے ہیں۔ تو یہ جو آگے تفسیریں کرتے تھے یہ انکار کے مترادف تھیں۔

فرشتوں کی صفات :

تو فرمایا اور لیکن نیکی اس شخص کی ہے مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نوری مخلوق ہے اور بے شمار ہیں۔ ان کی تعداد کو صرف رب ہی جانتا ہے۔ قرآن پاک میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں

جبرئیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ہاروت علیہ السلام، ماروت علیہ السلام، رعد علیہ السلام اور مالک علیہ السلام۔ اور ہیں اس قدر کہ خدا کی پناہ! ہر ہر آدمی کے ساتھ چوبیس گھنٹوں میں چوبیس چوبیس، پچیس پچیس فرشتے رہتے ہیں۔ ہمیں کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے، نہ کھاتے ہیں، نہ پیتے ہیں، نہ تھکتے ہیں، نہ اُکتاتے ہیں۔ جو رب نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ وَالْكِتٰبِ کتاب میں الف لام جنس کا ہے اور جنس کتاب یعنی ساری کتابوں کو مانتے ہیں جو بھی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔

مشہور کتابیں چار ہیں۔ قرآن کریم جو ہمارے سامنے ہے۔ اس کے بعد تورات ہے، اس کے بعد زبور ہے پھر انجیل ہے۔ ان کے علاوہ کئی صحیفے اور کئی کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس طرح ہمیں اس نے اس چیز کا مکلف نہیں بنایا کہ ہم فرشتوں کی تعداد معلوم کریں یا ان کے نام ہمیں معلوم ہوں۔ ہماری لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے فرشتے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ اسی طرح رب تعالیٰ کا احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں فرمایا کہ ساری آسمانی کتابوں کی تفصیل ہمیں معلوم ہو کہ اتنی ہیں اور یہ یہ ان کے نام ہیں۔ اجمالی طور پر ہمارے ایمان کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں بھیجیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔

اسی طرح وَالنَّبِيّٖنَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں پر ایمان ہے۔ پیغمبر بے شمار گزرے ہیں صحیح تعداد ہمیں معلوم نہیں۔ اگر ان کی تعداد کا ذکر قرآن پاک میں ہوتا تو قطعی بات ہوتی۔ خبر متواتر ہوتی تو پھر بھی قطعی بات ہوتی اور اگر کوئی حدیث صحیح ہوتی تو ظن غالب ہوتا۔ کوئی صحیح روایت ایسی نہیں ہے جس میں پیغمبروں کی تعداد کا ذکر ہو۔ ایک

روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر آتا ہے۔ لیکن دونوں روایتیں کمزور اور ضعیف ہیں اس قابل نہیں کہ ان پر اعتماد کیا جائے۔ اس واسطے اول تو پیغمبروں کی تعداد متعین نہیں کرنی چاہیے۔ ہوسکتا ہے زیادہ ہوں اور ہوسکتا ہے کم ہوں۔ اور اگر کبھی ایک لاکھ چوبیس ہزار کہے تو ساتھ یہ ضرور کہے کہ یا کم و بیش جتنے بھی رب نے بھیجے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ پچیس پیغمبروں کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں ان کے علاوہ قرآن پاک میں پیغمبروں کے نام نہیں ہیں۔ تو ہمارے ایمان کے واسطے بس اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر ہمارا ایمان ہے۔

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ اور وہ شخص جس نے مال دیا اس کی محبت میں۔ ہ کی ضمیر کس طرف جاتی ہے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ مال کی طرف جاتی ہے کہ باوجود اس کے کہ مال کی محبت ہے پھر بھی خرچ کرتا ہے۔ اور ہ ضمیر کا مرجع لفظ اللہ کو بھی بناتے ہیں اور معنیٰ کرتے ہیں وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّ اللّٰہِ کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے واسطے مال خرچ کرتا ہے۔ نام کے لیے، شہرت کے لیے، ووٹوں کے لیے تو ساری دنیا خرچ کرتی ہے اور بے حساب رقم خرچ کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر وہ ہے وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ جو مال دیتا ہے رب کی محبت پر۔ اب سوال یہ ہے کہ دے کن لوگوں کو؟ تو فرمایا ذَوِی الْقُرْبٰی اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔ مطلب یہ ہے اگر قریبی رشتہ دار زکوٰۃ کا مصرف ہیں، عشر کا مصرف ہیں، فطرانے کا مصرف ہیں تو ان پر خرچ کرے اور یہ ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ لو بھائی جی! یہ زکوٰۃ لو، بہن جی! یہ عشر لو۔

زکوٰۃ میں نیت شرط ہے :

اللہ تعالیٰ نیتوں کو جانتا ہے بس یہ نیت کرلو یہ رقم زکوٰۃ کی ہے اور یہ مصرف ہے میں

اس کو دیتا ہوں ۔ اگر تم اس کو انعام کے طریقے پر دو یا امداد کے طور پر تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر نیت شرط ہے ۔ کیوں کہ جس طرح نماز بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی ، زکوٰۃ بھی بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی ۔ دیکھو! جن لوگوں کی رقمیں بینکوں میں ہیں اور بینک کاٹ لیتے ہیں ۔ اگر یہ نیت کرلیں کہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ یہ ہماری رقم سے زکوٰۃ کاٹ لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ۔ اور اگر نیت نہیں کی پھر زکوٰۃ ان کے ذمہ ہے ادا نہیں ہوگی ۔ رہا مسئلہ یہ کہ وہ خرچ کس جگہ کرتے ہیں؟ تو یہ ان کی گور گردن پر ہے ۔ اس چیز کا بندہ مکلف نہیں ہے ۔ کیوں کہ حکومت نے جو زکوٰۃ کمیٹیاں بنائی ہیں ان کی رقمیں کون سی صحیح جگہ پر خرچ ہوتی ہیں ۔ اسی طرح ہسپتالوں میں بھی زکوٰۃ ہر آدمی پر خرچ نہیں ہوسکتی ۔ کیوں اس کے خاص مصرف ہیں ۔ بے احتیاطی سے اپنی گردن کو وزنی نہ بناؤ ۔ ہسپتالوں کے مریضوں میں امیر بھی ہوتے ہیں ، سید بھی ہوتے ہیں ، غیر مسلم بھی ہوتے ہیں ۔ بلکہ جو مستحق نہیں ہیں وہ آگے آگے ہوتے ہیں کہ میں مستحق ہوں ۔ اس واسطے زکوٰۃ دیتے وقت بڑی احتیاط کرو کہ زکوٰۃ تمھاری ادا ہو اور تمھاری گردن پر رب کا قرض نہ رہے ۔ قریبی رشتہ داروں کی اور بھی مدد کرو ۔ ضروری نہیں کہ ان کو زکوٰۃ پر ہی فارغ کرو ۔

زکوٰۃ کے مصارف :

وَالْيَتٰمٰى اور وہ جو یتیم ہیں ۔ اور یہ یتیم چاہے اپنی برادری کے ہوں یا محلے کے ہوں یا اپنے قصبے کے ہوں یا کسی اور جگہ کے ہوں ۔ تو یہ یتیم بھی تمھاری مالی ہمدردی کے مستحق ہیں وَالْمَسٰكِيْنَ اور مسکین کو ۔ مسکین اس کو کہتے ہیں کہ اس کے پاس کھانے پینے کے لیے ہے تو سہی مگر نصاب پورا نہیں ہوتا ۔ نصاب ہے ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت ۔ وہ اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے ۔ اس پر قرض بھی نہیں اور

اتنا سامان اس کے گھر موجود ہے کہ اس کی قیمت اتنی ہو جاتی ہے یعنی چار ہزار، وہ چاہے نقد رقم نہیں، سامان ہی ہے ضرورت سے زائد۔ تو جس آدمی کے پاس یہ ہے اس کو شریعت صاحبِ نصاب کہتی ہے۔ ایسے آدمی کو زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، نذر، منت، قسم کا کفارہ یعنی واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں ہے۔

کئی لوگ ایسے ہیں کہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس عورت کے پاس مال کتنا ہے؟ بس یہ کہتے ہیں کہ وہ بیوہ ہے۔ تو بھئی! صرف بیوہ ہونا تو مصرف نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔ ساڑھے چار ہزار کیا چیز ہے؟ ایک پلنگ نہیں آتا۔ تو جس کے پاس ضرورت سے زیادہ ایک پلنگ ہے وہ صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کوئی شے نہیں لگ سکتی۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں یہ بچے یتیم ہو گئے ہیں۔ تو اگر ان بچوں کو باپ کی وراثت سے اتنا مل جاتا ہے کہ جس سے وہ صاحبِ نصاب بن جاتے ہیں تو ان کو بھی زکوٰۃ وغیرہ نہیں لگتی۔ یہ ان یتیموں کی بات ہو رہی ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہوں۔ اور مسکین بھی اسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ حدیث میں آتا ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسکین کس کو کہتے ہو؟ صحابہ کرام نے کہا وہ جو مانگتے پھرتے ہیں۔ فرمایا وہ مسکین نہیں ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے کہ ہے تو مصرف مگر مانگتا نہیں ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنی غربت کا واویلا نہیں کرتا۔ اور عام لوگوں کو پتا بھی نہیں ہے کہ یہ امیر ہے یا غریب ہے۔ اس واسطے اپنی برادری میں جو نیک، دین دار، صحیح العقیدہ نمازی ہوں اور مصرف ہوں تو ان کو دو۔ بے نماز کو زکوٰۃ نہ دینا۔

حدیث میں آتا ہے لَا يَأْكُلُ طَعَامَكَ اِلَّا تَقِيٌّ یاد رکھو! تمھارا کھانا وہ کھائے جو پرہیزگار ہے۔ غیر متقی کھائے گا تو رب کی نافرمانی کرے گا۔ اگر تم کسی نشئی کو

زکوٰۃ دے دو محض اس واسطے کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو فرض ادا نہیں ہوگا۔ وہ اور نشہ کرے گا سینما دیکھے گا، شراب پیے گا تو تمھاری حلال کی کمائی ان حرام کاموں پر خرچ ہوگی۔ لہٰذا سوچ سمجھ کر دو۔ ہر مانگنے والے کو زکوٰۃ نہ دو وَابۡنَ السَّبِيۡلِ اور مسافر۔ آج تو مسلمان قوم کے لیے یہ بھی بڑی مصیبت ہے کہ اچھے بھلے مانگتے پھرتے ہیں کہ جہاں چار آدمی دیکھے سوال کر دیا۔ حالانکہ اگر تم ان کی تلاشی لو تو جس سے مانگ رہا ہے اس سے زیادہ رقم اس کے پاس ہوگی۔ بس عادت بن گئی ہے۔ ہاں! اگر اپنا دل مطمئن ہے کہ واقعی راستہ میں اس کی چوری ہوگئی یا اس کا خرچہ ختم ہوگیا یا یہ ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہے تو اس کو تم دے سکتے ہو۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں امیر ہے لیکن سفر میں ایسی جگہ پر ہے کہ جہاں سے آسانی کے ساتھ اہل خانہ کو اطلاع نہیں پہنچ سکتی اور وہاں اس کے پاس خرچہ کم ہوگیا ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ہاں آج کل تو بڑی سہولت ہے ٹیلی فون جگہ جگہ لگے ہیں، تار گھر موجود ہیں۔ اگر اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا تو وہ یہ کہے کہ بھائی! اتنا دے دو کہ میں گھر والوں کو فون کر لوں، مجھے رقم مل جائے گی تو میں تمھیں دے دوں گا۔ اور بعض لوگوں نے تو مانگنے کو پیشہ بنالیا ہے۔ پچھلے دنوں میں نے اخبار میں پڑھا اور تم نے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک بھکاری نے ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ملک بچاؤ سکیم میں دیا ہے۔ اور آگے وعدہ بھی کیا ہے کہ میں جو بھی کمائی کروں گا اس میں سے بھی حصہ دوں گا۔ تو ایسے کے پاس اور بھی تو ہوں گے۔ تو ایسے لوگوں پر زکوٰتیں کس طرح لگے گی؟

وَالسَّآئِلِيۡنَ اور جو مانگتے ہیں اور تمھارا دل مطمئن ہے اور حالات و قرائن ایسے موجود ہیں کہ واقعی یہ پیشہ ور نہیں ہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں وَفِي الرِّقَابِ۔ رِقاب

رَقَبَۃٌ کی جمع ہے۔اس کا معنٰی ہے گردن۔لیکن اس سے مراد غلام اور لونڈیاں ہیں۔تو ایسی غلام اور لونڈیاں ہوتی تھیں لوگ ان کو رقم دیتے تھے کہ اپنے آقا کو دے کر آزادی حاصل کر لے۔اس وقت شرعی طور پر غلام ہمارے علم میں نہیں۔باقی یہ جو غنڈہ قسم کے لوگ ہیں کہ یہاں سے عورت اغوا کی اور سندھ میں فروخت کر دی اور سندھ سے اغوا کی اور سرحد میں فروخت کر دی۔

اس وقت بنگال بڑا غریب ملک ہے۔وہاں تم کسی عورت کو کہو کہ تجھے روٹی پیٹ بھر کر ملے گی تو وہ بے چاری ساتھ چل پڑتی ہے۔تو ایسی کئی عورتیں پاکستان میں لوگوں کے پاس ہیں اور لوگوں نے ان کی منڈی لگائی ہوئی ہے۔بیچتے بھی ہیں اور بدمعاشی بھی کراتے ہیں۔اور یہ سب کچھ حکومت کے سامنے ہے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔اسی طرح بچے اغوا ہوتے ہیں۔اور یاد رکھنا! بچہ مر جائے تو ماں باپ کے لیے صبر کرنا آسان ہوتا ہے اور اگر کوئی اُٹھا کر لے جائے تو ساری عمر کا روگ لگ جاتا ہے۔اور یہ سب کچھ غریبوں کے ساتھ ہوتا ہے۔کیوں کہ بڑوں کے بچے تو کاروں میں آتے جاتے ہیں۔تو اس کے لیے بھی کوئی سخت قانون ہونا چاہیے اور پھر اس پر عمل بھی ہو۔اور ماحول اتنا بگڑ چکا ہے کہ اس کی اصلاح بہت مشکل ہے لیکن ہمت نہ ہارو۔

وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور نماز اُنھوں نے قائم کی وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ اور اُنھوں نے زکوٰۃ ادا کی۔اب دیکھو! یہاں زکوٰۃ دینے کا ذکر الگ کیا ہے اور پہلے مال دینے کا ذکر الگ کیا ہے۔تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں غریبوں کا حق ہے۔اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی لوگوں کے حقوق ہیں۔غریبوں، مسکینوں اور پڑوسیوں کا حق ہے، رشتہ داروں کا حق ہے۔سب کے حقوق ادا کرو

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اور وہ لوگ جو پورے کرتے ہیں اپنے وعدے اِذَا عٰهَدُوْا جب وہ وعدے کرتے ہیں۔ اور جو جان بوجھ کر وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ منافق کہلاتا ہے وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ اور صبر کرنے والے ہیں مصیبتوں اور پریشانیوں میں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو کہ ساری اُمت میں پہلے نمبر کے مفسرِ قرآن ہیں اور تمام اُمت میں اول نمبر کے فقیہ ہیں۔ وہ اَلْبَاْسَآءِ کا ترجمہ کرتے ہیں اَلْفَقْرُ اور الضَّرَّآءِ کا معنیٰ کرتے ہیں اَلسُّقْمُ۔ تو مفہوم بنے گا فِي الْبَاْسَآءِ جب مالی طور پر محتاج ہوں پھر بھی صبر کرتے ہیں وَالضَّرَّآءِ اور بدنی طور پر کسی بیماری میں مبتلا ہیں تو پھر بھی صبر کرتے ہیں وَحِيْنَ الْبَاْسِ اور میدان جنگ میں جب کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں اس وقت بھی صبر کرتے ہیں۔ صبر کا بڑا مقام ہے۔ اور یہ جو مومنوں کو تکلیفیں آتی ہیں بشرطیکہ ہوں مومن۔ تو یہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ بلکہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا يُّصِبْ مِنْهُ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔" ان صبر کرنے والوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا یہ لوگ ہیں سچے۔ تو تم صرف قبلے کے مسئلہ کو لے کر پروپیگنڈہ کرتے ہو یہ بھی دیکھو کہ یہ کام بھی کرتے ہو یا نہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی لوگ متقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ
بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ
فَاتِّبَاعٌ ۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ۝۱۷۸ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُوْنَ ۝۱۷۹ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ
خَيْرَا ۖۚ اِلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا
عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝۱۸۰ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ
عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۸۱ ؕ فَمَنْ خَافَ
مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۸۲ ع ۲۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ فرض
کیا گیا، تحریر کیا گیا عَلَيْكُمْ تم پر الْقِصَاصُ قصاص فِي الْقَتْلٰى
مقتولوں کے بارے میں اَلْحُرُّ آزاد بِالْحُرِّ آزاد کے بدلے
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ اور غلام کے بدلے غلام وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى اور عورت،
عورت کے بدلے فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ پس جس کو معاف کر دیا گیا مِنْ اَخِيْهِ

اس کے بھائی کی طرف سے شَیْءٌ کچھ حصہ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ پس پیچھا کرے اچھے طریق سے وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ اور اس کو ادا کرے عمدگی کے ساتھ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ تخفیف ہے تمھارے رب کی طرف سے وَرَحْمَةٌ اور مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدٰی پس جس نے تجاوز کیا بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پس اس کے واسطے عذاب ہے دردناک وَلَكُمْ اور تمھارے واسطے فِی الْقِصَاصِ قصاص میں حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم بچ جاؤ كُتِبَ عَلَیْكُمْ لکھی گئی تم پر اِذَا حَضَرَ جس وقت حاضر ہو اَحَدَكُمُ تم میں سے کسی پر الْمَوْتُ موت اِنْ تَرَكَ خَیْرَا اگر چھوڑا اس نے مال الْوَصِیَّةُ وصیت لکھی گئی لِلْوَالِدَیْنِ ماں باپ کے واسطے وصیت کرے وَالْاَقْرَبِیْنَ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ یہ حق ہے متقیوں کے لیے فَمَنْ بَدَّلَهٗ پس جس نے بدل دیا اس وصیت کو بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سن لیا تھا فَاِنَّمَآ پس پختہ بات ہے اِثْمُهٗ اس کا گناہ عَلَی الَّذِیْنَ ان لوگوں پر ہے یُبَدِّلُوْنَهٗ جو اس کو بدلتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ سَمِیْعٌ سننے والا ہے عَلِیْمٌ جاننے والا ہے فَمَنْ خَافَ

پس جس نے خوف کیا مِنْ مُّوْصٍ وصیت کرنے والے سے جَنَفًا کج روی کا اَوْاِثْمًا یا گناہ کا فَاَصْلَحَ بَیْنَھُمْ پس اس نے اصلاح ان کے درمیان فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ پس اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا ہے رَّحِیْمٌ مہربان ہے۔

قصاص اور دیت کے احکام :

ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے دو حکم بیان فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک حکم باقی ہے اور دوسرا منسوخ ہے۔ جو حکم باقی ہے وہ ہے قتل کے متعلق۔ اور اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو دیدہ دانستہ قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کرنے کا حق دیا ہے اور یہ حق وارثوں کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ آج کل عموماً ایسا ہوتا ہے کہ ساری عدالتیں سزا کو بحال رکھیں تو پھر صدر کے پاس رحم کی اپیل ہوتی ہے اور وہ معاف کرتا ہے۔ یہ بالکل اسلام کے خلاف ہے صدر کو معافی کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دیت لینا چاہیں یعنی مالی بدلہ، تو اس کی بھی اجازت ہے۔ اور دیت کا مسئلہ پانچویں پارے میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں سو اُونٹ دیت ہوتی تھی۔ اور اگر دینار کی شکل میں ادا کرتے تو ایک ہزار دینار تھا۔ یہ اس وقت سو اُونٹ کی قیمت تھی۔ اور اگر چاندی کی شکل میں ادا کرتے تو دس ہزار درہم۔ آج سے تقریباً چار پانچ سال پہلے پاکستان کی حکومت نے ایک ہزار دینار کی قیمت لگائی تو تقریباً ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے۔ اور اگر اس پر بھی راضی نہ ہوں تو پھر قصاص ہے۔ قتل کے بدلے قتل۔ تو دیدہ دانستہ قتل کے تین حکم ہیں اور یہ

تینوں قرآن پاک میں موجود ہیں۔ اور اگر خَطَأً قتل ہو تو اس میں قصاص نہیں ہے صرف دیت ہے۔ بندوں کو دیت دینا پڑے گی۔ اور رب تعالیٰ کا حق جو ضائع کیا ہے تو اس کے لیے دو ماہ روزے یا غلام آزاد کرنا پڑے گا۔ اور اس کی تفصیل پانچویں پارے میں ہے۔ آج کل عموماً جو بسوں یا ٹرکوں کے نیچے آتے ہیں یہ قتل خطا ہی کی صورت بنتی ہے۔ کیوں کہ کسی کو کسی کے ساتھ دشمنی تو ہوتی نہیں۔

تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو کُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فرض کیا گیا تم او پر قصاص۔ اور قصاص کا معنیٰ ہے بدلہ فِی الْقَتْلٰى۔ قَتْلٰى قتیل کی جمع ہے۔ مقتولوں کے بارے میں کہ جس نے قتل کیا ہے اس کو قتل کیا جائے اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ آزاد آزاد کے بدلے وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ غلام غلام کے بدلے وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى اور عورت، عورت کے بدلے۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی کمی اونچے خاندان کے آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو ایک کے بدلے دو قتل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے جس نے قتل کیا ہے حُر ہے تو حُر کے بدلے ایک ہی آئے گا۔

اسی طرح بعض خاندان ایسے تھے کہ اگر ان کے غلاموں کو قتل کیا جاتا تو کہتے تھے کہ اگرچہ یہ ہمارا غلام ہے مگر ہماری ذات تو اونچی ہے نا اس واسطے ہم نے تمھارے دو غلام قتل کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو کا حق نہیں ہے۔ ایک غلام کے بدلے ایک غلام ہی قتل کیا جائے۔ اسی طرح عورت کے بدلے عورت۔ یہاں بھی اس طرح کرتے تھے کہ چوں کہ ہمارا خاندان بڑا اور اُونچا ہے اور تمھاری عورت نے ہماری عورت کو قتل کیا ہے لہٰذا ہم تمھاری دو عورتیں قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ تم

بے قصور کو ساتھ قتل کردو کہ ایک کی جگہ دو قتل کرو۔

اب دیکھو! ایسا ہوتا ہے کہ بیٹا نادانی کرتا ہے باپ کو علم بھی نہیں ہوتا یا دوسرے بھائی کو علم بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے بھائی نے کیا شرارت کی ہے۔ تو اب اس بے گناہ کو قتل کرنے کا کیا معنیٰ ہے؟ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ پس جس کو معاف کردیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ پس پیچھے پڑنا ہے عمدگی کے ساتھ۔ مثال کے طور پر وارثوں نے کہا کہ ہم قصاص نہیں لینا چاہتے ہمیں تم دیت دے دو۔ تو فرمایا کہ اگر معافی مل گئی قصاص سے تو پیچھے پڑنا ہے عمدگی کے ساتھ کہ یہ جو رقم تم نے لینی ہے تو لیتے وقت تم سختی نہ کرو اور ادا کرنے والا وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ وہ بھی عمدگی کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ وعدے کے مطابق ادا کردے تاکہ بات آگے نہ بڑھے ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ تمھارے رب کی طرف سے تخفیف ہے وَرَحْمَةٌ اور تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ پس جس نے تجاوز کیا اس کے بعد فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ پس اس کے واسطے عذاب ہوگا دردناک۔ اس واسطے کہ قاتل سے دیت بھی لے لی اور پھر اس کو قتل بھی کردیا یہ اس کی زیادتی ہے۔ یا جس نے دیت اپنے ذمہ لی ہے وہ اس میں ان کو خوار کرتا ہے دیت نہیں دیتا ٹال مٹول کرتا ہے یہ بھی زیادتی ہے۔ تو جو بھی زیادتی کرے گا فرمایا اس کے واسطے دردناک عذاب ہے وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ اور تمھارے واسطے قصاص میں زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم قتل سے بچو۔

اسلامی قوانین کے فوائد :

اسلام کا ضابطہ یہ ہے کہ جس مقام پر جمعہ کی نماز ہوگی ایسی بستی میں ایک قاضی جو

قتل تک کے فیصلے کرے، مقرر کرنا پڑے گا تاکہ لوگوں کو دور دراز نہ جانا پڑے۔

نمبر ۲۔ شریعت میں کسی عرضی نویس کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ اگر خود لکھ سکتا ہے تو سادے کاغذ پر لکھ کر جج کے سامنے چلا جائے۔ اور اگر لکھنا نہیں جانتا تو زبانی بیان کرے وکیل کی بھی ضرورت نہیں۔ اب عرضی نویس کے پاس جاؤ گے تو وہ کھال اُتاریں گے پھر تمھیں وکیل کرنا پڑے گا بچی ہوئی چمڑی وہ اُتار لے گا۔ پھر کہیں جا کر جج کے پاس مقدمہ پیش ہوگا اور تاریخوں پر تاریخیں پڑیں گی۔

کل اخبار میں تھا کہ ایک آدمی کو گیارہ سال ہو گئے ہیں جیل میں پڑا ہوا ہے اور ابھی تک پیشی بھی نہیں ہوئی۔ تو اس کی زندگی تو وہیں ختم ہو گئی۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ مجرم ہے یا نہیں۔ تو اسلام میں نہ پکے کاغذ ہوں گے نہ عرضی نویس کی تحریر ضروری ہوگی نہ وکیل کی ضرورت ہوگی خود بہ خود جج کے پاس پہنچے گا وہ سنے گا۔ اگر اس نے گواہ پیش کر دیئے اور وہ مطمئن ہو گیا تو ابھی مقتول کی لاش نہیں اُٹھے گی قاتل کا سر اُتار دیا جائے گا۔ تو اب جس آدمی کو معلوم ہو کہ میری گردن بھی اُتر جائے گی تو وہ قتل کا اقدام نہیں کرے گا۔ یہاں تو شیطان کی آنت سے لمبے مقدمے چلتے ہیں اور رشوتیں چلتی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قصاص میں تمھارے واسطے زندگی ہے اے عقل مندو! لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ　تاکہ تم بچ جاؤ۔ سعودیہ میں بھی اس وقت مکمل اسلام نافذ نہیں ہے۔ اور اگر مکمل نافذ ہے تو وہ طالبان (افغانستان) کے علاقے میں ہے۔ اللہ کرے کہ وہ مزید کامیابیاں حاصل کریں۔ لیکن یورپ کی دنیا یہ بدباطن لوگ ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے سکول بند کر دیئے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ کالج بند کر دیئے ہیں۔ ان کو بدنام کرنے کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ تاہم سعودیہ میں یہ ہے

کہ قصاص لیا جاتا ہے۔

دوسرا حکم ہے مرنے والے کا وارثوں کے لیے اپنے مال میں وصیت کرنا۔ اور یہ حکم پہلے تھا اب منسوخ ہو گیا ہے۔ اُس وقت وراثت کے احکام نافذ نہیں ہوئے تھے۔ چوتھا پارہ سورۃ النساء میں وراثت کے احکام ہیں۔ کہ مرنے والے کے باپ کا یہ حق ہے، ماں کا یہ حق ہے، بیوی کا یہ حق ہے، بیٹے کا یہ حق ہے۔ اور یہ حکم پہلے کا ہے اس وقت یہ حق نازل نہیں ہوئے تھے۔ تو پہلے کیا حکم تھا؟

فرمایا کُتِبَ عَلَیۡکُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الۡمَوۡتُ تم پر لکھا گیا ہے، فرض کیا گیا ہے کہ جس وقت تم میں سے کسی پر موت کا وقت آئے اِنۡ تَرَکَ خَیۡرَا۔ۨ خیر سے مراد مال ہے۔ یعنی اگر اُس نے مال چھوڑا ہے تو الۡوَصِیَّۃُ تو لکھی گئی ہے وصیت۔ اور وصیت کس کے حق میں کرنی ہے؟ فرمایا لِلۡوَالِدَیۡنِ کہ میری ماں اس مال میں سے اتنا دے دینا اور باپ کو اتنا دے دینا وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ اور جتنے شرعی وارث ہیں چچے کو اتنا دے دینا، اور فلاں کو اتنا دے دینا۔ اور اب وراثت کا حکم نازل ہو چکا ہے اور رب نے خود متعین کر دیا ہے بِالۡمَعۡرُوۡفِ اچھے طریقے سے۔

وصیت کے بعض احکام :

اور اب حکم یہ ہے کہ لَا وَصِیَّۃَ لِلۡوَارِثِ پہلے شرعی وارث کے حق میں آدمی وصیت کر سکتا تھا اب وصیت نہیں کر سکتا۔ غیر وارث کو وصیت کر سکتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی کے پاس تین لاکھ روپیہ ہے۔ تو تین لاکھ میں سے تیسرے حصے میں وصیت کر سکتا ہے وارثوں کی اجازت کے بغیر۔ کیوں کہ شریعت نے اس کو اجازت دی ہے اپنی جائیداد میں سے تیسرے حصے کی وصیت کر سکتا ہے چاہے وہ منقولہ ہو یا غیر

منقولہ۔ باقی جو دو حصے ہیں وہ وارثوں کے ہیں۔ ان کی اجازت کے بغیر ان میں وصیت نہیں کرسکتا۔ وصیت یہ ہے کہ اتنا مال مسجد پر خرچ کردینا، اتنا مدرسے پر خرچ کردینا، اتنا فلاں غریب کو دے دینا جو بھی جائز قسم کی وصیت ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ پرہیزگاروں کے ذمہ اُس وقت لازم تھا فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے وصیت کو بدل دیا بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے اس کو سُن لی بات فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ پس پختہ بات ہے کہ اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ان لوگوں پر ہے جنھوں نے اس کو بدل دیا۔ مثلاً: وصیت کرنے والے نے وصیت کی کہ یہ رقم تم نے مسجد یا دینی مدرسہ پر لگانی ہے لیکن پچھلوں نے مشورہ کیا کہ ہماری گلی بڑی خراب ہے اس پر لگادو یا ہمارا راستہ بڑا خراب ہے اس پر لگادو یا بیت الخلاء کی ضرورت ہے لوگوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اس پر لگادو اس کے مجاز نہیں ہیں۔ یعنی اس نے جو وصیت کی ہے اس کو بدلنے کے مجاز نہیں ہیں۔ مسجد کا کہا ہے تو مسجد میں لگاؤ، دینی مدرسہ کہا ہے تو دینی مدرسہ پر لگاؤ، قبرستان کے لیے وصیت کی ہے تو قبرستان میں لگاؤ، یتیم خانے کے لیے کہا ہے تو یتیم خانے میں لگاؤ۔ جو جائز کام اس نے کہے ہیں تم ان کو بدلنے کے مجاز نہیں ہو۔

اسی کا ذکر ہے فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ پس جس نے اس وصیت کو بدلا بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ بعد اس کے کہ اس نے سُن لی تھی فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ تو بے شک اس کا گناہ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ اُن لوگوں کے ذمے ہے جنھوں نے اس کو بدلا ہے اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا ہے عَلِيْمٌ اور تمھارے ارادوں کو بھی جانتا ہے فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا پس جس نے خوف کیا وصیت کرنے والے سے کج روی کا۔ مثلاً: جہالت کی وجہ سے تیسرے حصہ سے زائد میں وصیت کر گیا اَوْ اِثْمًا یا گناہ کی وصیت کی۔

جیسا کہ اوکاڑہ کے قریب ایک بوڑھے نے فوت ہونے سے پہلے وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کنجریاں بھی ناچیں گی، بھانڈ بھی گائیں گے، ڈھول باجے بھی ہوں گے۔ اور اس کام کے واسطے اُس نے رقم بھی مختص کی۔ اور یہ خبر باقاعدہ اخبارات میں آئی تھی۔ ایسے جاہل لوگ بھی موجود ہیں۔ اگر ایسی ناجائز وصیت کو بدل دے تو اس بدلنے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

یا جس طرح فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میرے مرنے کے بعد تم نے مولوی، قاری بلا کر قرآن پڑھانا ہے اور کچھ رقم مختص کر کے کہے کہ یہ اُن کو دینی ہے تو یہ وصیت باطل ہوگی۔ کیوں کہ میت کے لیے اگر قرآن شریف اُجرت پر پڑھا جائے تو پڑھنے والا بھی گناہ گار اور پڑھانے والا بھی گناہ گار اور اس کا ثواب بھی باطل ہے۔ اس واسطے فرمایا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ پس وہ جس کی وصیت کی گئی ہے وہ اُن کے درمیان اصلاح کر دے یعنی رقم کو اچھی جگہ پر خرچ کر دے فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمُ لکھے اور فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے كَمَا كُتِبَ جیسے لکھے گئے تھے عَلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں پر مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے تھے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ دن ہیں گنتی کے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا پس جو شخص تم میں سے مریض ہو اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہو فَعِدَّةٌ پس گنتی پوری کرے مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ

دوسرے دنوں سے وَعَلَى الَّذِيْنَ اور اُن لوگوں پر يُطِيْقُوْنَهٗ جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدْيَةٌ فدیہ ہے طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ایک مسکین کی خوراک کا فَمَنْ تَطَوَّعَ پس جو شخص خوشی کے ساتھ کرے خَيْرًا نیکی فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے وَاَنْ تَصُوْمُوْا اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ تمھارے واسطے بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے شَهْرُ رَمَضَانَ مہینہ رمضان کا الَّذِيْٓ وہ ہے اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ جس میں نازل کیا گیا قرآن هُدًى جو ہدایت ہے لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں حاضر ہوا فَلْيَصُمْهُ پس اس کو روزے رکھنے چاہئیں وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اور جو شخص بیمار ہے اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّةٌ پس گنتی ہے مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ دوسرے دنوں کی يُرِيْدُ اللّٰهُ ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ بِكُمُ تمھارے بارے میں الْيُسْرَ آسانی کا وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اور نہیں ارادہ کرتا تمھارے بارے میں تنگی کا وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ اور تاکہ تم پوری کرو گنتی وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ اور تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی عَلٰى مَا اُن نعمتوں پر هَدٰىكُمْ جو رب

نے تمھیں نصیب فرمائیں، ہدایت دی وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ اور تاکہ تم شکرادا کرو۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں پر جو عبادات لازم فرمائی ہیں ان میں سے ایک روزہ بھی ہے۔ رمضان المبارک کے روزے ہر اس مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہیں جو تندرست ہو اور گھر میں مقیم ہو۔ تو اللہ تعالیٰ مومنوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو كُتِبَ عَلَيْكُمْ تحریر کیے گئے رب کی طرف سے فرض کیے گئے تم پر الصِّيَامُ روزے۔ روزہ فرض ہے اور جو شخص رمضان کے روزے کا انکار کرے وہ پکا کافر ہے۔ اور روزے کو تسلیم کرتے ہوئے نہیں رکھتا تو گناہ گار ہے۔ اور اسی طرح تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے۔ تفصیل تو ہمیں معلوم نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد واضح کرتا ہے کہ پہلے لوگوں پر بھی روزے تھے، کسی پر کم اور کسی پر زیادہ۔ یہ روزے تم پر کیوں فرض کیے گئے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم متقی، پرہیز گار بن جاؤ۔

روزے سے تقویٰ کیسے آئے گا؟

اب بندہ روزے سے کس طرح متقی بنے گا؟ اگر انسان انسان ہے تو تھوڑی سی توجہ سے آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ رمضان کریم کے مہینے میں پَو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک اس کے لیے پانی بھی حرام اور رزق بھی حرام اور بھی جائز چیزیں ساری حرام۔ جب کہ صبح صادق سے پہلے بھی جائز تھیں، کھاتا تھا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کے لیے جائز ہیں کھائے گا۔ اس دوران میں یہ چیزیں کیوں حرام ہیں؟

اس لیے کہ رب تعالیٰ کا حکم ہے تم پو پھٹنے کے بعد غروب آفتاب تک نہیں کھا سکتے۔ جو اس نکتے کو سمجھے گا تو وہ ضرور غور کرے گا کہ جس رب نے یہ چیزیں چند گھنٹوں کے لیے حرام فرمائی ہیں تو وہ پیزیں جو رب نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ یعنی جو چیزیں رب تعالیٰ نے بارہ مہینے حرام فرمائی ہیں وہ بھی تو مجھے ماننی پڑیں گی۔ اس بارے میں بخاری شریف میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ الْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ جس آدمی نے زبانی طور پر جھوٹ نہ چھوڑا اور نہ عملی طور پر جھوٹ چھوڑا تو رب تعالیٰ کو اس کے روزے کی کوئی ضرورت نہیں کہ کیوں اس نے کھانا پینا چھوڑا ہے۔ جو چیز حرام ہے مثلاً: جھوٹ، وہ تو بولے جا رہا ہے۔ اور عملی طور پر جو جھوٹ ہے وہ کیے جا رہا ہے تو کھانے پینے سے گریز کرتا ہے اس کا کیا فائدہ؟

جھوٹ جس طرح قولاً ہوتا ہے اسی طرح عملاً بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کسی کی ڈاڑھی سفید ہے، سر سفید ہے، مرد ہے یا عورت۔ وہ اگر سفید رکھیں تو یہ بھی جائز ہے اور اگر وہ مہندی لگائیں تو یہ بھی سنت ہے۔ اور اگر وہ خضاب لگائیں، ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کالا کریں تو یہ عملی جھوٹ ہے۔ کیوں کہ بال تو سفید ہیں اور اس نے کالے کیے ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے جو کہ نسائی شریف میں ہے کہ قیامت کے قریب کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ وہ بال کالے کریں گے۔ فرمایا جنت کی خوش بو بھی نہیں سونگھ سکیں گے۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آئے گی۔ تو خضاب لگانا مرد کے لیے بھی اور عورت کے لیے بھی حرام ہے۔ اسی طرح فریب، مکر یہ عملی جھوٹ ہیں۔

تو جس شخص نے روزے کی حقیقت سمجھی وہ یقیناً ان چیزوں کی حقیقت بھی سمجھے گا

اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ یہ روزے تمھارے واسطے گنتی کے دن ہیں۔ انتیس یا تیس دن ہوں گے، نہ اٹھائیس کا مہینہ ہوتا ہے اور نہ اکتیس کا۔ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو مگر بیمار کیسا۔ وہ بیمار کہ اس کا مزاج اور طبیعت خدا خوفی کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرے کہ میرے اوپر جو بیماری کا حملہ ہوا ہے اس میں میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ خود انسان کا نفس بھی مفتی ہے۔ بعض اوقات کچھ مقام ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی پر اچانک حملہ ہوتا ہے اور وہاں سے ڈاکٹر اور حکیم دور ہوتے ہیں آدمی وہاں نہیں پہنچ سکتا تو خود شریعت نے اسے مفتی بنایا ہے کہ وہ خود فیصلہ کرے کہ یہ جو بیماری کا میرے اُوپر حملہ ہوا ہے اس کی وجہ سے میں روزہ نہیں رکھ سکتا اور قیامت کو سامنے رکھے کہ کل رب تعالیٰ کو جواب دینا ہے اور میں رب تعالیٰ کو کہہ سکوں گا کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے کہ میرے اوپر ایسی بیماری نے حملہ کیا تھا کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا تھا۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ میرے اس عذر کو اللہ تعالیٰ قبول کر لے گا تو روزہ چھوڑ دے۔ یا ایسا بیمار ہو کہ جس کے بارے میں حکیم اور ڈاکٹر یہ کہیں کہ اس بیماری میں اس کے لیے روزہ صحیح نہیں ہے۔ اور حکماء اور ڈاکٹروں کے لیے تین شرطیں ہیں:

- پہلی شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مسلمان ہوں غیر مسلم ڈاکٹر اور حکیم کی بات شرعی طور پر حجت نہیں ہے۔
- دوسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر خود نماز اور روزے کے پابند ہوں، فاسق کی بات شرعاً حجت نہیں ہے۔
- تیسری شرط یہ ہے کہ حکیم اور ڈاکٹر مستند ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ باپ دادا کی شیشیاں اکٹھی کر کے حکیم، ڈاکٹر بن گیا ہو۔ پھر جو روزے چھوڑے گا ان کے بارے میں آگے

ذکر آتا ہے کہ ان کی قضا کرنا پڑے گی۔ اور یاد رکھنا! ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔ آج اس زمانے میں کون سا آدمی ہے جو بالکل تندرست ہو۔ کھادوں والی خوراکیں ہیں۔ پھر ہر چیز میں ملاوٹ ہے کوئی چیز خالص نہیں ملتی۔ اور ہم ہیں بھی تن آسان کہ بدن سے کام نہیں لیتے۔ بدن حرکت بھی نہ کرے اور خوراک بھی کھادوں والی ہو تو بیمار تو ہونا ہے۔ اور دوائی بھی خالص نہیں ملتی۔ تو ایسے دور میں بہت کم لوگ ہیں جو تندرست ہیں لہٰذا ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا صرف وہ روزہ چھوڑ سکتا ہے جس کو روزے کی وجہ سے تکلیف ہو مذکورہ شرطوں کے ساتھ۔

مسافر روزہ رکھ بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے :

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا بندہ سفر پر ہو۔ اور شرعی طور پر سفر اڑتالیس میل ہے۔ چاہے وہ سفر بس کا ہو، کار کا ہو یا گاڑی کا ہو، چاہے پیدل ہو۔ یک طرفہ سفر اڑتالیس میل۔ لیکن اگر سفر میں مسافر روزہ رکھ سکتا ہے تو بہتر ہے کیوں کہ اس کی اجازت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ مسافر کے لیے روزہ چھوڑنا فرض ہے لہٰذا رکھے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔ کیوں کہ مسلمانوں کے ساتھ مطابقت بھی ہو جائے گی اور رمضان المبارک کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے گی۔

نماز اور روزے کا تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر یک طرف سفر اڑتالیس میل ہو تو مسافر کو چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنا پڑتی ہیں۔ اگر چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ مثلاً: ظہر کی چار یا عصر کی چار پڑھے گا یا عشا کی چار پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی سفر میں چار رکعت ثابت نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہی پڑھی ہیں۔ اور روزے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر میں رکھے بھی ہیں

اور چھوڑے بھی ہیں۔

۸ھ رمضان المبارک میں فتح مکہ کا سفر تھا۔ قدید ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں پہنچنے تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روزے رکھے۔ حالانکہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ انگریزی میلوں کے حساب سے تین سو گیارہ میل ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ گرمی بہت ہے اور بعض لوگ بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کے بعد سب کے سامنے پیالے میں پانی لے کر پیا اور فرمایا کہ تم روزہ توڑ لو اور آج کے روزے کی قضا کر لینا۔ نماز کے بارے میں بھی یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام مقیم ہے تو اس کے پیچھے چار رکعت پڑھنی ہے۔

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ اگر وہ سفر پر ہے تو اس کو دوسرے دنوں کی گنتی پوری کرنی پڑے گی۔ رمضان کریم کے بعد جب تندرست ہو جائے اور سفر سے واپس آ جائے تو جتنے روزے چھوڑے ہیں اتنے دن روزے رکھے اور جتنے روزے رہ گئے ہیں مسلسل بھی رکھ سکتا ہے اور الگ الگ کر کے بھی۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ایک مسکین کی خوراک ہے۔ اگر کوئی آدمی یا عورت زیادہ بوڑھے ہیں، وہ روزہ نہیں رکھ سکتے۔ وہ ایک مسکین کو شام کے وقت اور سحری کے وقت کھانا کھلا دیں جیسا خود کھاتے ہیں اور اگر کچا راشن دینا چاہیں تو اتنا دیں کہ وہ ہر مسکین کی خوراک بن سکے۔ کیوں کہ یہاں پر چیزوں کا بھاؤ کچھ ہے اور گوجرانوالا میں کچھ اور ہوگا اور لاہور میں کچھ اور ہوگا۔ بہر حال اتنا ہو کہ مسکین کی دو وقت کی خوراک ہو جائے۔ اسی طرح اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ اس کی بیماری سے شفایابی عادتاً نہیں ہوتی مثلاً: ٹی۔ بی کے تیسرے،

چوتھے مرحلے پر پہنچ چکا ہو تو وہ بھی روزہ چھوڑ سکتا ہے۔ اور جو بیمار تندرست ہو سکتا ہے وہ باقاعدہ قضا کرے گا۔ اور اگر کسی نے اس ذہن سے روزے چھوڑے کہ میں تندرست نہیں ہو سکتا اور فدیہ بھی دے دیا۔ پھر رب تعالیٰ نے اس کو تندرستی دے دی تو یہ روزے پھر بھی اسے قضا کرنا پڑیں گے۔ اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔ کیوں کہ یہ فدیہ مشروط تھا کہ اس کو صحت نہیں ہوگی اور رب تعالیٰ نے اس کو صحت دے دی، لہٰذا روزے رکھنا پڑیں گے اور ہر بیمار روزہ نہیں چھوڑ سکتا۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ نماز، روزہ، عشر، زکوٰۃ وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ کروڑ مرتبہ بھی توبہ کرنے سے یہ معاف نہیں ہوتیں جب تک حساب کر کے ان کی قضا نہ کر لو۔ فَمَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا پس جس نے دل کھول کر نیکی کی کہ ایک کی جگہ دو کو کھانا کھلایا فَهُوَ خَيۡرٌ لَّهٗ پس وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ یا تھوڑی رقم کی جگہ زیادہ دے دی تاکہ فراخی سے وہ کھائے تو بہت اچھا ہے وَاَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ اور یہ کہ تم خود روزہ رکھو یہی تمھارے حق میں بہتر ہے اگر طاقت ہو۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اگر تم جانتے ہو۔

رمضان المبارک میں سارے قرآن کے نزول کا معنیٰ :

فرمایا شَهۡرُ رَمَضَانَ رمضان کا مہینہ الَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ وہ مبارک مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کریم اُتارا گیا ہے۔ قرآن کریم رمضان کریم کی آخری راتوں میں سے جو طاق رات ہے اس میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک مقام ہے جس کا نام ہے بیت العزت اور بیت العظمت۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں مکمل قرآن پاک نازل فرمایا۔ یہاں پر نزول سے مراد یہ ہے۔ پھر اس بیت العزت اور بیت العظمت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر تیئس سالوں میں نازل ہوتا رہا

ہے۔ سب سے پہلے جبل نور کی چوٹی پر جس کو پہلے فاران کہتے تھے۔ یعنی پہلی کتابوں میں جبلِ نور کا نام جبل فاران ہے اور اب اس کو جبل نور کہتے ہیں۔ اس کی چوٹی پر غار حرا میں سورۂ اقرأ کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اور قرآن پاک کی آخری وحی، ہجرت کا دسواں سال، ذوالحجہ کا مہینہ اور اس کی نو تاریخ، جمعہ کا دن اور عصر کا وقت تھا یہ آیت نازل ہوئی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اس کے بعد اور وحی تو نازل ہوتی رہی ہے لیکن قرآن کریم کا کوئی حصہ نازل نہیں ہوا۔

ھُدًی لِّلنَّاسِ یہ قرآن پاک لوگوں کے لیے ہدایت ہے مگر وہ شخص کہ جو خالی الذہن ہو اور اگر اور چیزوں سے دماغ بھرا ہوا ہو تو پھر مشکل ہے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پیالہ خالی ہے اس میں تم ہیرے اور موتی ڈالو تو آئیں گے۔ اور اگر پیالہ خشک گوبر سے بھرا ہوا ہو تو موتی نیچے گر جائیں گے۔ معاف کرنا ہمارے دل اس وقت گناہوں کے گوبر سے بھرے ہوئے ہیں اس واسطے صحیح بات ہمارے برتن میں نہیں آتی، نیچے گر جاتی ہے۔ اگر ہمارے برتن خالی ہوں تو پھر یہ موتی ضرور اس میں آسکتے ہیں۔ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی اور ہدایت کی واضح دلیلیں ہیں وَالْفُرْقَانِ اور یہ قرآن پاک حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی کتاب ہے فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے میں گھر میں موجود ہو فَلْیَصُمْہُ اس کو روزہ رکھنا چاہیے وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اور جو بیمار ہے اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہے فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں کی۔ جتنے روزے سفر میں یا بیماری میں چھوڑے ہیں اتنے اس کو رکھنے پڑیں گے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ اللہ تعالیٰ تمھارے بارے میں آسانی کا

ارادہ فرماتے ہیں۔ دیکھو! یہ کتنی آسانی ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ چاہے بیمار ہو روزے رکھو چاہے مرجاؤ۔ اسی طرح سفر میں بھی اجازت دی ہے۔ اگر تنگی کا حکم دیتا تو فرماتا چاہے مرجا روزہ رکھ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ اور تمھارے بارے میں رب تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی عبادت لازم نہیں فرمائی کہ جس میں تم تنگی محسوس کرو وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ یہ دوسرے دنوں میں روزہ قضا کرنے کا حکم اس واسطے ہے تاکہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو۔ جتنے روزے تم نے بیماری یا سفر میں چھوڑے ہیں وہ رکھ لو تاکہ تمھارے روزے انتیس یا تیس پورے ہوجائیں وَلِتُکَبِّرُوا اللہَ اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو عَلٰی مَا ھَدٰىکُمْ اُس چیز پر جو رب نے تمھیں ہدایت دی ہے۔

ہر وقت رب تعالیٰ کی حمد و ثنا ہونی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار کلمے بڑے بہترین ہیں سُبْحَانَ اللہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ اللہُ اَکْبَرُ ہر وقت پڑھتے رہنا چاہیے وضو ہو یا نہ ہو۔ اور عورتیں ان دنوں میں بھی پڑھ سکتی ہیں جن دنوں میں ان کو نماز کی معافی ہے۔ نماز نہیں پڑھ سکتیں مگر درود شریف پڑھ سکتی ہیں، رب تعالیٰ کا ذکر بھی کرسکتی ہیں وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ اور تاکہ تم رب تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ظاہری باطنی تکلیفیں دور فرمائی ہیں اور تمھیں ہدایت نصیب فرمائی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳/۶/۷

وَاِذَا سَاَلَكَ اور جب پوچھتے ہیں آپ سے عِبَادِىْ میرے بندے عَنِّىْ میرے بارے میں فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ پس بے شک میں قریب ہوں اُجِيْبُ میں قبول کرتا ہوں دَعْوَةَ الدَّاعِ پکارنے والے کی پکار کو اِذَا دَعَانِ جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ اور ایمان لائیں مجھ پر لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تا کہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں اُحِلَّ لَكُمْ حلال کر دیا گیا

الرَّفَثُ بے پردہ ہونا لَيْلَةَ الصِّيَامِ روزوں کی راتوں میں ہے تمھارے لیے
پردہ ہونا اِلٰی نِسَآئِكُمْ اپنی بیویوں کے ساتھ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وہ
لباس ہیں تمھارا وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ اور تم لباس ہو ان کا عَلِمَ اللّٰهُ
اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنَّكُمْ بے شک تم كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ
خیانت کرتے ہو اپنی جانوں کے ساتھ فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس رجوع فرمایا
اللہ تعالیٰ نے تم پر وَعَفَا عَنْكُمْ اور درگزر کر دیا تم سے فَالْئٰنَ
بَاشِرُوْهُنَّ پس اب تم مباشرت کرو ان سے وَابْتَغُوْا اور تلاش کرو
مَا اس چیز کو كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ جو لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے
لیے وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ یہاں تک کہ
نمایاں ہو جائے تمھارے لیے الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ سفید دھاگا مِنَ الْخَيْطِ
الْاَسْوَدِ سیاہ دھاگے سے مِنَ الْفَجْرِ فجر سے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ
پھر پورا کرو تم روزے کو اِلَى الَّيْلِ رات تک وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ اور تم
مباشرت نہ کرو ان عورتوں سے وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ جب ہو تم اعتکاف بیٹھنے
والے فِي الْمَسٰجِدِ مساجد میں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی
حدیں ہیں فَلَا تَقْرَبُوْهَا پس تم ان کے قریب نہ جاؤ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اٰيٰتِهٖ اپنے احکام
لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اور نہ کھاؤ تم اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ ایک دوسرے کا مال آپس میں بِالْبَاطِلِ ناحق طریقے سے وَتُدْلُوْا بِهَآ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال اِلَى الْحُكَّامِ حاکموں کے پاس لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ تاکہ کھاؤ تم کچھ حصہ لوگوں کے مالوں میں سے بِالْاِثْمِ ناحق طور پر وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو۔

ماقبل سے ربط :

اس سے پہلے ذکر تھا وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ "اور تاکہ تم بڑائی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھیں طریقہ سکھلایا ہے۔" اب یہاں اس بڑائی بیان کرنے کے آداب بتائے جارہے ہیں کہ زور زور سے پکارنے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ رب تعالیٰ قریب ہے۔ اس کو خشوع اور عاجزی کے ساتھ آہستہ ہی پکارو۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ربط کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی رمضان المبارک کے متعلق بعض احکام میں نرمی اور سہولت کا ذکر ہے اور اس کے بعد بھی اسی کا ذکر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال پر توجہ اور مہربانی فرماتا ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے اور دعا کو قبول کرنے کا ذکر فرمایا۔

رمضان المبارک میں بندوں کے نیک اعمال اور دعاؤں کی طرف توجہ عام حالات کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے اس لیے یہاں بتادیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے اس کو جب بھی پکارو وہ تمھاری دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے۔

اللہ ذات وصفات ہر لحاظ سے قریب (ہر جگہ) ہے:

اس آیت کے شانِ نزول کے بارے میں تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک دیہاتی نے پوچھا اَقَرِیْبٌ رَبُّنَا فَنُنَاجِیْهِ "کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم اس کو آہستہ پکاریں اَمْ بَعِیْدٌ فَنُنَادِیْهِ یا دور ہے کہ ہم اس کو زور زور سے پکاریں۔" تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اور جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ بے شک میں قریب ہوں۔

ایک روایت میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور علیہ السلام سے پوچھا اَیْنَ رَبُّنَا "ہمارا رب کہاں ہے؟" تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔

اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور دعا کرنے میں اصل یہ ہے کہ آہستہ پکارا جائے اس لیے کہ قرآن کریم میں ہے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً [الاعراف:۵۵] "تم اپنے رب کو عاجزی سے اور آہستہ آہستہ پکارو۔" ہاں جہاں شریعت نے بلند آواز سے پکارنے کا کہا ہے وہاں بلند آواز سے پکارا جائے گا۔ جیسا کہ اذان اور اقامت میں اور ایام تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیرات تشریق اور مُحرِم کا تلبیہ کہنا وغیرہ۔ ہم نے اس مسئلہ کی تفصیل اپنی کتاب حکم الذکر بالجہر میں بیان کردی ہے۔ اس کا مطالعہ کریں۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ اور جب آپ سے پوچھیں میرے بارے میں فَاِنِّیْ

قَرِيبٌ پس بے شک میں قریب ہوں۔ قریب کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ اپنی ذات اور علم وقدرت کے لحاظ سے قریب ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں سورۂ طلاق کے آخر میں ہے وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا "بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔" اور بخاری ومسلم وغیرہ کی روایت ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ ایک غزوہ میں ہم رسول اللہ کے ساتھ تھے اور بلندی پر چڑھتے اور ڈھلوان میں اُترتے اور کسی وادی میں اُترتے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے قریب آئے اور فرمایا لوگو! اپنے آپ پر نرمی کرو فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا اس لیے تم کسی بہرے اور غیر موجود کو تو نہیں پکار رہے اِنَّمَا تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا بلکہ تم تو سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ اَقْرَبُ اِلٰى اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ بے شک وہ ذات جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تمھاری سواری کی گردن سے بھی تمھارے زیادہ قریب ہے۔ اور قرآن کریم سورۃ ق میں ہے: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ "کہ ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔" تو اللہ تعالیٰ ذات اور صفات ہر لحاظ سے قریب ہے۔

اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ میں قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ دعا کی قبولیت کے لیے جن باتوں کا ہونا ضروری ہے اگر آدمی نے ان باتوں کو پورا کیا تو ایسے آدمی کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔

- ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ آدمی حلال رزق کھائے اور حرام کے قریب بھی نہ جائے۔
- اور دوسری بات یہ ہے کہ آدمی گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ دعا کرے۔

یہ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبَلُ دُعَآءً مِنْ قَلْبٍ لَاهٍ غَافِلٍ "بے شک اللہ تعالیٰ غافل اور لہو ولعب میں مشغول دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔" اور دعا کے سلسلے میں اس بات کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ آدمی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے کہ یوں کہنا شروع کرے کہ میں اتنا عرصہ رب تعالیٰ سے دعا کرتا رہا وہ میری دعا قبول ہی نہیں کرتا۔ اور پھر اس خیال سے دعا کرنا ہی چھوڑ دے۔ اور دعا کے قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی دعا رائیگاں نہیں جاتی بلکہ یا تو اللہ تعالیٰ اس کی آرزو کے مطابق اس کو دے دیتے ہیں یا اس کا نعم البدل اس کو مل جاتا ہے یا اس کی دعا آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے۔

فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بندے اپنی دعاؤں کی قبولیت کی درخواست مجھ سے کریں اس لیے کہ ان کی دعاؤں کو قبول کرنے والا میرے سوا کون ہوسکتا ہے۔ اور ایک مطلب یہ ہے کہ جیسے میں ہر وقت ان بندوں کی دعا قبول کرتا ہوں تو بندوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری عبادت کریں اور میرا حکم ماننے سے اعراض نہ کریں بلکہ وہ میرا حکم مانیں۔

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ اور چاہیے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ سیدھی راہ پر آجائیں۔ سیدھی راہ پر آدمی اس صورت میں آسکتا ہے جب اللہ پر ایمان رکھے اور ہر مشکل میں اسی کو پکارے اور اسی کے احکام مان کر زندگی گزارے۔

روزہ کے بعض احکام:

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ حلال کر دیا گیا ہے تمھارے

لیے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا یعنی ان سے ہم بستری کرنا۔

اس رکوع کے شروع میں روزوں کے متعلق ذکر تھا پھر درمیان میں رمضان المبارک کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے اور اس کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہوا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ سے متعلق عقیدہ بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔ اب پھر اسی مضمون کو بیان کیا جارہا ہے جو رکوع کی ابتداء میں شروع کیا گیا تھا اور روزوں سے متعلق بعض اور احکام بیان کیے جارہے ہیں۔

ابتداء اسلام میں قانون یہ تھا کہ رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد کھانا پینا اور بیوی سے ہم بستری کرنا منع تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص روزہ کے افطار کے وقت یا بعد میں سو گیا تو اس کے لیے بھی کھانا پینا اور بیوی کے پاس جانا منع تھا۔

مسند احمد میں روایت ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ جب تک سوتے نہیں تھے اس وقت تک کھاتے پیتے اور بیویوں سے ہم بستری کرتے تھے اور جب کوئی سو جاتا تو پھر یہ چیزیں اس کے لیے منع تھیں۔ اسی دور میں انصار میں سے ایک آدمی حضرت حرمۃ بن قیس رضی اللہ عنہ جو کاشت کار تھے۔ وہ کام کاج سے تھکے ماندے افطار کے وقت گھر آئے اور بیوی سے کہا کیا کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا تیار تو نہیں البتہ میں کچھ انتظام کرتی ہوں۔ جب بیوی کھانا تیار کر کے لائی تو دیکھا کہ ان کی آنکھ لگ گئی اور سو گئے۔ ان کو سویا ہوا دیکھ کر بیوی پریشان ہو گئی اور ان کو بغیر کچھ کھائے پیے اگلے دن کا روزہ رکھنا پڑا۔ جب آدھا دن گزرا تو کمزوری کی وجہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ اس کا ذکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم نازل ہوا کہ تم فجر طلوع ہونے تک کھا پی سکتے ہو۔

اور بخاری شریف میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رمضان کے روزوں کا حکم ہوا تو سارا رمضان بیویوں سے ہم بستری منع تھی مگر کچھ لوگ برداشت نہ کر سکے اور رات کو بیویوں کے پاس چلے گئے اور اپنے آپ سے خیانت کر بیٹھے تو پھر آیت کا یہ حصہ نازل ہوا: عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنی جانوں سے خیانت کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمھاری اس کارروائی کو معاف کر دیا اور تم پر رجوع فرمایا۔

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ تمھارے لیے حلال کر دیا گیا ہے جماع کرنا اپنی عورتوں سے روزوں کی راتوں میں۔ الرَّفَثُ یہ کنایہ ہے جماع سے۔

ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ وہ عورتیں تمھارے لیے لباس ہیں اور تم اُن کے لیے لباس ہو۔

میاں بیوی کے باہمی حقوق:

عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے لیے لباس قرار دیا کہ جس طرح لباس زینت کا باعث ہے اسی طرح یہ بھی ایک دوسرے کے لیے زینت کا باعث ہیں۔ اور جس طرح لباس جسم کو چھپاتا ہے اسی طرح مرد و عورت بھی ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں۔ اور جس طرح مرد لباس سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور عورت لباس سے فائدہ اُٹھاتی ہے اور لباس اور جسم کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح میاں بیوی بھی آپس میں کسی حائل کے بغیر ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اس لیے ان کو ایک دوسرے کے حق میں لباس کہا گیا ہے۔ اور اسی لیے منع کیا گیا کہ عورت اپنی سہیلیوں میں بیٹھ کر مرد کی راز کی باتیں بیان نہ کرے اور مرد کو بھی منع کیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں میں اپنی بیوی کی راز

کی باتیں ہرگز بیان نہ کرے۔

عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اپنے آپ کے ساتھ خیانت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع کیا اور تم سے درگزر کر دیا۔

رمضان المبارک میں رات کو اپنی بیویوں کے پاس جانے کی پابندی کے باوجود بعض لوگ برداشت نہ کر سکے اور بیویوں سے ہم بستری کر بیٹھے۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ یہ حضرات بھی تھے۔ بے شک ان سے یہ لغزش ہوئی مگر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا تو اب کوئی آدمی ان پر طعن کے طور پر ان کی غلطی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ہاں اس قسم کے واقعات بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جہاں بھی غلطی ہوئی اور اس کا بیان قرآن کریم اور احادیث میں ہوا تو ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو معاف کر دینے کا ذکر بھی ہوا ہے۔ اس لیے کوئی شخص بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی غلطیوں کو طعن کے طور پر بیان نہیں کر سکتا۔

فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ پس اب تم ان عورتوں سے مباشرت کر سکتے ہو اور تلاش کرو اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔ میاں بیوی کا مقصد ہم بستری سے صرف شہوت کا پورا کرنا ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ مقصد نسلِ انسانی کی بقاء اور اولاد ہونی چاہیے۔ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا اور کھاؤ اور پیو حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمھارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے فجر سے۔ یعنی فجر طلوع ہو جائے۔ ابتداء میں مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل نہیں ہوا تھا تو بخاری شریف وغیرہ کی روایات میں ہے کہ بعض

حضرات نے اپنی ٹانگوں سے سفید اور کالا دھاگا باندھ رکھا تھا اور پھر رات کو دیکھتے رہتے کہ دونوں دھاگوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے یا نہیں۔

قرآن فہمی کے لیے سنت سے رجوع ضروری ہے :

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ تو میں نے اپنے سرہانے کے نیچے کالا اور سفید دھاگا رکھ لیا اور رات کو دیکھتا رہتا اور جب تک ان دونوں میں فرق نمایاں نہ ہوتا تو میں کھاتا پیتا رہتا۔ پھر میں نے اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا سرہانا تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ ان دھاگوں سے مراد ظاہری دھاگے نہیں بلکہ کالے دھاگے سے مراد رات کی سیاہی اور سفید دھاگے سے مراد صبح کی سفیدی ہے۔ اور پھر مِنَ الْفَجْرِ کا جملہ نازل ہوا کہ رات کی تاریکی سے دن کی سفیدی واضح ہو جائے۔ اور یہ صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے۔ تو اب اس وقت تک کھانے پینے اور جماع کی اجازت ہے خواہ رمضان کا روزہ افطار کر کے آدمی سو جائے یا نہ سوئے۔ ہر حال میں صبح صادق کے طلوع ہونے تک رمضان کی راتوں میں ان چیزوں کی اجازت ہے۔

آپ غور کریں کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عربی زبان کے ماہر تھے انھی کی زبان میں قرآنکریم نازل ہوا اور وہ براہِ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد تھے۔ اس کے باوجود کئی مقامات میں وہ قرآنی آیات کا مفہوم از خود نہ سمجھ سکے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت نہ فرمائی۔ تو آج کے دور میں غلام احمد پرویز اور اس جیسے دیگر ملحد لوگ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم احادیث کے بغیر ہی قرآن کریم کو سمجھ سکتے ہیں۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ پھر تم پورا کرو روزے کو رات تک۔ پہلے روزہ شروع ہونے کا وقت بتایا گیا کہ فجر طلوع ہونے تک کھا پی سکتے ہو اور جب فجر طلوع ہو جائے تو کھانا پینا منع ہے اس لیے کہ روزے کا وقت شروع ہو گیا۔ اب روزے کا آخر وقت بیان کیا جا رہا ہے کہ رات شروع ہوتے ہی روزے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور رات شروع ہوتی ہے جب سورج غروب ہو جائے۔

عورت گھر میں اعتکاف بیٹھے :

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ اور تم ان عورتوں سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مساجد میں اعتکاف بیٹھے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے نیت کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ مرد حضرات مسجد میں اعتکاف بیٹھیں گے اور عورتوں کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں جگہ بنا کر اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک دور میں حالات اچھے تھے۔ مردوں اور عورتوں میں اسلامی غیرت تھی اس لیے اس دور میں عورتیں مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی خواہش رکھتی تھیں اس لیے بعض ازواجِ مطہرات نے مسجد میں خیمے لگائے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرما دیا۔

[بخاری: جلد 1، صفحہ 273]

اور باجماعت نماز پڑھنے کے لیے مساجد میں جاتی تھیں اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وبیوتهن خير لهن کہ ان کے گھر ان کے حق میں زیادہ بہتر ہیں۔ بعد میں حالات درست نہ رہے، خواہشاتِ نفسانیہ کا غلبہ ہو گیا۔ مردوں اور عورتوں میں پہلے جیسی غیرت نہ رہی تو آج کے دور میں عورتوں کو گھر ہی میں اعتکاف کا کہا جائے گا۔ مساجد میں ان کا اعتکاف بیٹھنا فتنہ سے خالی نہیں ہے۔

مرد مساجد میں اعتکاف بیٹھتے ہیں مسجد کے اندر تو عورت سے جماع کیا ہی نہیں جا سکتا اور مسجد سے باہر معتکف صرف قضائے حاجت وغیرہ کے لیے ہی جا سکتا ہے اور حاجاتِ ضروریہ میں جماع شامل نہیں ہے اس لیے جماع کے لیے مسجد سے باہر بھی نہیں جا سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ تم مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہو تو اپنی عورتوں سے ہم بستری نہیں کر سکتے۔ نہ مسجد کے اندر اور نہ مسجد سے باہر۔ اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے ہم بستری ممنوع ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا　یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں پس تم ان کے قریب نہ جاؤ۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ منع کردہ احکام سے روکنے میں یہ کمال مبالغہ ہے کہ ان کے قریب بھی نہ جاؤ تاکہ غفلت سے کہیں ان حدوں کو توڑ ہی نہ دو۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ　اسی طرح کھول کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو لوگوں کے لیے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ احکام بیان کیے ہیں اسی طرح اپنے دیگر احکام بھی صاف اور واضح طور پر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کر کے پرہیزگار بن جائیں۔

رشوت ستانی کی مذمت :

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ　اور نہ کھاؤ تم اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے۔ پہلے اس کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ تو پرہیزگار بننے کے لیے حرام سے بچنا بھی ضروری ہے اس لیے فرمایا کہ کسی بھی باطل اور ناجائز طریقہ سے ایک دوسرے کے مال نہ کھاؤ۔ چوری، ڈاکا، رشوت، خیانت اور سود وغیرہ سب باطل طریقے ہیں ان سے بچو۔

تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے دعا کریں کہ میں مستجابُ الدعا بن جاؤں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں تو وہ میری دعا قبول کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مستجاب الدعا بننا چاہتے ہو تو حرام کے قریب نہ جاؤ۔ اس لیے کہ حرام کا ایک لقمہ کھانے سے آدمی چالیس دن دعا کی قبولیت سے محروم رہتا ہے۔

وَتُدۡلُوۡا بِهَآ اِلَى الۡحُكَّامِ لِتَاۡكُلُوۡا فَرِيۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِثۡمِ اور نہ لے جاؤ تم وہ مال حاکموں کے پاس تا کہ کھاؤ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناحق طور پر۔ عام طور پر دیکھنے میں آیا ہے اور اخبارات میں بھی اس قسم کی خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ ایک فریق نے ناجائز طور پر کسی کی جائیداد پر قبضہ کرنے کے لیے مقدمہ دائر کر دیا ہے اور وکیل کو فیس دے کر یا جج کو رشوت دے کر مقدمہ جیت لیا۔ تو اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا کہ ایسا مت کرو۔ بِالۡاِثۡمِ سے مراد ناجائز طریقہ خواہ جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے طور پر ہو یا کسی اور طریقہ سے وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تمھاری یہ کارروائی ظالمانہ ہے۔

اگر حاکم تمھاری اس غلط کارروائی میں شریک ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم رشوت خور حاکموں کو جانتے ہوئے بھی انھی کے پاس ایسے مقدمات لے کر جاتے ہو تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ کھا لو۔

اور اگر حاکم تمھاری اس کارروائی میں شریک نہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم تو جانتے ہو کہ تم نے دعویٰ غلط اور ناجائز دائر کیا ہے اور حاکم تو بے خبر ہے اور اس نے تو ظاہر کے لحاظ سے فیصلہ دینا ہے اور تم جھوٹی شہادت یا جھوٹی قسم کے ساتھ اپنے دعویٰ کو حاکم

کے سامنے ثابت کر دو تو اس ساری کارروائی کا وبال تم پر ہی پڑے گا اس لیے کہ تم جانتے ہو۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾

يَسْئَلُوْنَكَ سوال کرتے ہیں تجھ سے عَنِ الْاَهِلَّةِ چاندوں کے بارے میں قُلْ کہہ دے هِىَ یہ جو چاند ہیں مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ لوگوں کے وقت پہچاننے کے لیے ہیں وَالْحَجِّ اور حج کے لیے وَلَيْسَ الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ یہ کہ تم آؤ گھروں میں مِنْ ظُهُوْرِهَا ان کے عقب سے نقب لگا کر وَلٰكِنَّ الْبِرَّ اور لیکن نیکی مَنِ اتَّقٰى اس شخص کی ہے جو ڈرتا رہا وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اور آؤ تم

اپنے گھروں میں ان کے دروازوں سے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ وَقَاتِلُوْا اور لڑو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں الَّذِيْنَ ان لوگوں سے يُقَاتِلُوْنَكُمْ جو

تمھارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور تم تجاوز نہ کرو اِنَّ اللّٰهَ

بے شک اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ نہیں محبت کرتا تجاوز کرنے والوں

سے وَاقْتُلُوْهُمْ اور قتل کرو تم ان کو حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ جس جگہ تم

ان کو پاؤ وَاَخْرِجُوْهُمْ اور نکالو تم ان کو مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ

جس جگہ سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ

زیادہ سخت ہے قتل سے وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ اور نہ لڑو تم ان سے عِنْدَ الْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ مسجد حرام کے پاس حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ یہاں تک کہ وہ تم سے

لڑیں اس میں فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ پس اگر وہ لڑیں تمھارے ساتھ فَاقْتُلُوْهُمْ

پس تم ان کو قتل کرو كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اسی طرح بدلہ ہے کافروں کا

فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ کفر اور شرک سے باز آجائیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے وَقٰتِلُوْهُمْ اور لڑو تم ان کے

ساتھ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ

لِلّٰهِ اور ہو جائے دین اللہ تعالیٰ کا فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر وہ باز آجائیں فَلَا

عُدْوَانَ پس نہیں ہے زیادتی اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ مگر ظالموں پر۔

نظامِ شمسی اور قمری :

دنیا میں دو قسم کے حساب چلتے ہیں ۔ ایک شمسی اعتبار سے ، دوسرا قمری اعتبار سے ۔ جو حساب قمری اعتبار سے ہوتا ہے وہ جب نیا چاند نظر آتا مہینہ شروع ہو جاتا ہے اور جب چاند ختم ہو جاتا ہے مہینہ ختم ہو جاتا ہے ۔ آگے نیا مہینہ شروع ہو جاتا ہے ۔ اور دوسرا شمسی اعتبار سے ہے جیسے : جنوری ، فروری ، مارچ وغیرہ لوگ اس سے حساب کرتے ہیں ۔ اور ہندوؤں نے اپنے الگ مہینے بنائے ہوئے تھے ، جیٹھ ہارڑ وغیرہ اور ان کا بھی تعلق سورج کے ساتھ ہے ۔ چاند جب پہلی رات نظر آتا ہے تو پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے ہیں اور دوسرے دن کے چاند کو قمر کہتے ہیں اور جب تیرھویں ، چودھویں ، پندرھویں کا ہو تو اس کو بدر کہتے ہیں ۔ ان تین راتوں کو چاند بڑا واضح ہوتا ہے اور اپنے عروج پر پہنچا ہوتا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت یہ بتاؤ کہ چاند کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے ، کبھی طلوع ہوتا ہے کبھی غروب ہوتا ہے ۔ یہ کیا چیز ہے ؟ تو اس کے بارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۔ اَهِلَّةٌ هِلَال کی جمع ہے ۔ اور هِلَال کے معنیٰ ہیں چاند ۔ یہ تم سے سوال کرتے ہیں ان چاندوں کے بارے میں کہ ہر مہینے چاند چڑھتا ہے کبھی بڑا کبھی چھوٹا ہوتا ہے یہ کیا قصہ ہے ؟ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ ۔ مواقیت میقات کی جمع ہے اور میقات اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے وقت کی شناخت ہو ۔ یہ وقت کی شناخت کے آلات ہیں یعنی ان کے ذریعے سے وقت کی شناخت ہوتی ہے لِلنَّاسِ لوگوں کے واسطے ۔ ان کے ذریعے لوگ عبادات کے اوقات پہچانتے ہیں ۔ مثلاً : روزہ ہے وہ بھی اس سے وابستہ ہے اور حج کا ذکر تو صراحتاً موجود ہے

وَالْحَجِّ اور حج بھی اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح عورتوں کی جو عدت ہے وہ بھی چاند سے وابستہ ہے۔ چاند کے حساب سے ہی لوگ اپنا لینا دینا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ قمری حساب سے دینا چاہیے :

اسی طرح زکوٰۃ کی ادائیگی بھی چاند سے وابستہ ہے۔ بارہا میں نے یہ مسئلہ عرض کیا ہے کہ تم اپنی زکوٰۃ کا حساب چاند کے سال کے ساتھ کرو۔ کیوں کہ جو دوسرا حساب ہے اس لحاظ سے پینتیس چھتیس سالوں کے بعد چاند کا ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ تو ستر بہتر سالوں میں چاند کے دو سال بڑھ جائیں گے اور شمسی کم ہو جائیں گے۔ کئی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے معمر ایسے ہیں کہ ان کی عمر نوے نوے سال ہے اور وہ باقاعدہ زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ پس اگر وہ چاند کے اعتبار سے حساب کریں گے تو سال ضائع نہیں ہوگا ورنہ تقریباً چھتیس سال کے بعد چاند کے اعتبار سے ایک سال بڑھ جاتا ہے تو ایک سال کی زکوٰۃ رہ جائے گی۔ لہٰذا زکوٰۃ چاند کے سال کے حساب سے دینی چاہیے۔

مثال کے طور پر یکم رمضان کو تمھارا سال ختم ہوتا ہے یا یکم شوال کو ختم ہوتا ہے تو ہر سال اس وقت ادا کر دیا کرو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب کو مال ایک ہی مہینے میں نہیں دیتا۔ کسی کو کسی مہینے ملا، کسی کو کسی مہینے ملا۔ تو جس کو جس مہینے میں ملا ہے وہ اسی مہینے میں اگلے سال صاحبِ نصاب ہوگا اور اسی مہینے کے اعتبار سے زکوٰۃ نکالے گا۔ اس واسطے زکوٰۃ کے لیے شریعت نے کوئی مہینہ مقرر نہیں کیا۔ اس واسطے کہ مال کے ہاتھ لگنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ اس لیے مسئلہ یاد رکھو کہ جب اتنا مال تمھارے پاس آجائے کہ جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی بنتی ہو جو اس وقت تقریباً ساڑھے چار ہزار بنتی ہے اور اس شخص پر قرض بھی نہ ہو اور گھر کی ضرورتیں بھی پوری ہیں۔ اب یہ شخص صاحبِ نصاب

ہوگیا۔اس کو چاہیے کہ وہ تاریخ نوٹ کرے کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو میرے پاس ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کی رقم ہوگئی ہے تو آئندہ سال اسی تاریخ کو سال مکمل ہوگا بس اسی وقت زکوٰۃ ادا کردے۔تو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کوئی مہینہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، نہ رمضان کا نہ رجب کا۔

تو فرمایا یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الۡاَهِلَّةِ چاندوں کے بارے میں کہ یہ کبھی چھوٹا ہوتا ہے کبھی بڑا ہوتا ہے۔ یہ قصہ کیا ہے؟ یہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ قُلۡ هِیَ مَوَاقِیۡتُ آپ فرمادیں کہ یہ وقت کی شناخت کے آلے ہیں لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے۔ اور حج بھی اسی کے ساتھ وابستہ ہے کہ جب ذوالحجہ کا چاند ہو تو حج کے دن آگئے۔ نویں تاریخ کو عرفات میں پہنچنا ہے۔ دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخ کو رکن کا طواف کرنا ہے۔طوافِ افاضہ،طوافِ زیارت کرنا ہے۔تو یہ چیزیں چاند کے ساتھ وابستہ ہیں۔ باقی جو نظام شمسی ہے اس کی تاریخوں کا علم تو صرف ان کو یاد رہنا ہے جو پکے حسابی ہیں جن لوگوں نے گھڑیاں رکھی ہوتی ہیں ان سے وقت معلوم کرتے ہیں اور عام لوگ تو تاریخ کے لیے کیلنڈر اور ڈائریاں دیکھتے ہیں یا گھڑی پر دیکھتے ہیں کہ آج کیا تاریخ ہے؟ اور چاند کے اعتبار سے حساب تو ہر آدمی سمجھ سکتا ہے برابر ہے کہ پڑھا ہوا ہے یا ان پڑھ ہے۔

زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم :

پھر فرمایا وَلَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِهَا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب احرام باندھ کر گھر سے چل پڑے اور رقم بھول گئی یا کوئی ضروری چیز، کپڑا وغیرہ بھول گئے اور کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ فلاں ضروری چیز بھول آیا ہوں یاد آگئی اور لینے کے لیے واپس آتے اور احرام بھی باندھا ہوتا تو اب وہ گھر

میں دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے۔ کہتے کہ ہم نے احرام باندھنے کے بعد ابھی تک طواف نہیں کیا تو ان دروازوں سے ہم کس طرح داخل ہوں؟ تو پھر وہ اس طرح کرتے کہ چوروں کی طرح عقبی جانب سے دیوار توڑ کر داخل ہوتے تھے اور اپنا سامان لے لیتے اور چلے جاتے تھے۔

اب دیکھو! رب نے عقل دی ہے آدمی سوچے کہ اس کا فائدہ کیا ہے؟ بھئی! تم انسان ہو بھول گئے ہو تو دروازے سے داخل ہو اپنی چیز اُٹھا لو اور سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ یہ کیا مسئلہ ہے کہ میں نے احرام باندھا ہے اور ابھی تک طواف نہیں کیا لہٰذا دروازے سے اگر داخل ہوا تو گناہ گار ہو جاؤں گا۔ اور اگر کوئی دروازے سے داخل ہوتا تو اس کو وہ بُرا سمجھتے تھے۔

چنانچہ اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک صحابی کوئی چیز بھول گئے۔ کچھ سفر کرنے کے بعد یاد آیا کہ میں تو بڑی اہم چیز گھر چھوڑ آیا ہوں اور تھے بھی قافلے کے ساتھ۔ اس لیے جلدی جلدی آئے کہ قافلے سے رہ نہ جاؤں اور دروازے سے داخل ہوئے، اپنا سامان لیا اور جلدی سے واپس چلے گئے قافلے کے ساتھ مل گئے۔ محلے والوں نے شور ڈالا کہ دیکھو عقبی جانب سے نہیں آیا، دروازے سے آیا ہے اور دروازے سے نکل گیا ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَيْسَ الْبِرُّ اور نہیں ہے نیکی بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا یہ کہ تم گھر میں عقبی جانب سے سوراخ کر کے آؤ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى لیکن نیکی ان کی ہے جو رب سے ڈرتے ہیں کیوں کہ نیکی رب تعالیٰ کے حکم ماننے میں ہے، رسم ورواج میں کوئی نیکی نہیں ہے وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا اپنے گھروں میں دروازوں سے آؤ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

تا کہ تم کامیابی اور فلاح پاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرو جو کہ عین فطرت کے مطابق ہیں۔

تذکرۂ صلح حدیبیہ اور لڑائی کی مشروط اجازت :

آگے دوسرا مسئلہ ہے۔ وہ یہ کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تقریباً پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مکہ مکرمہ عمرہ کرنے کے لیے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلنے سے پہلے ایک خواب بیان فرمایا تھا جس کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے۔ وہ خواب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے ہیں، بیت اللہ کا طواف اور صفا مروہ کی سعی کی ہے اور پھر کچھ لوگ سر منڈا رہے ہیں اور کچھ بال کتروا رہے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خواب کا تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا تو وہ بیت اللہ شریف کی محبت میں بے تاب ہو گئے اور اُنھوں نے یہی سمجھا کہ عن قریب بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوگی اور ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ کیوں کہ حج ابھی فرض نہیں ہوا تھا۔ کیوں کہ یہ بات ۶ ھ کی ہے اور اس وقت عمرہ ہی کیا جاتا تھا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی مکہ والوں سے بدر، احد اور خندق کی لڑائیاں ہو چکی تھیں۔ بدر کی لڑائی ہجرت کے دوسرے سال اور اُحد کی لڑائی تیسرے سال اور خندق کی لڑائی ہجرت کے پانچویں سال پیش آئی اور اسی کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ مشرکین نے کئی قبائل کو اکٹھا کر کے اپنی قوت جمع کر کے مدینہ طیبہ پر حملے کا پروگرام بنایا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کے لیے روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین نے وہاں مسلمانوں کو روک لیا اور کہا کہ ہم آپ لوگوں کو

مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حدیبیہ ایک کنواں تھا اور اسی کی وجہ سے وہاں کے گاؤں کا نام حدیبیہ مشہور ہو گیا اور یہ مکہ سے تقریباً آٹھ نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر ٹھہرے اور وہاں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نمائندہ بنا کر بھیجا کہ مکہ والوں کو یقین دلائیں کہ ہم صرف عمرہ کے لیے آئے ہیں لڑائی وغیرہ کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو مشرکین نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور یہ خبر مشہور کر دی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو وہاں موجود تھے درخت کے نیچے بیعت لی جس کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں اور اس کا ذکر سورۃ الفتح میں موجود ہے۔

پھر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر غلط ہے اور وہاں کفار کی جانب سے سہیل بن عمرو نے صلح کی شرائط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طے کیں اور صلح ہو گئی۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب مسلمان واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آئیں اور صرف تین دن مکہ میں رہ سکیں گے اور مسلح ہو کر نہیں آئیں گے۔ مسلمانوں کو وقتی طور پر اس صلح کی وجہ سے پریشانی ہوئی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تسلی دی اور پھر اس صلح کی وجہ سے مسلمانوں کو بالآخر جو نتائج حاصل ہوئے وہ مسلمانوں کے حق میں بہت ہی بہتر تھے۔

جب صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپسی کا حکم دیا تو بعض صحابہ کو اشکال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو خواب بیان فرمایا تھا کہ ہم نے طواف کیا ہے اور مکہ میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ ہم تو مکہ میں داخل ہوئے بغیر ہی واپس جا رہے ہیں۔ تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں نے یہ کہا تھا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اسی سال کے بارے میں تو نہیں فرمایا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور وہ دن آئے گا جب خواب پورا ہوگا اور ہم مکہ میں داخل ہو کر طواف کریں گے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر واپس تشریف لے گئے اور آئندہ سال عمرہ کی تیاری شروع کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو اشکال ہوا کہ ہوسکتا ہے اس دفعہ بھی مشرکین ہمیں مکہ میں داخل ہونے سے روکیں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو ہم کیا کریں گے؟ اس لیے کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہوں گے اور احرام کی حالت میں لڑائی ممنوع ہے اور پھر یہ اشھر الحرم، حرمت والے مہینوں میں سے ذوالقعدہ حرمت والا مہینہ ہے اور اس وقت حرمت والے مہینے میں لڑائی منع تھی۔ اور پھر یہ بھی کہ مکہ مکرمہ حرم میں ہے اور حرم کے احاطہ میں لڑائی منع ہے اور کافر تو اس کی پروا نہیں کریں گے مگر ہم کیا کریں گے؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ اور تم اللہ کے راستے میں ان سے لڑو جو تمھارے ساتھ لڑتے ہیں وَلَا تَعْتَدُوْا اور تم زیادتی نہ کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تمھارے ساتھ نہیں لڑتے بلکہ معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں تو تم زیادتی مت کرو۔ اسی طرح جو لوگ تمھارے ساتھ نہیں لڑتے بوڑھے، بچے، عورتیں اور وہ لوگ جو تمھارے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کریں ان کو مت قتل کرو اس لیے کہ یہ تمھاری جانب سے زیادتی ہوگی اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں اور زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ اور تم جہاں بھی ان کو پاؤ ان کو قتل کرو اور ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے اشکال کو رفع کر دیا گیا کہ اگر کفار تمھارے ساتھ کیے گئے معاہدہ کی پابندی نہ کریں اور لڑائی پر آمادہ ہو جائیں تو تمھیں کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ حرم کا رقبہ ہے یا حرمت والا مہینہ ہے اور احرام کی حالت ہے۔ بلکہ تمھیں اجازت ہے کہ ایسی حالت میں تم ان کو جہاں پاؤ قتل کرو خواہ حرم میں ہوں یا حرم سے باہر ہوں ہر حالت میں اجازت ہے۔ اور اُنھوں نے تمھیں مکہ سے نکالا ایسے حالات پیدا کر دیے کہ تم ہجرت پر مجبور ہو گئے اس لیے تمھیں بھی اجازت ہے کہ ان کو وہاں سے نکالو جہاں سے اُنھوں نے تمھیں نکالا ہے۔

فتنہ سے مراد شرک :

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ اور فتنہ تو قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تفسیر روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں ہے کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔ یعنی جب وہ حرم کے رقبہ میں بیت اللہ کے اردگرد شرک سے باز نہیں آتے تو ان کا جرم زیادہ ہے اور ان کو قتل کرنا تو اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ اس لیے تمھیں ان سے لڑنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔

وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ اور نہ لڑو تم ان کے ساتھ مسجد حرام کے پاس یہاں تک کہ وہ لڑیں تمھارے ساتھ اس میں۔

مومنوں کو منع کیا گیا کہ مسجد حرام کے پاس کفار سے لڑنے میں ابتدا نہ کرو البتہ اگر وہ حرم کے رقبہ کی پروا کیے بغیر تم سے لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑ سکتے ہو فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ پس اگر وہ تمھارے ساتھ لڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ لڑو كَذٰلِكَ جَزَآءُ

اَلْكٰفِرِيْنَ　اسی طرح ہے سزا کافروں کی۔ اس لیے کہ کافر سزا کے بغیر باز آنے والے نہیں ہیں۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ　پس اگر وہ باز آجائیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ باز آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر وشرک سے توبہ کرلیں اور اپنے سابق گناہوں کی معافی مانگ لیں۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ　اوران کافروں سے لڑائی کرو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔ کفرو شرک، ظلم وزیادتی یہ فتنے ہیں ان کو مٹا کر دینِ اسلام کو بلند کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تم کافروں سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک فتنہ ختم نہیں ہو جاتا اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہو جاتا۔

عدوان کا معنیٰ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک :

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ　پس اگر وہ باز آجائیں تو کوئی زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔ عُدْوَانَ　کا معنیٰ علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے کیا ہے "قتل کی سزا"۔ تو اس لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ اگر یہ لوگ کفر وشرک اور مسلمانوں سے لڑائی وغیرہ سے باز آجائیں تو ان کو قتل کی سزا نہ دو۔ اس لیے کہ قتل کی سزا تو ان لوگوں پر ہے جو ظالم ہیں اور اپنے کفر وشرک اور دیگر بُرے عقائد پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور جب یہ لوگ ان باتوں سے باز آجائیں تو ظالم نہ رہے۔ اس لیے ان کو جہاد کے ذریعہ سے قتل کی سزا ابھی نہ دو۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ٝ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْىِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ ع

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ عزت والا مہینہ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے وَالْحُرُمٰتُ اور ساری عزت والی چیزیں قِصَاصٌ بدلے کی چیزیں ہیں فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ پس جو شخص زیادتی کرے تم پر فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ پس تم بھی اُس پر زیادتی کرو بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ جیسی کہ اُس نے زیادتی کی ہے تم پر وَاتَّقُوا اللّٰهَ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ
کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
اور تم خرچ کرو اللہ کے راستے میں وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اور نہ
ڈالو تم اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں وَاَحْسِنُوْا اور تم نیکی کرو اِنَّ اللّٰہَ
یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نیکی کرنے والوں کو
وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے
فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ پس اگر تم روک دیئے گئے فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ
تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرو وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ اور نہ منڈاؤ
تم اپنے سروں کو حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے قربانی
کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ کو فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا پس جو شخص تم
میں سے بیمار ہو اَوْ بِہٖٓ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں
فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے اَوْ صَدَقَۃٍ یا صدقہ
ہے اَوْ نُسُکٍ یا قربانی ہے فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن پالو
فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَۃِ اِلَی الْحَجِّ تو جس نے فائدہ اُٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ
فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے فَمَنْ لَّمْ
یَجِدْ پس جو شخص قربانی کا جانور نہ پائے فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ تو
تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں وَسَبْعَۃٍ اِذَا رَجَعْتُمْ

اور سات روزے جب تم واپس لوٹ آؤ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذٰلِكَ یہ حکم لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام کے قریب وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے جہاد کا حکم تھا وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اب ان آیات میں بھی جہاد کا ذکر ہے۔

ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے۔ مشرکین مکہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر پہنچ چکے تھے اور یہ حرمت والے مہینوں میں سے ذی قعدہ کا مہینہ تھا۔ مشرکینِ مکہ اس کے دعوے دار تھے کہ ہم حرم مکہ اور حرمت والے مہینوں کا احترام کرنے والے ہیں اور ان حرمت والے مہینوں ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں لڑائی کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر اس دعویٰ کے باوجود انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حرمت والے مہینہ میں مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور اس کے لیے لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر مشرکینِ مکہ کے ساتھ معاہدہ کیا اس کو صلح حدیبیہ کہا جاتا ہے۔

اس معاہدے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آکر عمرہ کرلیں مگر تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ معاہدہ مکمل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو واپسی کا حکم دیا اور اسی حدیبیہ کے مقام پر احرام کھولے۔ اور ساتھ لائے گئے ہدی کے جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

پھر جب اگلے سال اسی چھوڑے جانے والے عمرہ کی قضاء کے لیے مکہ مکرمہ جانے کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ مشرکین اپنے کیے ہوئے معاہدہ کا لحاظ نہ رکھیں اور ہمیں مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیں تو ہم کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ اگر مشرکین ان حرمت والے مہینوں میں تمھارے ساتھ لڑیں تو تمھیں بھی اپنے دفاع میں ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

حرمت کے مہینوں میں لڑائی:

تفسیر کبیر اور مدارک وغیرہ میں مذکور ہے کہ حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی پہلے اجازت نہیں تھی مگر بعد میں اس کی اجازت دے دی گئی۔ اس لیے اب ان مہینوں میں بھی کافروں کے ساتھ لڑائی جائز ہے۔

فرمایا اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ عزت والا مہینہ عزت والے مہینہ کے بدلے ہے۔ یعنی اگر گزشتہ سال مشرکین نے عزت والے مہینے کا کچھ لحاظ نہیں رکھا اور نہ ہی اُنھوں نے تمھارے احرام اور حرمِ مکہ کا لحاظ رکھا اور تمھارے ساتھ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہوگئے تو اس وقت ان سے درگزر کیا گیا مگر اب ایسا نہیں ہے بلکہ اگر وہ تمھارا

راستہ روکیں تو ان کا مقابلہ کرو۔ اُنھوں نے حرمت والے مہینے کی پروانہیں کی تو جب تم ان کا مقابلہ کرو گے تو تمھیں بھی اس کارروائی پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ گزشتہ سال کا عزت والا مہینہ اور اس سال کا عزت والا مہینہ عزت واحترام میں برابر ہیں۔ حرمت والے مہینہ کی عزت کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خیال بھی ہوا کہ احرام کی حالت ہوگی اور حرمِ مکہ ہوگا اور مشرکین کے ساتھ لڑائی کی صورت میں ان کی بے حرمتی بھی ہوگی تو فرمایا:

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ کہ حرمت والی تمام چیزیں بدلے کی چیزیں ہیں کہ اگر کافران کی عزت کا لحاظ نہیں رکھتے تو بدلے میں تم بھی اس کی پروا نہ کرو بلکہ ان کو سزا دینے کے لیے ان کا مقابلہ کرو۔

آگے فرمایا: فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ پس حرم کے احاطہ میں حرمت والے مہینہ میں جب کہ تم احرام کی حالت میں ہو اس حال میں جو شخص تم پر زیادتی کرے اور تم سے لڑائی پر آمادہ ہو فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ تو تم بھی اُس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اُس نے تم پر کی ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ تم سے اس کے احکامات کی مخالفت نہ پائی جائے۔ نہ تو تم احرام کی حالت میں اور حرمِ مکہ میں اور عزت والے مہینوں میں ان مشرکین سے لڑائی میں پہل کرو اور نہ ہی ان کو حد سے زیادہ سزا دو بلکہ اللہ سے ڈرتے رہو اور وہی کچھ کرو جو کرنے کی تمھیں اجازت ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔ شرعی احکام کی پابندی کرنے والے ہی متقین ہوتے ہیں اور اللہ کی رضا انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور اس کی مدد انھی کے شاملِ حال ہوتی ہے۔

جہاد میں اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ مال و دولت کے بغیر عالم اسباب میں جہاد ہو ہی نہیں سکتا اس لیے حکم دیا گیا وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ اور خرچ کرو تم اللہ کے راستے میں اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ کا اصل مطلب :

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں ذکر کیا ہے کہ ابو عمران نے کہا ہم قسطنطنیہ میں رومیوں کے خلاف لڑائی میں شریک تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں سے ایک آدمی دشمنوں کی صف میں گھس گیا اور ان پر حملہ کر دیا۔ تو اس صورتِ حال کو دیکھ کر کچھ لوگوں نے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

وہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ اُٹھے اور فرمایا کہ تم نے اس آیت کی جو تعبیر کی ہے وہ درست نہیں ہے بلکہ یہ آیت تو ہمارے بارے میں یعنی انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور واقعہ یوں پیش آیا کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے سے پہلے کھیتی باڑی کرنے والے اور باغات والے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد ہم زیادہ تر جہاد میں رکت کرنے لگے اور کھیتی باڑی اور باغات کی جانب توجہ نہ رہی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور اسلام کے مددگار بکثرت ہو گئے تو ہم میں سے بعض نے ایک دوسرے کو رازدارانہ انداز میں کہا کہ ہمارے اموال ضائع ہو گئے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور اس کے مددگار بکثرت ہو گئے ہیں۔ اب جہاد ہمارے بغیر بھی ہوتا رہے گا اس لیے ہم اپنی کھیتی باڑی اور باغات کی جانب پوری توجہ دے کر ان کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی

التَّهْلُكَةِ اور نہ ڈالو تم اپنے آپ کو ہلاکت میں یعنی جہاد اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا چھوڑ کر ہلاکت میں نہ پڑو۔

تفسیروں میں اس آیت کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ بِاَیْدِیْکُمْ بِاَنْفُسِکُمْ کے معنیٰ میں ہے۔ اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ جہاد کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ اس لیے کہ جب تم لڑائی کو چھوڑ دو گے تو کافر تم پر غالب آ جائیں گے اور وہ غالب آ کر تمھیں قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اسی طرح تفسیروں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اصل میں ہے لَا تُلْقُوْا اَنْفُسَکُمْ بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ کہ تم اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ کر خود اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان پیدا نہ کرو۔

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہو۔ اگر نہیں کرو گے تو پھر ہلاکت میں پڑو گے۔ اس لیے کہ جب اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرو گے تو عالم اسباب میں اسلحہ کہاں سے آئے گا اور مجاہدین کی خوراک وغیرہ کا انتظام کیسے ہوگا؟ جب یہ نہیں ہوگا تو جہاد نہیں کر سکو گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

وَاَحْسِنُوْا اور تم احسان کرو۔ احسان عبادات میں بھی کرو اور معاملات میں بھی۔ عبادات میں احسان یہ ہے کہ انتہائی خشوع اور عاجزی سے عبادات کرو جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ کی روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انسانی شکل میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔ اسی روایت میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ کہ آپ مجھے احسان کے

بارے میں بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور عاجزی سے کر کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو یقین کر لے کہ وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے۔ اور معاملات میں احسان یہ ہے کہ ہر فرد کے ساتھ اس کی حیثیت کے مطابق اچھا سلوک کرو۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَۃَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذَّبْحَۃَ وَلْیُحِدَّ اَحَدُکُمْ شَفْرَتَہٗ وَیُسْرِعْ ذَبِیْحَۃَ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے معاملہ میں احسان کا حکم دیا ہے پس جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں اچھا انداز اختیار کرو اور جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو ذبح بھی اچھی طرح کرو اور جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کرو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ۔ اور یہاں میں بھی اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ قرابت داروں، مسکینوں، محتاجوں اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ اور تم پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اس رکوع کی ابتداء میں ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ تو آپ کہہ دیں کہ یہ اوقات ہیں لوگوں کے لیے اور حج کے لیے۔ اب یہاں سے حج اور عمرہ کے کچھ مسائل بیان کیے جا رہے ہیں۔ حج کے پانچ دن ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ ہیں۔ ان ایام میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اور ان پانچ دنوں

کے علاوہ سارا سال عمرہ کرنا جائز ہے اور رمضان المبارک میں عمرہ کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔

بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ رمضان المبارک میں عمرہ کرنا حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔ پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ جو شخص حج کے دنوں میں عمرہ کرے گا وہ افضل عمل یعنی حج کو چھوڑ کر ادنیٰ عمل یعنی عمرہ کو اختیار کرے گا تو یہ مکروہ ہے مگر عمرہ ہو جائے گا۔

اب اس آیت میں حکم دیا جا رہا ہے کہ اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کو پورا کرے ادھورا نہ چھوڑے۔ اس لیے کہ احرام باندھنے کے ساتھ اس کا مکمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر تمھیں روک دیا جائے تو پھر معاملہ جدا ہے کہ وقتی طور پر اس کو توڑ دو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں عمرہ توڑ دیا تھا۔ مگر اس کی قضا ضروری ہے جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قضا کی تھی۔ اس لیے آگے حکم دیا فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ پس اگر تم روک دیئے گئے تو قربانی کے جانوروں میں جو آسانی سے میسر ہو اس کی قربانی کرو۔ احصار کا مطلب یہ ہے کہ تم آگے سفر جاری نہ رکھ سکو بلکہ روک دیئے جاؤ۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ احصار دشمن کے خوف سے بھی ہوتا ہے اور بیماری، لنگڑا پن اور نفقہ کے ختم ہو جانے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ احصار صرف دشمن کے خوف کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ یعنی دشمن روک دے آگے نہ جانے دے تو یہ احصار ہے اس کے علاوہ بیماری وغیرہ کی وجہ سے احصار نہیں ہوگا۔ اور انھوں نے دلیل میں یہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

دشمنوں نے روکا تھا اور اس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کو توڑ دیا تھا۔ تو یہ احصار ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ایک واقعہ ہے اس میں احصار کے اسباب میں سے ایک سبب کا ذکر ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ باقی اسباب کی وجہ سے احصار نہیں ہوتا۔

وَلَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَکُمۡ اور نہ منڈاؤ تم اپنے سروں کو حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡهَدۡیُ مَحِلَّهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے وہ قربانی کا جانور اپنے حلال ہونے کی جگہ پر اور حلال ہونے کی جگہ حرم ہے۔ اس لیے کہ سورۃ الحج آیت نمبر ۳۳ میں ہے ثُمَّ مَحِلُّهَاۤ اِلَی الۡبَیۡتِ الۡعَتِیۡقِ "پھر ان کے حلال ہونے کی جگہ پرانا گھر ہے۔" قربانی حرم کے علاقے میں کرنی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں احصار ہوا، روکا گیا ہے، وہی قربانی کا محل ہے۔ جہاں رکاوٹ واقع ہوئی ہے وہیں قربانی کردے۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیبیہ کے مقام پر روکا گیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں قربانی کر کے احرام کھول دیا تھا۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ حرم کے ساتھ متصل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی حرم میں کی تھی لہٰذا قربانی حرم میں ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ دوسرے جانے والے کے ہاتھ قربانی بھیج دی جائے گی اور اس سے طے کرلیا جائے گا کہ فلاں دن، فلاں وقت تو نے حدودِ حرم میں قربانی کرنی ہے۔ پھر طے شدہ پروگرام کے مطابق جب سمجھے کہ قربانی ہوگئی ہے تو احرام سے نکل آئے (یہ اس زمانے کی بات ہے جب موجودہ مواصلاتی نظام نہیں تھا۔ اب نقد رقم دے دے گا وہیں سے خرید کر ذبح کر کے فون پر بتادے گا کہ آپ کی قربانی ہوگئی ہے

اور محصر احرام سے نکل آئے گا۔ از مرتب) اور احرام میں کچھ چیزیں ممنوع ہیں مثلاً: سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، سر نہیں ڈھانپ سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، بال اور ناخن نہیں کاٹ سکتا، بیوی کے پاس نہیں جا سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا خشکی وغیرہ کا۔ لیکن اگر کوئی مجبوری ہو اور احرام سے نکلنے سے پہلے سر منڈانا پڑ جائے تو اس کے متعلق فرمایا فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ یا اس کو تکلیف ہو اپنے سر میں کہ سر میں زخم آ گیا ہے یا جوئیں اتنی زیادہ پڑ گئی ہیں کہ سر منڈوانے کی ضرورت پڑ گئی فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ تو فدیہ لازم ہے روزوں سے یا صدقہ ہے یا قربانی ہے۔ فدیہ میں ان چیزوں کا اختیار ہے جو آسان ہو اختیار کر لے۔ چاہے تین دن روزے رکھے، چاہے تین صاع گندم چھ مسکینوں کو دے۔ ہر مسکین کو نصف صاع دے یا ایک بکری کی قربانی دے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت کعب بن عمرہ ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس سے گزرے، دیکھا جوئیں اس کے سر سے منہ پر گر رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ تجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں؟ کہنے لگے ہاں! مگر میں احرام میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حلق کرا لے اور چھ مسکینوں کو تین صاع صدقہ دے دے۔

فرمایا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن پا لو فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ پس جس نے فائدہ اُٹھایا عمرہ کر کے حج کے ساتھ یعنی پہلے عمرہ کیا پھر حج کیا ایک سفر میں۔ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ تو جو آسان ہو قربانی میں سے وہ کرے۔ یہ دم شکر ہے کہ ایک سفر میں عمرے کی سعادت بھی حاصل کی اور حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ شکریے کے

طور پر قربانی دے۔ اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ اگر قربانی دینے کی طاقت نہیں ہے یا ملی نہیں ہے تو فرمایا فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ پس جو شخص نہ پائے قربانی کا جانور فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الۡحَجِّ تو تین دنوں کے روزے لازم ہیں حج کے دنوں میں سات، آٹھ، نو کو رکھے وَسَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اور سات روزے جب تم واپس لوٹو گھر کو۔ حج کے دنوں کے ختم ہونے کے بعد اگر حرم میں ٹھہر گیا ہے تو وہاں بھی رکھ سکتا ہے واپسی پر راستے میں بھی رکھ سکتا ہے اور گھر آ کر بھی رکھ سکتا ہے۔

فرمایا تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ یہ دس ہو گئے پورے ذٰلِكَ یہ حج تمتع اور قربانی لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اس کے لیے ہے کہ نہ رہتے ہوں اس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب یعنی مسجد حرام کے پاس رہنے والے نہ ہوں۔ حج تمتع اس آدمی کے لیے جائز ہے جو حدود حرم کا رہنے والا نہ ہو وہاں کے رہنے والوں کے لیے عمرہ کرنا کوئی مشکل نہیں ہے جب چاہیں حدودِ حرم سے باہر جا کر احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کر لیں۔

فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تم ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے کہ اس کی نافرمانی نہ کرو وَ اعۡلَمُوۡٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے اگر تم نافرمانی کرو گے۔ لہٰذا اس کے احکامات پر عمل کرو۔

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٩٧﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٢٠٢﴾

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ حج کے مہینے ہیں معلوم فَمَنْ فَرَضَ پس
جس نے لازم کرلیا فِيْهِنَّ ان مہینوں میں اَلْحَجَّ حج کو فَلَا رَفَثَ
پس وہ فحش گوئی نہ کرے وَلَا فُسُوْقَ اور نہ کوئی نافرمانی کرے وَلَا
جِدَالَ اور نہ جھگڑا کرے فِی الْحَجِّ دورانِ حج وَمَا تَفْعَلُوْا اور
جو بھی تم کروگے مِنْ خَیْرٍ بھلائی سے یَعْلَمْهُ اللّٰهُ اس کو اللہ تعالی

جانتا ہے وَتَزَوَّدُوْا اور لے لو تم سفر خرچ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى

پس بہترین سفر خرچ ہے بچنا وَاتَّقُوْنِ اور مجھ سے ڈرو يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ

اے عقل مندو! لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَبْتَغُوْا

یہ کہ تلاش کرو تم فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ اپنے رب کی طرف سے فضل فَاِذَآ

اَفَضْتُمْ پس جس وقت تم لوٹو مِّنْ عَرَفٰتٍ عرفات سے فَاذْكُرُوا

اللّٰهَ پس ذکر کرو تم اللہ کا عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو

عزت والی ہے وَاذْكُرُوْهُ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا هَدٰىكُمْ

جیسے اُس نے تمھیں تعلیم فرمائی ہے وَاِنْ كُنْتُمْ اور بے شک تھے تم مِّنْ

قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ گمراہوں میں سے ثُمَّ اَفِيْضُوْا

پھر واپس ہو مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ اس جگہ سے جہاں سے لوٹتے ہیں

لوگ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اِنَّ اللّٰهَ بے

شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ بخشنے والا رَّحِيْمٌ مہربان ہے فَاِذَا

قَضَيْتُمْ جس وقت تم ادا کرلو مَّنَاسِكَكُمْ اپنے حج کے افعال

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ جیسے تم ذکر

کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر

فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں

رَبَّنَآ اے ہمارے رب اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا دے دے ہمیں دنیا میں ہی

وَمَالَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ اور نہیں ہے ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ
وَمِنْهُمْ اور ان میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ
اے ہمارے رب اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً دے ہمیں تو دنیا میں بھلائی وَّفِي
الْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی حَسَنَةً بھلائی وَّقِنَا اور بچا تو ہمیں
عَذَابَ النَّارِ دوزخ کے عذاب سے اُولٰٓئِكَ وہ لوگ ہیں لَهُمْ
ان کے لیے نَصِيْبٌ حصہ ہوگا مِّمَّا كَسَبُوْا اس چیز سے جو اُنھوں
نے کمائی ہے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلدی حساب لینے والا
ہے۔

حج اور عمرہ کے احکام :

اس سے پہلی آیات میں حج اور عمرے کا ذکر تھا وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ
اور حج اور عمرہ مکمل کرو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اور اب حکم ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ
کہ حج کے مہینے معلوم اور مقرر ہیں۔ شوال اور ذوالقعدہ کا مہینہ اور ذوالحجہ کی تیرھویں تاریخ
تک۔ یہ تقریباً اڑھائی مہینے ہیں جو حج کے مہینے ہیں۔ حج کے مہینے ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ
عیدالفطر کا چاند نظر آجانے کے بعد یکم شوال کو اگر کوئی شخص حج کا احرام باندھے تو اس کا یہ
احرام باندھنا صحیح ہے۔ اور اگر اس سے پہلے حج کا احرام باندھے تو وہ مکروہ ہے۔ اور احرام
باندھنے کے بعد جو احکام حج ہیں وہ اس پر لازم ہو گئے ان پر اس کو عمل کرنا پڑے گا۔

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ پس جس نے ان مہینوں میں حج کو اپنے اُوپر لازم کر
لیا۔ یعنی احرام باندھ لیا تو اس کو ان چیزوں کی پابندی کرنا پڑے گی جن کا آگے ذکر ہے۔

[۱] فَلَارَفَثَ   پس وہ فحش گوئی نہ کرے۔ رَفَثَ کے معنیٰ بے حجاب گفتگو کرنا۔ جیسے بسا اوقات میاں بیوی آپس میں بے حجاب باتیں کرتے ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ان باتوں کے کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اور رَفَثَ کے معنیٰ بیوی کے ساتھ ہم بستر ہونے کے بھی ہیں۔ تو احرام کی حالت میں ہم بستری بھی نہیں کرسکتا۔

[۲] وَلَا فُسُوْقَ   اور کوئی نافرمانی بھی نہ کرے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد کھا پی نہیں سکتا، بول نہیں سکتا، کسی کو سلام نہیں کرسکتا اور سلام کا جواب نہیں دے سکتا، چل پھر نہیں سکتا، اِدھر اُدھر دیکھ نہیں سکتا۔ اسی طرح حج میں احرام ہے کہ احرام باندھنے کے بعد اس پر پابندیاں لازم ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: سر نہیں ڈھانپ سکتا، مونچھیں نہیں کٹوا سکتا، ناخن نہیں کٹوا سکتا، بدن کے بال دور نہیں کرسکتا، سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتا، خوشبو نہیں لگا سکتا، جوں نہیں مار سکتا، مچھر نہیں مار سکتا، شکار نہیں کھیل سکتا۔

[۳] فرمایا: وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ   اور نہ جھگڑا کرے حج کے دوران میں۔ جھگڑنا ویسے بھی بُری چیز ہے مگر احرام باندھنے کے بعد زیادہ گناہ ہے۔ لیکن ہم نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ نادان قسم کے لوگ جب حجر اسود کے پاس جاتے ہیں (حجر اسود کو بوسہ دینے کا ہر ایک کو شوق ہوتا ہے) تو وہاں ایک دوسرے کو گھونسے مارتے ہیں، دھکے دیتے ہیں۔ جب کہ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ حجر اسود کو بوسہ دینا بعض فقہاء کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک فقط مستحب ہے (اور مومن کے ساتھ لڑنا اور دھکے دینا حرام ہے) تو مستحب فعل کے لیے مُکا بازی ہوتی ہے جو سخت گناہ ہے۔ یہ گناہ تو ہے ہی لیکن احرام اور کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی وجہ سے زیادہ گناہ ہے۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ   اور جو بھی تم اچھا کام کروگے   يَعْلَمْهُ اللهُ   اللہ تعالیٰ

اس کو جانتا ہے۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ نیکیاں بھی، بدیاں بھی، ارادے بھی۔ اور بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ یمن کے کچھ حاجی گھر سے حج کے لیے چلتے تھے مگر سفر خرچ ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ "ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔" اب ظاہر بات ہے کہ انسان، انسان ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ پیٹ لگایا ہے۔ گرمی، سردی بھی لگے گی، بھوک، پیاس بھی لگے گی۔ تو گھر سے تو بڑے اخلاص کے ساتھ نکلتے تھے، پیسا وغیرہ ساتھ نہیں لے جاتے تھے مگر جب بھوک لگتی تھی تو لوگوں کو تنگ کرتے تھے، ان سے مانگتے تھے۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَتَزَوَّدُوْا (اور جب تم حج کے لیے گھر سے جاؤ) سفر خرچ لے کر جاؤ فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى پس بے شک بہترین سفر خرچ یہ ہے کہ لوگوں سے سوال کرنے سے بچو۔ تم جو راستے میں مانگتے پھرو گے خود بھی پریشان ہو گے اور دوسروں کو بھی پریشان کرو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ تم گھر سے خرچ لے کر جاؤ۔ یہ کوئی نیکی نہیں ہے کہ گھر سے تو خالی ہاتھ چل پڑو اور راستے میں لوگوں کو تنگ کرو۔

حج کا شوق تمام مسلمانوں کے دلوں میں ہوتا ہے لیکن بعض لوگ حج کے واسطے لوگوں سے مانگتے ہیں کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں میری امداد کرو۔ تو اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ جب رب نے تجھے پیسے نہیں دیئے اور حج تیرے اُوپر لازم نہیں ہے تو نہ خود مشقت میں پڑ اور نہ کسی کو مشقت میں ڈال۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کوئی دیوانہ یہ کہے کہ میں غریب ہوں اور زکوٰۃ نہیں دے سکتا تم میری امداد کرو تا کہ میں مال دار ہو جاؤں اور زکوٰۃ دیا کروں۔ بھائی! یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

اسی طرح کسی پر قربانی فرض نہیں، فطرانہ واجب نہیں اور وہ لوگوں سے مانگتا

پھرے کہ میری امداد کرو تا کہ میں قربانی کرنے اور فطرانہ دینے کے قابل ہو جاؤں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے قربانی کرنے کی توفیق دی ہے تو قربانی کر اور فطرانہ دینے کی توفیق دی ہے تو فطرانہ دے۔ اگر توفیق نہیں ہے تو اللہ اللہ کر۔ اسی طرح حج کا مسئلہ ہے۔ اور حج کا مسئلہ تھوڑا سا مشکل ہے غور سے سمجھیں۔

حج کی بعض مشکلات :

وہ یہ کہ ایک غریب آدمی نے کسی سے حج کے لیے رقم مانگی (اور عموماً ایسے موقع پر لوگ زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔) تو جب ایک آدمی نے پانچ ہزار دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر دوسرے نے دے دیئے زکوٰۃ میں سے پھر تیسرے نے دیئے زکوٰۃ میں سے۔ تو اس صورت میں جس شخص نے پہلے پانچ ہزار دیئے اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ کیوں کہ اس وقت وہ مصرف تھا، مستحق تھا۔ اب اس کے بعد دوسرے نمبر پر جس نے دیئے اور تیسرے نمبر پر جس نے دیئے تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ پہلے پانچ ہزار مل جانے کے بعد وہ صاحب نصاب ہو گیا ہے (اس لیے کہ آج کل ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تقریباً پانچ ہزار بنتی ہے۔) تو جب دوسرے نے پیسے دیئے تو اس وقت وہ مصرف نہیں رہا۔ کیوں کہ مسئلہ ہے کہ آدمی جس دن صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے اسی دن سے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں رہتا۔ تو اب جو رقم زکوٰۃ کی دوسرے شخص نے دی پھر تیسرے شخص نے دی پھر چوتھے نے دی کسی کی بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ کیوں جب پہلے شخص نے اسے پانچ ہزار روپے دیئے تو صاحبِ نصاب ہو گیا۔ تو صاحب نصاب کو زکوٰۃ دینا بھی حرام ہے اور اس کو زکوٰۃ لینا بھی حرام ہے۔ اور دینے والا ذمے سے فارغ نہیں ہوگا یعنی زکوٰۃ اس کے ذمے رہے گی۔ بہت سارے لوگ شرم سے کام لیتے ہیں، دین کی باتوں میں کوئی شرم نہیں

ہے۔لہٰذا جس شخص نے کسی کو زکوٰۃ کی رقم دینی ہے اس کو صاف صاف کہہ دے کہ بھائی! یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اگر تو خود مصرف ہے تو استعمال کر لے ورنہ کسی اور جگہ دے دے جہاں زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔بات کو گول مول نہ رکھو۔بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جاتی ہے وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہوتا اور دینے والا بتاتا نہیں کہ یہ زکوٰۃ ہے اور لینے والا اس اعتماد پر کہ مجھے ساتھی نے امداد کے طور پر دی ہے استعمال کر لیتا ہے تو اس صورت میں دینے والے کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔اس واسطے اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم دو تو صاف کہہ دو کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔تو اس طرح زکوٰۃ کے پیسے مانگ کر حج کرنا درست نہیں۔ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ اور مجھ سے ڈرو اے عقل مندو!

آگے اور مسئلہ ہے۔زمانہ جاہلیت میں لوگ جب حج پر جاتے سودا بیچتے بھی تھے اور خریدتے بھی تھے۔جب اسلام آیا اور حج کا حکم آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تشویش ہوئی کہ ہم نے تو صرف رب کی رضا کے لیے حج کرنا ہے تو اس میں خرید و فروخت کرنے سے ہمارے حج پر زد آئے گی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ یہ کہ تلاش کرو تم اپنے رب کا فضل۔مقصد تو حج کرنا ہے ضمنی طور پر اگر کوئی چیز بیچنا چاہو تو بیچ بھی سکتے ہو اور اگر کوئی چیز خریدنا چاہو تو خرید بھی سکتے ہو۔اور اگر کوئی شخص یہاں سے جاتا ہی اس لیے ہے کہ یہاں سے منشیات لے جا کر وہاں بیچوں گا یا کوئی اور سودا لے جاتا ہے کہ یہ وہاں جا کر فروخت کروں گا اور وہاں سے سونا لاؤں گا تو ایسے شخص کی نیت پہلے دن سے بری ہے۔یہ بات اچھی نہیں ہے۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ پس جب تم عرفات سے لوٹو۔یاد رکھنا! حج کے افعال

میں سے تین فرض ہیں:

① احرام باندھنا ② عرفات میں ٹھہرنا ③ طوافِ زیارت

عرفات میں (نویں تاریخ کو زوال آفتاب کے بعد سورج کے غروب ہونے تک) ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔ اگر کوئی وہاں پر نہ ٹھہرا تو حج نہیں ہوگا۔ عرفات کے میدان میں جتنا ہو سکے رب تعالیٰ کا ذکر کرے اور کھڑے ہو کر ذکر کرنا مستحب ہے۔ الحمد للہ! میں نے وہاں دس پارے کھڑے ہو کر پڑھے۔ ہاں! اگر کوئی ضعیف ہے بوڑھا ہے تو بیٹھ کر بھی ذکر کر سکتا ہے مگر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کرے کیوں کہ وہ وقت بہت قیمتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے، دعا کرے، اپنے لیے، اپنے عزیز رشتہ داروں کے لیے دعا کرے، زندوں کے لیے اور جو مر گئے ہیں اُن کے لیے دعا کرے۔ کیوں وہ جگہ اور وقت دعا کی قبولیت کا ہے۔ عرفات سے سورج غروب ہونے کے بعد لوٹنا ہے اور مغرب کی نماز عرفات میں نہیں پڑھنی۔ مغرب کی نماز مزدلفہ یں جا کر پڑھنی ہے۔ تو فرمایا کہ جب تم عرفات سے لوٹو تو فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ اُس گھاٹی کے پاس جو عزت والی ہے۔ اور اس گھاٹی پہاڑی کا نام ہے "جبل قزح" وہاں آج کل شہزادے نہیں سماتے وہاں ان کی کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلْمُزْدَلِفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا وَادِیْ مُحَسِّرٍ مزدلفہ کا سارا علاقہ ٹھہرنے کی جگہ ہے وادیٔ محسر ایک مخصوص رقبہ ہے وہاں نہیں ٹھہرنا۔ حکومت نے اس کے ارد گرد جنگلے لگائے ہیں اور شرطے بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ تقریباً پانچ سو چالیس گز کا رقبہ ہے۔ خالی جگہ دیکھ کر کچھ نادان لوگ ادھر جاتے ہیں، پولیس والے پہلے سمجھاتے ہیں اور اگر نہ سمجھیں تو پھر دُرے مارتے ہیں۔

یہ وہ جگہ ہے کہ جب ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا تھا تو ابابیلوں نے اس جگہ پران پر سنگ باری کی تھی۔ ابابیلوں نے مسور کے دانے کے برابر کنکر ایک ایک چونچ میں پکڑا ہوا تھا اور دو دو پنجوں میں اور اس جگہ پر ابرہہ کے لشکر پر برسائے تھے۔ اور یہ وادی مزدلفہ ہی کا حصہ ہے لیکن چونکہ اس مقام پر رب تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تھا اس لیے وہاں ٹھہرنا درست نہیں ہے۔

اَلْعَرَفَةُ كُلُّهَا مَوْقِفٌ اِلَّا بَطْنَ عُرْنَةَ "عرفات سارے کا سارا ٹھہرنے کی جگہ ہے سوائے بطن عرنہ کے کہ وہاں نہیں ٹھہر سکتے۔" یہ جگہ عرفات میں ایک مسجد ہے جس کا نام ہے نمرہ۔ جہاں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ اس مسجد کی جو مغرب والی دیوار ہے اگر وہ گرے تو بطن عرنہ میں گرے گی۔ یعنی اس دیوار کے متصل جو مقام ہے وہ بطن عرنہ ہے۔ یہ بطن عرنہ حرم میں شامل ہے باقی سارا عرفات حل ہے۔ جو اس بطن عرنہ میں ٹھہرے گا اس کا حج نہیں ہوگا۔ اور مزدلفہ میں قیام واجب ہے صبح کی نماز کے بعد تک۔ وہاں سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد چلنا ہے۔ اور یاد رکھنا! وہاں کے جو ڈرائیور ہوتے ہیں ان کو ریالوں سے غرض ہوتی ہے۔ بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو یہ سوچیں کہ کسی کا حج خراب نہ ہو۔ وہ اپنی سہولت کے لیے وہاں سے پو پھٹنے کے بعد لے کر چل پڑتے ہیں کیوں کہ بعد میں رش ہو جاتا ہے اور ان کا وقت زیادہ لگتا ہے۔ اس لیے ایسا نہیں کرنا۔ کیوں کہ فجر کے بعد وہاں ٹھہرنا واجب ہے۔ اور منیٰ کی طرف طلوع آفتاب سے پہلے نہیں جانا۔ ہاں جو معذور ہیں یا بوڑھے ہیں انھیں اجازت ہے۔

بعض ڈرائیور اس طرح بھی کرتے ہیں کہ عرفات کے آخری کونے میں اُتار دیتے ہیں ایک دفعہ میرے ساتھ صوفی نذیر احمد صاحب تھے اللہ تعالیٰ اُنھیں غریق رحمت

کرے اور حاجی اللہ دتہ مرحوم بھی تھے ان کے علاوہ اور بھی چند ساتھی تھے۔ رش چونکہ زیادہ تھا تو ڈرائیور نے ہمیں عرفات کے آخری کونے میں عرفات کے اندر ہی اتار دیا۔ ہم نے اس کو کہا کہ ہمیں جبل قزح بتا۔ کہنے لگا هنا یہیں ہے۔ بڑا ضدی تھا۔ ہم نے اس کی خاصی منت کی کہ ہمارے ساتھ اس طرح نہ کر حج پر زد پڑتی ہے اور یہ تو عرفات ہے تو ہمیں مزدلفہ جا کر اُتار۔ وہ نہ مانا اور چل پڑا کہ اب میں سحری کے وقت آؤں گا تو ہم نے وہاں نعرے لگائے کہ لِيَمُتْ سَوَّاقُ هٰذِهِ السَّيَّارَةِ اس گاڑی کا ڈرائیور مُردہ باد۔ تو وہ گھبرایا اور پھر ہمیں جا کر مزدلفہ اُتارا۔

وَاذْكُرُوْهُ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا هَدٰىكُمْ جس طرح رب نے تمھیں ہدایت دی ہے وَاِنْ كُنْتُمْ اور اگرچہ تم مِّنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ گمراہوں میں سے تھے ثُمَّ اَفِيْضُوْا پھر لوٹو مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ جس جگہ سے لوگ لوٹے ہیں۔ یہ جو اہل مکہ تھے یہ عرفات میں نہیں جاتے تھے۔ یہ کہتے تھے نَحْنُ قَطِيْنُ اللهِ ہم اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی ہیں ہم حرم سے کیوں نکلیں۔ یہ بطن عرنہ سے ورے ورے ٹھہرتے تھے جو کہ حرم ہی کا حصہ ہے۔ اور عرفات حل میں ہے وہ حرم میں داخل نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ جہاں دوسرے لوگ جاتے ہیں عرفات میں تم بھی جاؤ اور جہاں سے دوسرے لوگ لوٹتے ہیں تم بھی وہیں سے لوٹو۔ اور جہاں تم ٹھہرتے ہو اس سے تو حج نہیں ہوگا کیوں عرفات میں ٹھہرنا حج کا رکن ہے۔

وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے فَاِذَا قَضَيْتُمْ پس جب تم پورے کر چکو مَّنَاسِكَكُمْ اپنے افعالِ حج فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ جیسے تم ذکر

کرتے ہو اپنے باپ دادوں کا۔

زمانۂ جاہلیت میں اس طرح ہوتا تھا کہ یہ لوگ اپنے باپ دادوں کے گیت گاتے تھے کہ فلاں کا بیٹا ہوں میں فلاں کا بیٹا ہوں۔ میرا دادا ایسا تھا، ایسا تھا۔ تو فرمایا ان کا ذکر چھوڑ دو اور رب کا ذکر کرو اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا یا اس سے بھی زیادہ ذکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

فَمِنَ النَّاسِ پس لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا اے رب ہمارے ہمیں جو کچھ دینا ہے دنیا ہی میں دے دے وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے وَمِنْهُمْ مَّنْ اور ان میں سے وہ بھی ہیں يَّقُوْلُ جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً اے ہمارے پروردگار! دنیا میں بھی ہمیں راحت و آرام اور بھلائی دے اور آخرت میں بھی دے وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور بچا ہم کو آگ کے عذاب سے۔ یہ بڑی جامع مانع دعا ہے کہ دنیا کی چیزیں بھی اس میں آگئیں اور آخرت بھی آگئی اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ان لوگوں کے لیے حصہ ہے وہ جو انھوں نے کمایا ہے وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے حساب شروع ہو جائے گا۔ اور آنکھیں بند ہونے کا کیا پتا ہے کہ کسی کی آج ہو جائیں اور کسی کی کل ہو جائیں۔

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٤﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٢٠٦﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠٧﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٠٨﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿٢١٠﴾ ع ٢٥ / ١٤ / ٩

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور ذکر کرو تم اللہ تعالیٰ کا فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے دنوں میں فَمَنْ تَعَجَّلَ پس جس شخص نے جلدی کی فِيْ يَوْمَيْنِ دو دنوں میں فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر ہرگز گناہ نہیں ہے وَمَنْ اور جس شخص نے تَاَخَّرَ تاخیر کی فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر

بھی کوئی گناہ نہیں ہے لِمَنِ اس شخص کے لیے اتَّقٰى جو ڈر گیا وَ

اتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّكُمْ اِلَيْهِ

تُحْشَرُوْنَ بے شک تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے وَمِنَ النَّاسِ اور

لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُّعْجِبُكَ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے

قَوْلُهٗ بات اس کی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں وَيُشْهِدُ اللّٰهَ

اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ اس چیز پر جو اس کے دل

میں ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے وَاِذَا تَوَلّٰى

اور جب پیٹھ پھیرتا ہے سَعٰى فِي الْاَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں

لِيُفْسِدَ فِيْهَا تاکہ زمین میں فساد مچائے وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ اور تاکہ

ہلاک کردے کھیتی کو وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو وَاللّٰهُ اور اللہ

تعالیٰ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ نہیں پسند کرتا فساد کو وَاِذَا اور جب قِيْلَ

لَهٗ اس کو کہا جاتا ہے اتَّقِ اللّٰهَ ڈر اللہ تعالیٰ سے اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ

اُبھارتی ہے غیرت اس کو بِالْاِثْمِ گناہ پر فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ پس اس

کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ اور البتہ برا ہے وہ ٹھکانا وَمِنَ

النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہیں يَّشْرِيْ نَفْسَهُ جو

خریدتے ہیں اپنی جان کو ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے

ہوئے وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ شفقت کرنے والا ہے بندوں پر

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے کے پورے كَآفَّةً پورے کے پورے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اور نہ پیروی کرو تم شیطان کے قدموں کی اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ تمہارا دشمن ہے کھلا فَاِنْ زَلَلْتُمْ پس اگر تم پھسل گئے مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ تمہارے پاس آگئے واضح دلائل فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ غالب ہے حَكِيْمٌ حکمت والا ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں وہ انتظار کرتے اِلَّآ مگر اَنْ اس بات کا يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ کہ آئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے آئیں وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور معاملہ طے کیا جائے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سارے کام۔

رمی جمار کے احکام:

اس سے پہلے حج کے مسائل کا بیان ہے۔ افعالِ حج میں سے رمی جمار بھی ہے۔ جمار جمع ہے جَمْرَةٌ کی۔ وہ تین مینار جن کو عام طور پر شیطان کہا جاتا ہے ان کو کنکریاں مارنا بھی واجب ہے۔ اگر کوئی رمیٔ جمار نہیں کرے گا تو اُس کے حج میں خلل واقع ہوگا کیوں کہ واجب رہ گیا۔ عید والے دن صرف ایک جمرے کی رمی ہوتی ہے جس کو جمرہ عقبہ کہتے ہیں اور یہ رمی زوال سے پہلے ہوگی۔ اور عید والے دن دوسرا کام قربانی ہے، تیسرا

کام سر پر اُسترا پھرانا ہے، چوتھا کام ہے طواف زیارت۔ اور طوافِ زیارت فرض اور رکن ہے اور باقی چیزیں واجب ہیں۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ کہتے رہنا ہے۔ جب پہلا کنکر مارے گا تو تلبیہ ختم ہو جائے گا۔

بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَکْبَرُ کہہ کر سات کنکر مارنے ہیں۔ اس پر لگ جائیں تو بہتر ہے اور اگر اس حلقے میں جو وہاں بنا ہوا ہے جا گریں پھر بھی صحیح ہے۔ رش کی وجہ سے شریعت نے یہ سہولت دی ہے۔ گیارھویں تاریخ کو تینوں شیطانوں کو کنکر مارنے ہیں۔ جمرہ اولیٰ کو بھی، جمرہ وسطیٰ کو بھی اور اُخریٰ کو بھی اور یہ رمی زوال کے بعد کرنی ہے۔ اگر کوئی شخص زوال کے بعد غروبِ آفتاب تک نہ کر سکے تو وہ غروبِ آفتاب کے بعد بھی کر سکتا ہے لیکن اول وقت مستحب ہے۔ اگر کوئی شخص معذور ہے، لنگڑا ہے، لولا ہے، بیمار ہے، بوڑھا ہے اور خود رمی نہیں کر سکتا تو وہ اپنا نائب بھی بنا سکتا ہے۔ اور بارھویں تاریخ کو رمی کرنی ہے زوال کے بعد اور تیرھویں تاریخ کو بھی رمی مستحب ہے۔ اور اگر کوئی بارھویں تاریخ کو رمی کرنے کے بعد چلا جائے تو اُس کو بھی اجازت ہے۔

لیکن مسئلہ یاد رکھنا! اگر بارھویں تاریخ کو منٰی ہی میں رہا اور سورج غروب ہو گیا تو پھر تیرھویں تاریخ کے لیے رہنا ضروری ہو گیا ہے۔ اگر چلا گیا تو اس پر دم آئے گا۔ کیوں کہ تاریخ اسلامی مغرب سے شروع ہوتی ہے تو جب سورج غروب ہو گیا تو اب تیرھویں تاریخ شروع ہو گئی اور جمرات کی رمی کا وقت شروع ہو گیا اب اس کا جانا ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن تیرھویں تاریخ کو کوئی شاذ و نادر ہی ٹھہرتا ہے۔ ایک دفعہ میں نے کوشش کی تھی میرے ساتھ کچھ ساتھی بھی تھے۔ بس ہم ہی وہاں تھے اور کوئی نہیں تھا۔ اور تیرھویں تاریخ کی رمی زوال سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ کنکریاں مارتے وقت جو کہو گے بسم اللہ اللہ اکبر، یہ بھی ذکر ہے فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ گنتی کے دنوں میں یعنی دسویں، گیارھویں، بارھویں تاریخ کو فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ پس جس نے جلدی کی دو دنوں میں۔ یعنی عید کے بعد گیارھویں کو بھی رمی کی اور بارھویں کو بھی رمی کی اور غروبِ آفتاب سے پہلے وہاں سے چل پڑا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے وَمَنْ تَاَخَّرَ اور جس نے تاخیر کی یعنی تیرھویں تاریخ کو وہاں ٹھہرا فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ پس اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور یہ سارے احکام لِمَنِ اس کے واسطے ہیں اتَّقٰى جو رب سے ڈرتا رہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ بے شک تم اسی رب کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ جانا تم نے رب کے پاس ہی ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ اس واسطے رب کی پیشی کے لیے تیاری کر لو کہ وہاں جا کر ہم نے کیا کہنا ہے۔

ایک فسادی منافق کا ذکر :

اُوپر ذکر تھا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا "اے ہمارے رب ہمیں دنیا ہی میں دے دے وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ان کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔" اب ایسے ہی شخص کا ذکر ہے۔

اَخنس ابن شَریق ایک منافق تھا جو بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور بڑا باتونی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آتا تو بڑے سلیقے کے ساتھ گفتگو کرتا تھا۔ کہتا تھا حضرت! ہمارے جیسا خوش قسمت بھی کوئی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جیسی شخصیت خود ہمارے پاس آ گئی ہے۔ حضرت! ہم جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو خدا یاد آ جاتا ہے اور

جنت دوزک سامنے نظر آتی ہے۔ اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے مچھلی پانی میں۔ اور حضرت! جب ہم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس سے باہر ہوتے ہیں تو ہماری کیفیت ایسے ہوتی ہے جیسے مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر پھینک دیں تو وہ تڑپتی رہتی ہے۔ حضرت خدا کی قسم! زندگی ہی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہے۔ حضرت! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایسی عجیب عجیب باتیں کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ عاشق ہی یہی ہے۔ اور جس وقت وہ خبیث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے باہر جاتا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو فصلیں کاٹ کر گانٹھیں بنا کر رکھی ہوتی تھیں ان کو آگ لگا دیتا تھا۔ اور ان کے جو جانور ہوتے تھے بکریاں، اونٹ، گھوڑے، ان کی ٹانگیں کاٹ دیتا تھا۔ کسی نے دیکھا اور اُس کو کہا کہ تو یہ کیا کرتا ہے؟ تو کہنے لگا تو کون ہوتا ہے روکنے والا؟ دیکھو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں کیا کیفیت ہے اور باہر جا کر کیسی حرکتیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے مَنْ وہ بھی ہے يُّعْجِبُكَ کہ تعجب میں ڈالتی ہے تجھے قَوْلُهٗ بات اس کی فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی میں۔ بات جب کرتا ہے تو آپ بڑے خوش ہوتے ہیں وَيُشْهِدُ اللّٰهَ اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ اس چیز پر جو اس کے دل میں ہے۔ یعنی کہتا کہ خدا کی قسم جو کہتا ہوں دل سے کہتا ہوں کہ مجھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بڑی محبت ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ اَلْاَلَدُّ الْخَصِمُ " اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین وہ لوگ ہیں جو سخت جھگڑالو

ہیں۔“

وَاِذَاتَوَلّٰی اور جب یہاں سے پیٹھ پھیرتا ہے سَعٰی فِی الْاَرْضِ کوشش کرتا ہے زمین میں لِیُفْسِدَ فِیْھَا تا کہ زمین میں فساد مچائے۔ وہ اس طرح کہ جو غریب صحابہ تھے ان کو گھورتا اور گالیاں دیتا تھا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ اور تا کہ لوگوں کے کھیت جلائے۔ وہ اس طرح کہ لوگوں نے کھیت سے فصل کاٹ کر اس کی گانٹھیں بنا کر اکٹھی کر کے رکھی ہوتی تھیں یہ اُن کو آگ لگا دیتا تھا وَالنَّسْلَ اور جانوروں کی نسل کو ختم کر دیتا تھا۔ وہ اس طرح کہ ان کو کونچیں کاٹ دیتا یعنی غائبانہ اس کی حرکتیں اور ہوتی تھیں۔ تو دیکھو! ایسے لوگ بھی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی بڑی زیرک اور ذہین شخصیت بھی ان کو نہیں پہچان سکی جب تک رب تعالیٰ نے آگاہ نہیں فرمایا۔ یہ ایسا آدمی تھا کہ جب وہ گفتگو کرتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ بڑا فدائی اور شیدائی ہے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکتیں بتائیں تو پھر معلوم ہوا کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ وَاِذَا قِیْلَ لَہٗ اور جب اس کو کہا جاتا ہے اتَّقِ اللّٰہَ ڈر اللہ تعالیٰ سے اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ اُبھارتی ہے غیرت اس کو گناہ پر فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ پس اس کے لیے کافی ہے دوزخ وَلَبِئْسَ الْمِھَادُ اور البتہ بُرا ہے وہ ٹھکانا۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا ایثار :

اور کل تم نے یہ بھی پڑھا ہے وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اور ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ تو اس طرح کے لوگوں میں سے ایک کا ذکر ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ جنہیں صہیب رومی بھی کہتے ہیں۔ اصل میں وہ رومی نہیں تھے۔ عرب کا ایک قبیلہ تھا بنونمر یہ، اس قبیلے کے فرد تھے اور بڑے خوب صورت اور پیاری شکل والے چھوٹے بچے تھے کہ ظالم ان کو اُٹھا کر روم کے علاقے میں لے گئے تھے اور زندگی اُنھوں نے روم میں گزاری۔ جب واپس آئے تو صرف اتنا یاد تھا کہ میں بنونمر کا ایک فرد ہوں اور فلاں جگہ پر ہم بچے کھیلا کرتے تھے۔ کیوں کہ کافی عرصہ کے بعد آئے کیوں کہ غلام بنا لیے گئے تھے تو غلام در غلام بنتے رہے اور بڑے غضب کے تیر انداز تھے اور ان کے تیر سو فیصد نشانے پر لگتے تھے۔

ہوا اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، دو چار دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے گئے تو اب ان کا دل مکہ میں نہیں لگتا تھا اور ساتھ جانے والا بھی اور کوئی نہ تھا۔ تو یہ اکیلے ہجرت کے لیے روانہ ہو گئے اور ایک کافر ان کا مقروض تھا اس نے سوچا کہ اب موقع ہے کہ لوگوں کو اُکسا کر اس کا کام تمام کر دوں۔ کیوں کہ اگر یہ زندہ رہا تو پھر کسی نہ کسی وقت مجھ سے رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ یہ غضب کا تیر انداز ہے۔

تو اس نے اس طرح کیا کہ محلے میں جا کر نوجوانوں کے جذبات اُبھارے اور کہنے لگا: او بے غیرتو! کیا تمھارا خون خشک ہو گیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ابوبکر، عمر (رضی اللہ عنہما) بھی تمھارے ہاتھوں سے نکل گئے اور آج یہ صہیب بھی جا رہا ہے کیا اس کو بھی تم سنبھال نہیں سکتے۔ تمھاری غیرت کدھر گئی۔ ایسے انداز سے ان کے جذبات اُبھارے کہ نوجوان ان کے پیچھے پڑ گئے۔ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ تنہا سفر پر تھے اور مکہ مکرمہ سے کافی دور ہو گئے تھے۔ وہ بھی سمجھ گئے کہ یہ میرے پیچھے آ گئے ہیں۔ تو

وہاں ایک بلند ٹیلا تھا اس پر انھوں نے پوزیشن سنبھال لی اور جو تیر ترکش میں تھے وہ نکال کر سامنے رکھ لیے اور ان سب کو کہا کہ بھائی! جس ارادے سے تم آئے ہو میں بھی سمجھتا ہوں اور یاد رکھو! مر تو میں بھی جاؤں گا لیکن یہ جتنے تیر میرے پاس ہیں یہ میں تم پر چلاؤں گا اور تمھاری کئی لاشیں یہاں سے جائیں گی اور جب تیر ختم ہو جائیں گے تو پھر میں تمھارے ساتھ تلوار اور نیزے کے ساتھ لڑوں گا اور یہ بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا ایک تیر بھی خطا نہیں جاتا۔

آمدم برسرِ مطلب۔ وہ جوان آدمیوں کو اکٹھا کر کے لایا تھا کہنے لگا چل پھر اس طرح کرتے ہیں کہ تو نے جو مجھ سے قرض لینا ہے چھوڑ دے ہم تجھے چھوڑ دیتے ہیں۔ اور مطلب بھی اتنا ہی تھا۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا میں نے اپنا قرض تجھے معاف کیا۔ اور جب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ واپس دور چلے گئے ہیں تو پھر اپنا سفر جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتے ہیں وَمِنَ النَّاسِ اور لوگوں میں سے وہ بھی ہیں مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ جو خریدتے ہیں اپنی جان ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کافروں کو اپنی رقم دے کر اپنی جان خریدی وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بڑی شفقت کرنے والا ہے۔ آگے اور بات کا ذکر ہے۔

وہ یہ کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پہلے یہودی تھے پھر مسلمان ہوئے۔ ان کا ایک گروپ ہوتا تھا۔ ابن یامین، حضرت ثعلبہ، حضرت اسد، حضرت اُسید رضی اللہ عنہم، یہ سارے پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ اُنھوں نے یہ مذہب بنایا ہوا تھا کہ ہمارے واسطے اُونٹ کا گوشت اور اُونٹنی کا دودھ حرام ہے۔ اور حقیقت میں ایسا نہ تھا کیوں

کہ رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا حکم نہ تھا۔ جیسے اہل بدعت نے کئی چیزیں از خود بنائی ہوئی ہیں جو کہ دین نہیں ہے مگر انھوں نے دین بنایا ہوا ہے۔ تو انھوں نے بھی اسی طرح خانہ ساز باتیں بنائی ہوئی تھیں۔ تو انھوں نے کہا اب ہم مسلمان ہو گئے ہیں لہٰذا اب ہمیں اُونٹ کا گوشت حلال سمجھنا چاہیے اور اُونٹنی کا دودھ بھی حلال ہے مگر کھانا ضروری نہیں ہے۔ تو اس طرح کریں گے کہ حلال سمجھیں گے مگر کھائیں گے، پئیں گے نہیں۔ تاکہ پہلی شریعت بھی ہم سے نہ چھوٹے کیوں کہ کھانا پینا فرض تو نہیں ہے۔ یہاں کتنے آدمی ہوں گے جنھوں نے اُونٹ کا گوشت نہیں کھایا ہوگا اور دودھ نہیں پیا ہوگا تو ان کے اسلام میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ تو اُنھوں نے سوچا کہ اس طرح کرنے سے جامع بین الشریعتین ہو جائیں گے کہ عقیدتاً تو حلال سمجھیں گے اور عملاً نہیں کھائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے لوگو جو ایمان لائے ہو ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ ذہن بھی اسلامی، عمل بھی اسلامی، عقیدہ بھی اسلامی، نظریہ بھی اسلامی، شکل وصورت بھی اسلامی، یہ کیا ہوا آدھا تیتر آدھا بٹیر کلمہ ادھر کا پڑھ لیا اور عمل اُدھر کا رکھتے ہو۔ مکمل اسلام میں داخل ہو جاؤ کہ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور مذہن کی رعایت بھی جائز نہیں ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ بے شک شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ پس اگر تم پھسل گئے یعنی تم نے راستہ چھوڑ دیا مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ تمھارے پاس واضح دلیلیں آگئیں فَاعْلَمُوْٓا پس تم جان لو

اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر زور آور کوئی بھی نہیں ہے۔ حکیم ہے یعنی حکمت والا ہے۔ اگر وہ فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ چھوٹ گئے یہ اس کی حکمت ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ نہیں یہ انتظار کرتے اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ مگر کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ بادلوں کے سائے میں وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے۔ قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور شان کے جو لائق ہے اس طرح آنا جو ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ اللہ رب العزت کی عدالت قائم ہوگی اور سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے اور سب اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ [سورۃ القیامہ] آنکھوں کے ساتھ رب نظر آئے گا اور اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ:

اے انسانو! میں نے تمھیں انسان بنایا تھا قدرت اور طاقت عطا کی تھی تم نے کام کون سے کیے ہیں؟ رتی رتی کا حساب ہوگا۔ تو جو آنا رب تعالیٰ کی ذات کے لائق ہو اس طرح رب تعالیٰ ضرور آئے گا اس طرح لگے گا کہ بادلوں کے سائے ہیں اور فرشتوں کا ہجوم ہے ان کے درمیان رب تعالیٰ جلوہ افروز ہوں گے۔ پھر سب سے حساب ہوگا وَقُضِيَ الْاَمْرُ اور معاملہ طے کیا جائے گا۔ کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ قیامت کی عدالت قائم ہو اور اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں۔ یاد رکھو! وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہی خالق اور وہی مالک، وہی رازق، وہی سب کچھ کرنے والا ہے۔ اس کے سوا کسی کے پاس ایک رتی بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ اٰیَةٍۭ بَیِّنَةٍؕ وَ مَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَ یَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ وَ اللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۱۳﴾

سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ سوال کر بنی اسرائیل سے كَمْ اٰتَیْنٰهُمْ کتنی ہم نے دی ان کو مِّنْ اٰیَةٍ اپنی قدرت کی نشانیاں بَیِّنَةٍ واضح* وَ مَنْ یُّبَدِّلْ اور جس نے بدل دی نِعْمَةَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی نعمت مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ بعد اس کے کہ اس کے پاس نعمت آ گئی فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ شَدِیْدُ الْعِقَابِ سخت سزا دینے والا ہے زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی وَ یَسْخَرُوْنَ اور وہ مسخرہ کرتے ہیں مِنَ الَّذِیْنَ ان

لوگوں سے اٰمَنُوْا جوایمان لائے وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا حالانکہ وہ لوگ جو کفراورشرک سے بچتے ہیں فَوْقَهُمْ ان کےاُوپر ہوں گے یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قیامت والے دن وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اوراللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے كَانَ النَّاسُ تھےلوگ اُمَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی گروہ فَبَعَثَ اللّٰهُ پس بھیجے اللہ تعالیٰ نے النَّبِیّٖنَ انبیاء مُبَشِّرِیْنَ خوش خبری سنانے والے وَمُنْذِرِیْنَ اورڈرانے والے وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور نازل فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب بِالْحَقِّ حق کے ساتھ لِیَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فِیْمَا ان چیزوں میں اخْتَلَفُوْا فِیْهِ جن کے حق ہونے میں لوگوں نے اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِیْهِ اورنہیں اختلاف کیا اس میں اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْهُ مگراُن لوگوں نے جن کودی گئی کتاب مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعداس کے کہ واضح دلیلیں ان کے پاس آگئیں بَغْیًۢا سرکشی کرتے ہوئے بَیْنَهُمْ آپس میں فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پس اللہ نے ہدایت دی ان لوگوں کو جو ایمان لائے لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ اس چیز میں جس میں انھوں نے اختلاف کیا تھا مِنَ الْحَقِّ حق سے بِاِذْنِهٖ اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اوراللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے کی طرف۔

بنی اسرائیل کا تذکرہ :

حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اسرائیل اور یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اِسراء کا معنیٰ عبد اور ایل کے معنیٰ اللہ۔ تو اسرائیل کے لفظی معنیٰ ہیں عبد اللہ، اللہ کا بندہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے بیٹی کوئی نہ تھی۔ اُن بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام تھے جو کہ پیغمبر تھے۔ اور ان کا مفصل واقعہ سورۃ یوسف میں مذکور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر بڑے انعام فرمائے تھے لیکن انھوں نے رب تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی۔ اور یہ بات آپ پہلے پارے میں پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تیہ کے میدان میں جس کو آج کے جغرافیہ میں وادیٔ سینائی کہتے ہیں۔ یہ میدان چھتیس میل لمبا ہے اور چوبیس میل چوڑا ہے۔ اس وادیٔ سینائی میں جب پہنچے تو ان کو حکم ہوا کہ عمالقہ قوم کے ساتھ جہاد کرو اور چھٹے پارے میں مذکور ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جہاد کا حکم دیا کہ جہاد کی تیاری کرو تو کہنے لگے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ "اے موسیٰ علیہ السلام! تم جاؤ اور تمھارا رب جائے اور جا کے ان کے ساتھ لڑو ہم تو اس کے ساتھ لڑائی نہیں کر سکتے۔" دیکھو! کتنا گستاخانہ جواب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس میدان سے نکلنا چالیس سال تک حرام کر دیا اور یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ اور اس میدان میں ان کے لیے گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر بادل کا سایہ کیا وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ میں اسی کا ذکر ہے۔ وہاں پر کھانے کے لیے کچھ نہ تھا اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ کہ ایک تھال میں بھنے ہوئے بٹیرے اور ایک میں کھیر کہ کھاؤ مزے سے صبح بھی اور شام بھی۔

اور پانی کا کوئی انتظام نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس پتھر

پر ڈنڈا مارو اس سے چشمے نکلیں گے۔ کافی بڑا پتھر تھا بارہ چشمے اس سے جاری ہوئے۔ اس وقت یہ چیزیں ہماری سمجھ میں نہیں آسکتیں مگر یہ انعام اللہ تعالیٰ نے ان پر کیے۔ اور اس سے پہلے جب وہ ہجرت کر کے چلے تو فرعون کی فوجیں آپہنچیں، آگے بحرِ قلزم تھا جس سے نکلنے کے لیے ان کے پاس گزرنے کے لیے کوئی راستہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے دریا پھاڑ دیا۔ راستے خشک ہو گئے اور یہ سارے گزر گئے اور پانی اس طرح کھڑا ہو گیا کہ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ جس طرح دیواریں کھڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً چار ہزار پیغمبر بنی اسرائیل میں بھیجے اور تین مشہور آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمتیں بھی بہت عطا فرمائیں اور باطنی نعمتیں بھی۔ مگر ان ظالموں نے کسی نعمت کی قدر نہیں کی يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ایک دن میں انھوں نے سارے علاقے میں تینتالیس پیغمبر شہید کیے۔ اُنھوں نے یحیٰی علیہ السلام کو شہید کیا، حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کیا، شعیا علیہ السلام کو شہید کیا۔

ایک مومن کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کے قتل ناحق سے آسان ہے۔ تو پھر پیغمبر تو پیغمبر ہوتا ہے اس کے قتل کا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ اور عذاب کا ذکر بھی قرآن پاک میں موجود ہے۔ ان میں سے بعض پر رب تعالیٰ نے طاعون کی بیماری مسلط فرمائی اور چند گھنٹوں میں ستر ہزار کے لگ بھگ مر گئے۔ اور بعض کو رب تعالیٰ نے بندر اور خنزیر بنایا وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ ۔ ان پر طوفان کا عذاب آیا، ان پر اللہ تعالیٰ نے مینڈک مسلط فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجمالی طور پر ذکر فرماتے ہیں۔

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ تو سوال کر بنی اسرائیل سے كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ

بخشی دیں ہم نے ان کو قدرت کی نشانیاں لیکن وَمَنۡ يُّبَدِّلۡ نِعۡمَةَ اللّٰهِ اور جو شخص اللہ کی نعمتوں کو بدل دے مِنۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡهُ بعد اس کے کہ وہ نعمتیں اس کے پاس آچکیں فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ پس بے شک رب تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسی کیسی سزائیں دیں۔ بندر بنایا، خنزیر بنایا، چہرے مسخ کیے۔ اور ایک قوم کو اللہ تعالیٰ نے چوہے بنایا اور وہ تین دن کے بعد مر گئے تھے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ تو جو شخص رب تعالیٰ کی نعمت کو بدل دے اللہ تعالیٰ اس کو سخت سے سخت سزا دیتے ہیں۔

آگے فرمایا زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوا مزین کی گئی ان لوگوں کے واسطے جو کافر ہیں الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی۔ کافروں کی نگاہ میں دنیا ہی دنیا ہے۔ دنیا کی ترقی اور عروج ان کے سامنے ہے اور بس۔ اور یہ کافر وَيَسۡخَرُوۡنَ مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مسخرہ کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے۔ ان کے پھٹے پرانے کپڑے دیکھ کر، ان کی غربت دیکھ کر ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

سن لو! وَالَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا اور وہ لوگ جو کفر و شرک سے بچے فَوۡقَهُمۡ ان کافروں کے اُوپر ہوں گے يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ قیامت والے دن۔ اُونچے اس لحاظ سے بھی کہ جنت کا جو محل وقوع ہے وہ اُوپر ہوگا اور دوزخ نیچے ہوگی اور درجے کے اعتبار سے تو کہاں مومن اور کہاں کافر۔ یہ آسمان اور زمین سے بھی بڑھ کر فرق ہے۔

آٹھویں پارے میں آتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "بہشت والے دوزخیوں کو پکار کر کہیں گے ہم نے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا۔ پس کیا جو وعدہ تمھارے رب نے تمھارے ساتھ کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟" یعنی دنیا میں تم ہمیں

طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے اے فاقے کاٹنے والو! کیا تم سچے ہو۔ کیا ہمارے سچے ہونے کا پتا چل گیا ہے۔ اور اسی پارے میں یہ بھی آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر مومنوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں گےکہ جنت کی جو نعمتیں تم کھاتے ہو اُس میں سے کچھ ہمیں بھی دے دو۔ اس وقت مومن جواب دیں گے کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَھُمَا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ہم یہ پانی اور رزق تمھیں دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس واسطے کہ رب نے یہ رزق اور پانی کافروں پر حرام کیا ہے۔

کثرتِ مال خدا کے راضی ہونے کی دلیل نہیں :

تو اس وقت معلوم ہوگا کہ تم دنیا میں ان بھوکے ننگوں کے ساتھ کس طرح مذاق اُڑاتے رہے۔ تو رزق کی زیادتی رب تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں ہے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ اور اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ رزق کا زیادہ ملنا اگر اللہ کے ہاں مقبول ہونا ہے تو معاذ اللہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ قارون تو اللہ تعالیٰ کا بڑا پیارا تھا۔ جس کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے کہ اس کے پاس اتنے خزانے تھے کہ ان کی چابیوں کی اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ عصبہ کا لفظ دس سے لے کر چالیس تک بولا جاتا ہے۔ تو جس کے خزانوں کی چابیاں اچھی کاصی جماعت اُٹھاتی تھی اس کے خزانوں کا خود حساب لگالو۔

اسی طرح معاذ اللہ تعالیٰ ثم معاذ اللہ تعالیٰ، حدیثیں تم سنتے رہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی روٹی بھی دو دن پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو دن مسلسل جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوئی اور تین تین مہینے گزر جاتے کہ چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی یعنی پکانے کے لیے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ تو پھر معاذ اللہ تعالیٰ یہ کہنا پڑے گا کہ

رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ناراض تھے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو کچھ نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ ایک آدھ مرتبہ چراغ جلانے کا ذکر آتا ہے۔ باقی اس گھر میں چراغ بھی روشن نہیں ہوتا تھا کیوں کہ اتنی توفیق نہیں تھی۔ سحری کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس طرح لیٹی ہوتی تھیں جیسے سامنے جنازہ پڑا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک قرآن کریم پڑھتے رہتے تھے۔ پھر جب رکوع کے بعد سجدہ میں جاتے تھے تو بخاری شریف کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ٹانگوں کو دباتے تھے وہ اکٹھی کر لیتی تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تھے ورنہ سجدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ رہنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مکان تھا۔

تو فرمایا کہ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ قبولیت مال میں نہیں وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے۔ اور حساب کے معنیٰ عربی لغت میں مشقت کے بھی ہوتے ہیں۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کو رب بغیر مشقت کے وافر مقدار میں مال دے دیتا ہے اور حساب کا معنیٰ مطالبے کے بھی ہوتے ہیں۔ تو بعض لوگوں کو رب تعالیٰ بغیر مطالبے اور مانگنے کے دیتا ہے اور اتنا کہ وہ اس کو سنبھال نہیں سکتے۔ اور بغیر حساب کے معنیٰ لاتعداد، بے شمار۔ تو رزق اللہ تعالیٰ ان کو لوگوں کو بھی دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن پر ناراض ہوتا ہے۔

اور یہ حدیث آپ نے کئی مرتبہ سنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رزق ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے راضی ہوتا ہے اور ان کو بھی دے دیتا ہے جن سے ناراض ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایمان اور دین صرف ان کو دیتا ہے جن پر راضی ہوتا ہے۔ اس واسطے رزق کی کثرت اور قلت کے ساتھ مقبولیت اور مردودیت وابستہ نہیں ہے۔ اور

یہ بھی آپ نے درس میں سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ میں نے ستر اصحابِ صفہ جو اس وقت کے طالب علم ہوتے تھے فرمایا میں نے خود شمار کیے۔۔ان کا حال یہ تھا کہ کسی کے پاس کرتہ (قمیص) نہ تھا اور کسی کے پاس چادر نہ تھی لمبا سا ٹاٹ اس نے پہن رکھا تھا اور جب بیٹھتے تھے تو ایک دوسرے کے پیچھے چھپ کر بیٹھتے تھے کہ ننگے نہ ہو جائیں۔اور آج وہ جنت کے وارث ہیں۔

عبداللہ بن اُبی کا جنازہ :

اور اسی مدینہ طیبہ میں رہنے والا عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین جس کا جنازہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے جنازہ پڑھا۔(اور ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کروڑوں اولیاء کرام مل کر ایک صحابی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔)اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتہ (قمیص) مبارک بھی اپنے جسم مبارک سے اُتار کر اس کو بہ طور کفن پہنایا اور اپنا لعاب مبارک بھی اس کے جسم پر لگایا۔اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے۔اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللهُ لَهُمْ [التوبہ:۸۰] "اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز نہیں بخشے گا۔"

فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً سارے لوگ ایک ہی جماعت تھے۔حضرت آدم علیہ السلام کی عمر تھی ہزار سال اور عقیدہ سب کا ایک ہی ہوتا تھا البتہ جرائم ہوتے تھے۔قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا لیکن اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نہ تھا۔حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ایک ہزار سال اور گزرے نوح علیہ السلام تک بھی سب لوگ ایک ہی عقیدے پر قائم تھے۔

سب سے پہلی قوم جو مشرک پیدا ہوئی وہ حضرت نوح علیہ السلام کی تھی۔ تو فرمایا لوگ ایک ہی عقیدہ پر تھے پھر لوگوں نے اختلاف کیا اور کفر وشرک شروع کیا فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ پس اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے مُبَشِّرِيْنَ نیکوں کو خوش خبری سنانے کے لیے کہ تم پر رب راضی ہوگا اور تم پر رب کی رحمتیں نازل ہوں گی اور مرنے کے بعد تمھاری زندگی بڑی سہل اور آسان ہوگی اور جنت میں داخل ہوگے وَمُنْذِرِيْنَ اور نافرمانوں کو ڈرانے والے کہ کفر وشرک چھوڑ دو ورنہ دنیا میں بھی رب تعالیٰ کا عذاب آسکتا ہے اور عذابِ قبر الگ ہے اور آخرت کا عذاب الگ ہے اور دوزخ کا عذاب دائمی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تمام مسلمین اور مسلمات کو اس سے بچائے۔

وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں پر کتابیں نازل فرمائیں، صحیفے نازل فرمائے، وحی نازل فرمائی بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ کیوں؟ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ تاکہ وہ کتابیں فیصلہ کریں لوگوں کے درمیان فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ان چیزوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ یعنی جب اختلاف شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اُنھوں نے حق کو واضح کیا اور باطل کو بھی واضح کیا کہ یہ حق ہے، یہ باطل ہے اس کو اپناؤ اور اس کے نزدیک نہ جاؤ۔ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اور نہیں اختلاف کیا اس میں اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مگر اُن لوگوں نے جن کو کتابیں دی گئی تھیں مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ گئی تھیں۔ یعنی جن لوگوں نے اختلاف کیا تھا وہ غلط فہمی کا شکار نہ تھے بلکہ ضد تھی حق کے ساتھ عناد تھا۔

یہ اختلاف کیوں کیا؟ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ آپس میں سرکشی کرتے ہوئے اُنھوں نے حق کے ساتھ اختلاف کیا فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پس اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ان

لوگوں کو جنھوں نے ایمان قبول کیا لِمَا اخۡتَلَفُوۡا فِیۡهِ مِنَ الۡحَقِّ اس چیز میں ہدایت دی جس حق میں لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔تو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی بِاِذۡنِهٖ اپنے حکم اور اپنی مہربانی سے وَاللّٰهُ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ سیدھے راستے کی۔ اور ہدایت کا ضابطہ اس طرح بیان فرمایا ہے وَ یَهۡدِیۡۤ اِلَیۡهِ مَنۡ اَنَابَ جو شخص رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔ایک مقام پر مَنۡ یُّنِیۡبُ کے لفظ ہیں جو شخص رب تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے،رب اس کو ہدایت دیتا ہے۔اور جو شخص رب تعالیٰ سے بے پروائی کرتا ہے،مستغنی ہے تو رب تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔اس کی ذات تو صمد ہے،بے نیاز ہے۔محتاج تو ہم ہیں۔رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا

الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ مَّثَلُ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡؕ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلۡ مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡۚ وَعَسٰۤى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾ ع ۲۶ ۱۰

اَمۡ حَسِبۡتُمۡ کیا تم خیال کرتے ہو اَنۡ اس بات کا تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَاۡتِكُمۡ اور ابھی تک نہیں آئیں تمہارے پاس مَّثَلُ الَّذِيۡنَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوۡا جو گزر چکے ہیں مِنۡ قَبۡلِكُمۡ تم سے پہلے مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡسَآءُ پہنچی ان کو مالی پریشانی وَالضَّرَّآءُ اور بدنی پریشانی وَزُلۡزِلُوۡا اور ان پر زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی گئی حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ یہاں تک کہ کہا اس وقت کے رسول نے وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور اُن لوگوں نے جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ کب آئے گی مدد اللہ تعالیٰ کی اَلَا

خبردار اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے

يَسۡـئَلُوۡنَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ کیا کچھ وہ خرچ کریں قُلۡ کہہ دے مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ جو چیز تم خرچ کرو مِّنۡ خَيۡرٍ مال سے فَلِلۡوَالِدَيۡنِ پس ماں باپ کے لیے وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ اور قریبی رشتہ داروں کے لیے وَالۡيَتٰمٰى اور یتیموں کے لیے وَالۡمَسٰكِيۡنِ اور مسکینوں کے لیے وَابۡنِ السَّبِيۡلِ اور مسافروں کے لیے وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ اور جو بھی تم کرو گے خیر اور بھلائی فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والا ہے كُتِبَ عَلَيۡكُمُ الۡقِتَالُ فرض کیا گیا تم پر دشمنوں کے ساتھ لڑنا وَهُوَ كُرۡهٌ لَّكُمۡ اور یہ لڑنا تمھیں ناپسند ہے وَعَسٰٓى اَنۡ تَكۡرَهُوۡا شَيۡـئًا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اور تمھارے لیے وہی بہتر ہو وَعَسٰٓى اَنۡ تُحِبُّوۡا شَيۡـئًا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمۡ اور تمھارے لیے وہی بری ہو وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ اور تم نہیں جانتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اپنی نبوت کا اعلان کیا اور رب تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی اور قیامت کے متعلق عقیدہ بتایا اور اچھے اخلاق کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا سبق دیا تو اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت مخالفت ہوئی۔ چند آدمیوں کے سوا کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیا اور جو آدمی مسلمان ہوئے ان کو بھی بڑی بڑی

تکلیفیں پہنچائیں اوران میں سے بعض شہید ہو گئے اور بعض کو ٹخنوں میں رسیاں باندھ کر گلیوں اور سڑکوں پر کھینچا گیا بعض کو گرم ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر چڑھ جاتے۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قبولِ اسلام:

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے ان کا چچا بہت سخت آدمی تھا۔ اس نے کہا لڑکے کلمہ چھوڑ دے۔ کہنے لگے چچا جی! کلمہ چھوڑنے والی چیز نہیں کلمہ تو پڑھنے والی چیز ہے۔ چچے نے دیوار میں لمبی موٹی میخ ٹھونک کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس سے لٹکا دیا اور اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ خشک غلاظت اکٹھی کر کے لاؤ اور اس کا دھواں اس کی ناک میں دو۔ ان کے ساتھ یہ بھی کیا گیا۔ ان کو ایمان سے برگشتہ کرنے کے لیے بہت کچھ کیا گیا لیکن یہ لوگ بڑے صبر، ہمت اور حوصلے والے تھے۔ شکر کرو کہ رب تعالٰی نے ہمیں ایسی تکلیفوں میں مبتلا نہیں کیا ورنہ ہم میں سے کوئی ایک بھی کھڑا ہونے والا نہیں ہے۔

اسی طرح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو ان کے چچا نے بھی صف میں لپیٹ کر سریئے کے ساتھ لٹکا دیا اور گھر کے افراد پر پابندی لگادی کہ اسے کھانے پینے کے لیے کچھ نہ دیا جائے۔ مگر وہ بڑی ہمت والے لوگ تھے کوئی بھی ان میں سے نہ ڈگمگایا۔ پھر ہجرت کوئی معمولی بات نہیں۔ اپنا گھر بار، کاروبار، برادری چھوڑنا اور پھر دشمنوں کے ہاتھ میں دے کر چلے جانا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر بدر میں جو تکلیفیں پیش آئیں، اس کے بعد اُحد میں جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں، ستر آدمی شہید ہوئے اور بے شمار زخمی ہوئے۔ اس کے بعد پھر غزوہ خندق میں مسلمانوں کو تکلیفیں اُٹھانا پڑیں۔ ان تکلیفوں کو

دیکھ کر بعض نئے نئے مسلمان گھبرا جاتے تھے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَمْ حَسِبْتُمْ کیا تم خیال کرتے ہو اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ یہ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَأْتِكُمْ اور ابھی تک تمھارے پاس نہیں آئیں مَّثَلُ الَّذِيْنَ ان لوگوں کی مثالیں خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ جو تمھارے سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی جو لوگ گزر چکے ہیں ان پر جس طرح کی تکلیفیں آئی تھیں اس طرح کی ابھی تک تمھارے اُوپر نہیں آئیں اور تکلیفیں برداشت کرنے کے بغیر جنت نہیں ملتی۔ وہ بڑی قیمتی ہے اور جو چیز اعلیٰ اور عمدہ ہوتی ہے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آزمائش :

بخاری شریف میں روایت ہے۔ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ غلام تھے۔ ان کا آقا امیہ بن خلف بڑا ظالم اور سخت گیر تھا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو بھوکا پیاسا بھی رکھتا اور مارتا اور کہتا کلمہ چھوڑ دے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ کلمہ نہیں چھوڑ سکتا۔ جس طرح ہمارے ہاں کیکر کا درخت جو دیر تک جلتا رہتا ہے، اسی طرح عرب میں ایک درخت ہے جس کو غظاہ کہتے ہیں اس کے کوئلے جلا کر اور ان کا کرتہ اُتروا کر کمر کے بل لٹا دیتا اور چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ دیکھو! آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے عمل تو دور کی بات ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی کمر سے خون جاری ہو جاتا اور رطوبت نکلتی، اس سے کوئلے ٹھنڈے ہو جاتے۔ کمر میں گڑھے سے بن گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبۃ اللہ کے سائے میں سر کے نیچے چادر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اپنی کمر سے کرتہ اُٹھایا اور کہنے لگے حضرت! میرا ظالم آقا امیہ بن خلف مجھے کوئلوں پر لٹا کر میری چھاتی پر کھڑا ہو

جاتا ہے اور مجھے پہلو بھی نہیں بدلنے دیتا۔ حضرت! دیکھیں میری پیٹھ پر کیسے زخم ہیں، گڑھے پڑے ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے خباب! تم میرے اُمتی ہو اور تم سے پہلے ایسے ایمان والے لوگ بھی گزرے ہیں کہ ان کو ناف تک زمین میں گاڑ کر اور سر پر آری رکھ کر ایک آدمی آگے اور ایک پیچھے کھڑا ہو جاتا اور کہتے کہ کلمہ چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے چیز کر دو ٹکڑے کر دیں گے۔ وہ کہتے کلمہ نہیں چھوڑنا۔ وہ ظالم آری چلا کر دو ٹکڑے کر دیتے تھے۔ ایک حصہ ایک طرف اور دوسرا حصہ دوسری طرف گر جاتا تھا۔ آج ہے کوئی اس کا تصور کرنے والا۔ اور فرمایا کہ ایسے بھی تھے کہ ظالموں نے لوہے کی کنگھیاں بنائی ہوئی تھیں اور کہتے تھے کلمہ چھوڑ دو۔ تو ان میں سے جو کلمے پر پختہ رہتے ان کے چمڑے اور گوشت کو ان لوہے کی کنگھیوں سے نوچ لیتے، ہڈیاں رہ جاتیں اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جاتے مگر کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔

اسی طرح سورۃ البروج میں واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس وقت کے ظالم بادشاہ نے آگ کا بھٹہ تیار کیا۔ ظالم بادشاہ اور اس کے وزیروں، مشیروں نے کناروں پر کرسیاں لگا لیں اور چاروں طرف اللہ کی مخلوق کھڑی ہے۔ ایک ایک آدمی کو آگے کر کے کہتے کہ کلمہ چھوڑ دو ورنہ آگ میں ڈال دیں گے۔ وہ کلمہ نہیں چھوڑتے تھے۔ سب کے سامنے آگ میں ڈال دیئے جاتے اور وہ جل جاتے، پھر دوسرے کو، پھر تیسرے کو مگر کوئی آدمی بھاگا نہیں۔

ایک عورت نے اپنا دودھ پیتا بچہ اپنی چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا۔ ان ظالموں نے بچہ چھین کر آگ میں پھینک دیا۔ ماں تھی، بے چاری کانپ اُٹھی اور کہا اس بچے کا کیا

قصور کلمہ تو میں نے پڑھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو قوتِ گویائی عطا فرمائی۔ اس دودھ پیتے بچے نے آواز دی۔ اے میری ماں! تو حق پر ہے ڈرنا نہیں یہ ظاہری طور پر آگ نظر آتی ہے حقیقت میں یہ جنت کا راستہ ہے۔ اُس عورت کو بھی اُنھوں نے اُٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔

یہ چیزیں اس وقت ہمارے تصور میں بھی نہیں آسکتیں مگر وہ بڑے پختہ اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ ہمیں تو آج تھوڑی سی بھی تکلیف آجائے تو لوٹے بن جاتے ہیں یعنی لوٹے کی طرح پھر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ ہم امتحان کے قابل ہی نہیں ہیں اس واسطے ہم پر زیادہ سختی نہیں آتی۔ اُن لوگوں پر سختیاں آئیں اور اُنھوں نے برداشت کیں، جان دے دی مگر ایمان نہیں چھوڑا۔

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی پیشکش :

حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ ہرقل روم کی فوجوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ کچھ اور ساتھی بھی گرفتار ہوئے۔ ایک ایک سے انٹرویو لے رہے تھے۔ ان کو ہرقل روم نے دیکھا کہ بڑا خوب صورت اور صحت مند نوجوان ہے۔ قدوقامت بھی خوب ہے اور بات بھی بڑے سلیقے سے کرتا ہے۔ ہرقل نے ان کو کہا برخوردار، عزیز! میں روم کا بادشاہ ہوں، ہرقل میرا نام ہے، قیصر میرا القب ہے۔ میں تجھے پیشکش کرتا ہوں کہ اُزَوِّجُكَ اِبْنَتِيْ وَاُشْرِكُكَ فِيْ مُلْكِيْ "میں تجھے اپنی لڑکی کا رشتہ دوں گا اور اپنے ملک میں تجھے بڑا عہدہ دے دوں گا، وزیر کہے یا وزیر خارجہ، جو بھی تو چاہے گا تَنَصَّرْتَ تو عیسائیت قبول کرلے۔"

عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کہا دوبارہ کہو تم نے کیا کہا۔ اس نے پھر اپنی بات

دھرائی۔ فرمایا تم تو ایک ملک کے بادشاہ ہو صرف روم کے۔ خدا کی قسم وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم ساری دنیا کے بادشاہ ہوتے بلا شرکت غیرے اور پھر تم ساری دنیا کا بادشاہ مجھے بنا دیتے اور تاج میرے سر پر رکھ دیتے تو پھر بھی میرے دل میں ایمان چھوڑنے کا تصور بھی نہیں آسکتا۔

حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں لڑتے لڑتے گرفتار ہو گئے۔ مسیلمہ کذاب نے ان سے انٹرویو لیا کہ تم ہمارے ساتھ کیوں لڑتے ہو۔ کہنے لگے اس واسطے کہ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہے اور تو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مسیلمہ نے کہا کہ تو اس طرح کر کہ مجھے نبی مان لے میں تجھے چھوڑ دوں گا ورنہ اُقَطِّعُكَ اَرْبًا اَرْبًا "میں تیرا ایک ایک جوڑ الگ الگ کر دوں گا۔"

حضرت حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا اَنْتَ وَذَاكَ جو تیرے دل میں آتا ہے کر میں نے اپنا کلمہ نہیں چھوڑنا۔ تو اس نے بازو کلائی سے کاٹا پھر کہنی سے کاٹا، پھر کندھوں سے کاٹا۔ ایک ایک عضو اس نے الگ کر دیا مگر انھوں نے ایمان نہیں چھوڑا۔

خبیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ کو کافروں نے سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا اور مکہ مکرمہ کی سرداری اس وقت اس کے پاس تھی۔ اس نے کہا برخوردار! میرے ساتھ سودا کر لے۔ وہ یہ کہ تو ایک لفظ کہہ دے تیری رہائی کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ لفظ یہ کہہ کہ (نعوذ باللہ) آج میری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سولی پر چڑھایا جاتا تو کیا اچھا ہوتا۔ قرآن پاک کی رو سے، حدیث پاک کی رو سے، فقہ اسلامی کی رُو سے مکرہ یعنی جس پر جبر کیا گیا ہو اس کو کلمۂ کفر کہنا جائز ہے۔ اُس وقت اگر وہ الفاظ جان بچانے کے لیے کہتے تو شرعاً ان کو اجازت تھی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چچا جی! تم

نے کیا کہا؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کفر کی حالت میں وہ الفاظ دہرائے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تو اتنا کہہ دے (نعوذ باللہ) کہ میری جگہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لٹکایا جائے تو کیا اچھا ہو۔

فرمایا چچا جی! یہ لفظ تو بڑے وزنی ہیں۔ خدا کی قسم! میں اپنی سولی کے بدلے اتنا بھی کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ معاف کرنا! مسلمان تو وہ تھے ہم تو صرف نام کے مسلمان ہیں، موروثی مسلمان ہیں، پیدائشی مسلمان ہیں۔ ہم نے تو اسلام کی کوئی خدمت ہی نہیں کی اور نہ ہی محنت کر کے اسلام حاصل کیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے وَلَمَّا يَأْتِكُمْ اور ابھی تک تمھارے پاس نہیں آئیں مَّثَلُ الَّذِيْنَ مثالیں ان لوگوں کی خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ جو تم سے پہلے گزرے ہیں مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ پہنچیں ان کو مالی پریشانیاں وَالضَّرَّآءُ اور بدنی پریشانیاں وَزُلْزِلُوْا اور ان پر ایسی زلزلے کی سی کیفیت طاری کر دی گئی کہ حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ یہاں تک کہ اس وقت کے جو رسول نے انھوں نے بھی فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور اُن لوگوں نے بھی کہا جو ایمان لا چکے تھے مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان ہوا اَلَآ خبردار! ثابت قدم رہنا ایمان نہ چھوڑنا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ گو اُنھوں نے جانیں قربان کر دیں مگر اس سے لوگوں میں اچھے تاثرات قائم ہوئے۔ اسلام پھیلا ہے، حق پھیلا ہے سمٹا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ حضرت عمرو ابن جموع رضی اللہ عنہ انصاری لنگڑے تھے۔ جب کھڑے ہوتے تو پھرکی کی طرح پھر جاتے تھے اور تھے بڑے مال دار۔ اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت! میرے پاس پیسے ہیں مجھے مصرف بتائیں کہ میں کہاں خرچ کروں؟

قُلْ تو کہہ دے مَآ اَنْفَقْتُمْ جو بھی تم خرچ کرو گے مِّنْ خَیْرٍ مال فَلِلْوَالِدَیْنِ پس ماں باپ کے لیے۔ سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔ لیکن یاد رکھنا! یہ زکوٰۃ کی بات نہیں ہو رہی۔ اور نفلی صدقہ بندہ اپنے والدین کو بھی دے سکتا ہے وَالْاَقْرَبِیْنَ اور قریبی رشتہ داروں کی مالی امداد کرو وَالْیَتٰمٰی یتیموں کی امداد کرو وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینوں کی امداد کرو وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافروں کی امداد کرو۔ یہ مصرف ہیں جتنا دینا چاہو وہ تمھاری صوابدید پر موقوف ہے۔ کوئی حد بندی نہیں ہے کہ تم اتنے پیسے دو یا فلاں چیز دو۔

سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم :

البتہ یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ والدین کو زکوٰۃ، فطرانہ، نذر و منت، قسم کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، کسی قسم کی واجب چیز نہیں دی جا سکتی۔ اسی طرح دادے، دادی کو، پردادے کو، نانی، نانے کو، بیٹی کو، پوتے، پوتی کو، نواسے، نواسی کو، نیچے تک چلے جاؤ ان کو بھی زکوٰۃ نہیں لگتی۔

بعض لوگ بے تکی باتیں کرتے ہیں کہ اگر وہ بھوکے ہوں تو بندہ کیا کرے، زکوٰۃ نہ دے۔ خصوصاً جب سادات کا نمبر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ تم یہ کہتے ہو کہ سید کو زکوٰۃ نہیں دینی تو اگر سید بادشاہ بھوکا مرتا ہو تو پھر بندہ کیا کرے؟

گزارش ہے یہ ایک وہمی بات ہے کیوں کہ شریعت نے تم سے چالیس روپے میں سے ایک روپیہ زکوٰۃ کا لیا ہے اور اُنتالیس روپے تمھارے پاس ہیں۔ تو سید بادشاہ کی اُن اُنتالیس میں سے امداد کرو نا یا اس کو تم نے حرام ہی کھلانا ہے۔ ساری رقم تو شریعت نے تم سے لی نہیں، چالیس میں سے ایک روپیہ لیا ہے۔ سو میں سے اڑھائی روپے لیے ہیں۔ دو سو میں سے پانچ روپے لیے ہیں۔ ایک ہزار میں سے پچیس روپے لیے ہیں تو ۹۷۵ تو تمھاری جیب میں ہیں ان میں سے سید بادشاہ کی خدمت کرو نا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ زکوٰۃ وغیرہ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ ﷺ "فرمایا یہ زکوٰۃ لوگوں کے مالوں کی میل کچیل ہے نہ میرے واسطے حلال ہے نہ میری آل کے واسطے۔" ہاں! اگر نفلی صدقہ دو تو اس کا تمھیں دوہرا ثواب ملے گا۔ ماں باپ کو دو ایک تو اس واسطے کہ غریب ہیں دوسرا اس واسطے کہ تمھارے ماں باپ ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی اور عزیز رشتہ دار ہے، کمزور ہے اس کو دو تو ڈبل ثواب ملے گا۔ یعنی بیس نیکیاں ملیں گی۔ اس واسطے کہ تم صلہ رحمی کر رہے ہو۔ صدقے کا ثواب الگ اور صلہ رحمی کا الگ۔

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم کرو گے مال سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو بہ خوبی جانتا ہے۔

اس سے پہلے کافروں کے مظالم کا ذکر تھا آگے فرمایا تمھیں رب کی طرف سے حکم ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ تم پر فرض کیا گیا اپنے دشمنوں کے ساتھ لڑنا۔ مشرکوں کے ساتھ، کافروں کے ساتھ لڑنا تم پر فرض ہے۔ اور یہ فرض کفایہ بھی ہے اور فرض عین بھی ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ بھی ادا کر دیں تو دوسرے سب لوگ گناہ سے

بچ گئے۔ اور فرض عین کا مطلب ہے کہ ہر ایک پر لازم ہے جب تک وہ خود نہیں کرے گا جان نہیں چھوٹے گی۔ دوسرے ملک میں جا کر لڑنا یہ فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ مجاہد کافروں کے ساتھ لڑتے ہیں تو دوسروں کی گردن فارغ ہے۔ اور اگر ملک پر حملہ ہو گیا تو پھر سب پر فرض ہے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ خدانخواستہ پاکستان پر انڈیا حملہ کرتا ہے۔ اسرائیل کے ارادے ہیں پاکستان پر حملہ کرنے کے انڈیا کے ساتھ مل کر۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر پاکستان میں رہنے والے ہر مسلمان مرد عورت پر دفاع فرض ہے، فرض عین ہوگا

وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وہ تمھیں ناپسند ہے وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا اور قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور وہی تمھارے لیے بہتر ہو وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا اور ممکن ہے کہ تم کسی شے کو پسند کرو وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہی تمھارے لیے بُری ہو۔ اور دیکھو! طبعی طور پر تو انسان جہاد سے گریز کرتا ہے کہ جان دینی، مارنا، زخمی ہونا، تکلیفیں اُٹھانا آسان بات تو نہیں ہے لیکن جہاد کی برکات بڑی ہیں۔

جہادِ افغانستان کی اہمیت :

دنیا میں دو ہی قوتیں سمجھی جاتی تھیں۔ ایک روس اور دوسری امریکہ۔ یہ دونوں بڑی ظالم اور طاغوتی قوتیں تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے روس کو ابابیلوں سے مروا دیا۔

ابتدائی دور میں صرف مدارس کے طالب علم تھے۔ ہمارے نصرۃ العلوم سے فارغ شدہ تقریباً تیس طالبان شہید ہوئے۔ میرا نواسہ عمران عدیل جس کی عمر ساڑھے سترہ سال تھی وہ خوست کے مقام پر شہید ہوا۔ میرا بیٹا شاہد ان محاذوں پر لڑتا رہا ہے۔

اب اس روس کی قوت منتشر ہو چکی ہے۔ ان شاء اللہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ امریکہ کی طاقت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگی۔ ظالم آخر کب تک ظلم کریں گے؟ رب کی گرفت

بہت سخت ہے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اس واسطے جو رب نے فرمایا ہے وہی حق ہے اسی پر چلو، اس میں خیر اور اسی میں بھلائی ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ

عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

یَسْـَٔلُوْنَكَ سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ عزت والے مہینے کے بارے میں قِتَالٍ فِيْهِ کہ اس میں لڑنا کیسا ہے قُلْ کہہ دے قِتَالٌ فِيْهِ لڑائی اس مہینے میں كَبِيْرٌ بڑی ہے وَصَدٌّ اور روکنا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے وَكُفْرٌۢ بِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اور وہاں کے باشندوں کو نکالنا اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ یہ اس سے بھی بہت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وَالْفِتْنَةُ اور فتنہ

اَكْبَرُ بہت بڑا ہے مِنَ الْقَتْلِ قتل سے وَلَا يَزَالُوْنَ اور ہمیشہ رہیں گے وہ يُقَاتِلُوْنَكُمْ تمھارے ساتھ لڑتے حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ یہاں تک کہ وہ تمھیں لوٹا دیں عَنْ دِيْنِكُمْ تمھارے دین سے اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر وہ طاقت رکھیں وَمَنْ يَّرْتَدِدْ اور جو شخص پھر گیا مِنْكُمْ تم میں سے عَنْ دِيْنِهٖ اپنے دین سے فَيَمُتْ پھر مر گیا وَهُوَ كَافِرٌ اور وہ کفر پر مرا فَاُولٰٓئِكَ پس وہ لوگ ہیں حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ اکارت ہوگئے اعمال ان کے فِي الدُّنْيَا دنیا میں بھی وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت میں بھی وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ اور وہ ہیں دوزخ والے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا اور وہ جنھوں نے ہجرت کی وَ جٰهَدُوْا اور اُنھوں نے جہاد کیا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وہ اُمید رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

حرمت کے مہینے میں لڑائی :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک علاقے کے بارے میں خبر ملی کہ وہاں کے کفار آس پاس کے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے کے لیے بڑا تشدد کر رہے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پھوپھی زاد بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنایا اور تقریباً چار سو کے لگ بھگ مجاہدین کا ایک دستہ ان کے ماتحت روانہ کیا کہ تم نے فلاں محاذ پر پہنچنا

ہے۔ وہاں پر جو مسلمان ہیں ان پر ظلم ہو رہا ہے تمھیں ان کا دفاع کرنا ہے۔ یہ جمادی الاخریٰ کا مہینہ تھا اور آخری تاریخیں تھیں اور اگلا مہینہ رجب کا تھا۔ رجب کے مہینے میں لڑائی منع ہوتی تھی اور یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلی آ رہی تھی۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم یہ تین مہینے اور چوتھا رجب تھا۔ ابتداء اسلام میں یہی مسئلہ تھا پھر جب سورہ توبہ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ تو اس بات پر دونوں گروہ متفق تھے کہ رجب میں لڑائی نہیں ہوگی۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے حالات کا جائزہ لیا۔ جب اس بات کا کافروں کو علم ہوا تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے کہ یہ کون ہوتے ہیں ہمارے معاملات میں مداخلت کرنے والے اور ہم پر اپنا حکم نافذ کرنے والے تو انھوں نے لڑائی شروع کر دی۔ مسلمان دستے نے بھی اپنا دفاع کیا۔ ابن حضرمی کافروں کا سردار تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس سے کفار کے جذبات اور زیادہ بھڑک اُٹھے۔ مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے اور تیسویں تاریخ ہے اس میں ہم لڑ رہے ہیں لیکن اتفاقاً وہ یکم رجب نکلی۔

تو کافروں کو اور تو کچھ نہ ملا اُنھوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ دیکھو! مسلمانوں نے رجب کے مہینہ میں لڑائی کی ہے۔ اور یہ پروپیگنڈہ انھوں نے اتنا کیا کہ لوگوں کے جذبات بہت بھڑکا دیئے۔ مسلمان بھی اپنی جگہ نادم ہوئے کہ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ جمادی الآخر کا آخری دن ہے لیکن چاند اُنتیس کا نکلا تیس کا نہ ہوا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ حضرت! اب ہماری کیا پوزیشن ہے کیا آپ پر ہماری کوئی گرفت تو نہ ہوگی؟

اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں یَسْــَٔلُوْنَکَ یہ تمھارے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ عزت والے مہینے میں لڑائی کا کیا حکم ہے؟ قُلْ آپ ان کو جواب دیں قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ کہ عزت والے مہینے میں لڑنا بہت بڑا گناہ ہے۔ لیکن تصویر کا دوسرا رُخ بھی دیکھو کہ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللہِ اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا، ایمان سے روکنا۔ یہ کافر مسلمانوں کو ایمان سے روکتے ہیں وَکُفْرٌ بِہٖ اور اللہ تعالیٰ کے احکام کا صریح انکار کرنا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا۔ کیوں کہ ان لوگوں نے مسجد حرام سے ذوالقعدہ کے مہینے میں روکا تھا حدیبیہ کے سلسلے میں وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اور حرم کے لوگوں کو، مکہ کے رہنے والوں کو مکہ مکرمہ سے نکال دینا اَکْبَرُ عِنْدَ اللہِ یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی ہیں۔ وہ فی نفسہٖ بہت بڑی ہیں۔

اب یہ لوگ ان مہینوں میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کا انکار بھی کرتے ہیں۔ انھی مہینوں میں انھوں نے مہاجرین کو ہجرت پر مجبور کیا۔ یہ بھی تو سارے گناہ کے کام ہیں اور اگر یہ سارے کام ان مہینوں میں کر سکتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ یہ اعتراض کریں۔ بے شک شہر حرام میں لڑائی بہت بڑی بات ہے لیکن اس کے مقابلے میں یہ کام ان سے کافی بڑے ہیں۔ تو ان کو اپنی آنکھوں کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسروں کی آنکھ کا تنکا ان کو نظر آتا ہے۔ ان کو اپنی طرف بھی خیال کرنا چاہیے کہ انھی مہینوں میں ہم اللہ تعالیٰ کے راستہ سے لوگوں کو روکتے ہیں، اِنھی مہینوں میں ہم نے عمرہ نہیں کرنے دیا۔ انھی مہینوں میں ہم نے لوگوں کو یہاں سے نکالا۔ یہ اپنا گناہ کیوں نہیں دیکھتے۔ اگر ان سے غلطی سے لڑائی ہوگئی ہے تو اس کو اتنا اُچھال رہے ہیں اور

خود جان بوجھ کر سب کچھ کرتے ہیں۔

شرک قتل سے بڑا گناہ :

وَالۡفِتۡنَةُ اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ خازن رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ فرماتے ہیں کہ فتنے سے مراد شرک ہے۔ شرک قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور یہ ان مہینوں میں شرک بھی کرتے ہیں ان کو یہ نظر نہیں آتا؟ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں کہ جی رجب کے مہینے میں آدمی قتل کر دیا۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَبۡصَرُ النَّاسِ لوگوں میں زیادہ آنکھوں والا (دیکھنے والا) وہ ہے جو اپنے عیبوں کو دیکھے اور لوگوں کے عیبوں سے آنکھیں بند کر لے اَبۡصَرُ النَّاسِ مَنۡ نَظَرَ عُیُوۡبَهٗ وَغَمَضَ عُیُوۡبَ غَیۡرِهٖ "لوگوں میں سے زیادہ دیکھنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے عیب دیکھے اور دوسروں کے عیبوں کی طرف نہ دیکھے۔" اور نادان احمق آدمی وہ ہے جو اپنے گناہ نہیں دیکھتا اور دوسرے کے گناہوں کی فہرست بنائے رکھتا ہے کہ فلاں میں یہ عیب ہے فلاں میں یہ عیب ہے۔

تو فرمایا وَالۡفِتۡنَةُ اَکۡبَرُ مِنَ الۡقَتۡلِ فتنہ قتل سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ اس واسطے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور قتل کو حلال نہیں سمجھتا کیوں کہ اگر حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا اور کافر کا جہنم سے نکلنا محال ہے۔ جذبات میں آکر کیا تو اس کے لیے سزا خلود فی النار نہیں ہے کبھی نہ کبھی نکل آئے گا۔ لیکن جس شخص نے شرک کیا ہے وہ دوزخ سے کبھی بھی نہیں نکلے گا۔ تو شرک کی سزا قتل سے کافی زیادہ ہے۔ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ فتنے سے عام فتنے مراد ہیں، چاہے زبانی طور پر فتنے ہوں یا عملی طور پر ہوں۔ فتنہ بہت بُری چیز ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْفِتْنَةُ نَائِمَةٌ لَّعَنَ اللهُ مَنْ اَيْقَظَهَا فتنہ سویا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جس نے فتنہ کو جگایا۔ فتنے کی بات کرنا، فتنے کا کام کرنا بہت سنگین جرم ہے لیکن بعض مزاج بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک وہ کوئی فتنہ کی بات نہ کریں اُن کو تسلی نہیں ہوتی وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ اور یہ جو کافر ہیں یہ ہمیشہ تمھارے ساتھ لڑتے رہیں گے حتیٰ کہ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ یہاں تک کہ تمھیں تمھارے دین سے پھیر دیں اِنِ اسْتَطَاعُوْا اگر ان میں طاقت ہو۔

مرتد بارے بعض اہم مسائل :

آگے فرمایا کہ مرتد کا مسئلہ بھی سُن لو وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ اور جو تم میں سے مرتد ہو جائے۔ مسلمان ہونے کے بعد دین چھوڑ دے عَنْ دِيْنِهٖ اپنے دین سے پھر جائے فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ اور مرے اس حال میں کہ وہ کافر ہو فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ان لوگوں کے اعمال دنیا میں بھی اکارت ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ العیاذ باللہ اگر کوئی شخص مرتد ہو جائے تو ساتھ ہی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کے نکاح کو توڑنے کے لیے کسی جج یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں ہے، نکاح خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ پھر یہ جو مرتد ہوا ہے وراثت سے بھی محروم ہو گیا یعنی جس کا اس کو وارث بننا تھا اب نہیں بن سکے گا۔ اور اگر یہ اسی حالت میں مر گیا اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی جازت نہ ہوگی اور نہ ہی اس کا جنازہ ہوگا۔ تو اس سے اندازہ لگائیں کہ کتنا نقصان ہوا۔

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر یہودی یا عیسائی ہو گیا تو اس کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے۔ بہ خلاف اس کے جو پیدائشی یہودی یا عیسائی ہیں

اگر وہ قاعدے کے مطابق ذبح کریں تو ان کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اسی طرح اگر اصل عیسائی یا یہودی عورت ہے تو قاعدے اور شرائط کے مطابق اس کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن اگر کوئی مسلمان عورت مرتد ہو کر عیسائی مذہب قبول کر لے تو اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ مرتد ہونے کے بعد دنیا کے سارے احکام اس سے اُٹھ گئے ہیں اور آخرت کا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں سب ضائع ہو گئیں ہیں۔

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں اگر وہ مرتد سچے دل سے توبہ کرے تو اس نے جو نیکیاں اسلام کی حالت میں کی تھیں اُن کا ثواب اس کو نہیں ملے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جب وہ مسلمان تھا اس وقت اس نے حج کیا تھا پھر مرتد ہو گیا العیاذ باللہ وہ حج تو باطل ہو گیا۔ اب اس نے سچے دل سے توبہ کی اور اس کے بعد وہ مال دار ہو گیا تو اُسے نئے سرے سے حج کرنا پڑے گا۔

بعض کلماتِ کفر :

تو یاد رکھنا! اگر منہ سے کلمۂ کفر نکل گیا تو آدمی مرتد ہو جاتا ہے اور مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی واضح طور پر کہے کہ میں عیسائی ہو گیا ہوں، یہودی ہو گیا ہوں یا میں سکھ بن گیا ہوں۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ایک آدمی کسی کو کہتا ہے کہ آؤ بھائی نماز پڑھ لیں۔ جواب میں وہ آدمی کہتا ہے کہ نماز میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر ہو گیا، مرتد ہو گیا۔ پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا بھائی روزہ رکھ لیں۔ وہ کہے کہ روزہ میں کیا پڑا ہے؟ اتنے الفاظ کہنے سے وہ کافر اور مرتد ہو گیا پہلی نیکیاں سب برباد، نکاح ٹوٹ گیا۔ کسی کو کہا کہ بھائی ڈاڑھی رکھ لو۔ اس نے کہا کہ ڈاڑھی میں کیا رکھا ہے؟ بڑے دیکھے ہیں ڈاڑھیوں والے، مرتد ہو گیا۔ یا یوں کہا کہ

آ بھائی! قرآن کا فیصلہ تسلیم کرلے۔ اور وہ کہے کہ قرآن وُران کیا ہوتا ہے۔ یہ الفاظ کہتے ہی وہ مرتد ہوگیا۔ اور یہ ایسے الفاظ ہیں جو لوگ روزانہ بکتے رہتے ہیں۔

اس واسطے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر مہینے اپنا نکاح تازہ پڑھنا چاہیے تاکہ آگے جو اولاد پیدا ہونی ہے وہ تو حرامی نہ ہو۔ ہر مہینے توبہ کرکے نئے سرے سے نکاح ہونا چاہیے۔ حضرت شامی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اتنا دور نہیں ہے۔ اُن کی تاریخ وفات دیکھ لیں جو آج سے تقریباً دو، تین سو سال پہلے تھا۔ اب ہمارا زمانہ تو بہ توبہ کہاں نکل گیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ایسی ایسی گالیاں نکالتے ہیں کہ آدمی دنگ رہ جاتا ہے کہ انھوں نے کہاں سے سنی ہیں۔ تو مرتد ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ اس کے سر پر سینگ لگ جائیں، اچھا بھلا آدمی ہوتا ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ ہیں دوزخ والے هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی بھی دوزخ سے نکلنا نصیب نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا! دوزخ کی زندگی اور جنت کی ہمیشہ کی زندگی آج ہم نہیں سمجھ سکتے۔ کیوں کہ ہم نے محدود زمانہ دیکھا اور سنا ہے۔ سو سال، ہزار سال، پندرہ سو سال وغیرہ۔ وہاں ایسا نہیں ہے وہ کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے۔ اور کبھی بھی نہ ختم ہونے والی زندگی ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ جنتی کے واسطے خوشیاں ختم نہیں ہوں گی اور دوزخیوں کے لیے تکلیفیں کبھی ختم نہ ہوں گی۔

تو ان مجاہدوں نے جہاد کیا تھا عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں۔ تو ان کو اس بات کی تسلی تو ہوگئی کہ ان مہینوں میں لڑائی بھی بُری ہے اور یہ دوسری کارروائیاں بھی بُری ہیں۔ مسجد حرام سے روکنا، اسلام سے روکنا۔ لیکن ہم نے جو لڑائی لڑی ہے اس کا ہمیں کوئی ثواب بھی ملے گا یا نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وہم دور کیا کہ تمھیں اجر ملے گا۔

فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا اور وہ جنھوں نے رب تعالیٰ کی رضا کے لیے ہجرت کی وَجٰهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا اُولٰٓئِكَ يَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں۔ان کو اجر ملے گا کیوں کہ انھوں نے دیدہ دانستہ نہیں کیا۔غلط فہمی کا شکار ہوئے۔اُنھوں نے یہ سمجھا کہ یہ جمادی الآخر کا تیسواں دن ہے مگر تھی یکم رجب۔تو اُنھوں نے قصداً ایسا نہیں کیا ان کو رب تعالیٰ جہاد کا اجر وثواب عطا فرمائیں گے وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ جو غلطی نادانستہ ہوتی ہے رب تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔اور دیدہ دانستہ بھی کرے اور رب تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کرے وہ بھی رب معاف کر دیتا ہے۔

تو فرمایا یہ تمھاری غلطی واقعتاً غلطی تھی لیکن تھی نادانستہ تمھیں اجر بھی ملے گا۔اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے گا بھی اور کافروں کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔وہ ان مہینوں میں تمھارے کاموں سے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔انھیں اپنے گریبان میں بھی منہ ڈال کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۬ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۙ﴿۲۱۹﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ ع ۲۷

يَسْـَٔلُوْنَكَ یہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْخَمْرِ شراب کے بارے میں وَالْمَيْسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلْ کہہ دو فِيْهِمَآ ان دونوں میں اِثْمٌ كَبِيْرٌ گناہ ہے بہت بڑا وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور کچھ منافع بھی لوگوں کے لیے وَاِثْمُهُمَآ اور گناہ ان دونوں کا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا بہت بڑا ہے ان کے منافع سے وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

اور سوال کرتے ہیں آپ سے مَاذَا یُنْفِقُوْنَ کیا کچھ وہ خرچ کریں

قُلِ کہہ دے الْعَفْوَ اپنی ضرورت سے بچا ہوا کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ

لَكُمُ الْاٰیٰتِ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے لیے اپنے احکام

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور وفکر کرسکو فِی الدُّنْیَا دنیا کے معاملات

میں وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت کے واسطے وَیَسْئَلُوْنَكَ اور وہ لوگ آپ

سے سوال کرتے ہیں عَنِ الْیَتٰمٰی یتیموں کے بارے میں قُلْ اِصْلَاحٌ

لَّهُمْ خَیْرٌ آپ کہہ دیں ان کی اصلاح بہت ہی بہتر ہے وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ

اگر تم ان سے مل کر رہنا چاہو فَاِخْوَانُكُمْ پس تمھارے بھائی ہیں

وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے فسادی کو مِنَ الْمُصْلِحِ اصلاح

کرنے والے سے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ

البتہ تمھیں مشقت میں مبتلا کردیتا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِیْزٌ

غالب ہے حَكِیْمٌ حکمت والا ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ اور نہ

نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتّٰی یُؤْمِنَّ یہاں تک کہ وہ

ایمان لے آئیں وَلَاَمَةٌ اور البتہ لونڈی مُّؤْمِنَةٌ مومن خَیْرٌ

بہتر ہے مِّنْ مُّشْرِكَةٍ شرک کرنے والی عورت سے وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ

اور اگرچہ وہ تمھیں پسند آئے وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِیْنَ اور نہ نکاح کر کے دو

اپنی بہنیں اور بیٹیاں مشرکوں کو حَتّٰی یُؤْمِنُوْا یہاں تک کہ وہ ایمان لے

آئیں وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَیۡرٌ بہتر ہے مِّنۡ مُّشۡرِكٍ مشرک سے وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ اور اگر چہ وہ مشرک تمھیں بھلا لگے یعنی اچھا لگے اُولٰٓئِكَ یَدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ یہ لوگ دعوت دیتے ہیں آگ کی طرف وَاللّٰهُ یَدۡعُوۡٓا اور اللہ تعالیٰ دعوت دیتا ہے اِلَی الۡجَنَّةِ جنت کی طرف وَالۡمَغۡفِرَةِ اور بخشش کی طرف بِاِذۡنِهٖ اپنے حکم سے وَیُبَیِّنُ اٰیٰتِهٖ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمۡ یَتَذَكَّرُوۡنَ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کچھ مسائل کے بارے میں اشکالات پیش آئے۔ آپس میں بحث و گفتگو کرتے تھے۔ سب نے سوچا کہ آپس میں بحث و تمحیص کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی موجود ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیوں نہ معلوم کر لیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فرمائیں اس پر عمل کریں۔

ایک مسئلہ یہ تھا کہ یہ جو شراب ہے یہ درست ہے یا نہیں۔ کیوں کہ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی اور جوا بھی حرام نہیں ہوا تھا۔ تو بحث یہ ہوئی کہ یہ بُری چیزیں ہیں یا اچھی۔ آیا ان کی اشاعت و ترویج کرنی چاہیے یا ان کو بند کر دینا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَسۡئَلُوۡنَكَ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں عَنِ الۡخَمۡرِ شراب کے بارے میں وَالۡمَیۡسِرِ اور جوئے کے بارے میں قُلۡ آپ ان کو کہہ دیں فِیۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِیۡرٌ ان دونوں میں گناہ ہے بہت بڑا وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ اور تھوڑے سے فائدے بھی ہیں لوگوں کے لیے۔ فائدے یہ ہیں کہ مثال کے طور پر شراب پینے کے بعد انسان کو خوشی

محسوس ہوتی ہے اور بعض بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ اور جوئے میں فائدہ یہ ہے کہ بغیر محنت اور مشقت کے پیسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ تو اگر اس پہلو کو دیکھو تو شراب کا کچھ نفع بھی نظر آتا ہے لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ابھی تک حرام نہیں ہوئے تھے۔ یہ اُن کی حرمت کا الارم اور تمھید تھی۔

اس کا دوسرا حکم پانچویں پارے میں ہے۔ پھر ساتویں پارے میں حکم ہے جس سے شراب اور جوئے کو بالکل حرام فرما دیا۔

شراب کے فوائد ونقصانات :

شیخ الرئیس ابن سینا جو یونانی حکماء کا باباہے اُس نے کتاب لکھی ہے جو قانون طب کی مستند کتاب ہے۔ اس میں اس نے چیزوں کے فوائد بیان کیے ہیں۔ مثلاً: یہ جو چنے ہم کھاتے ہیں ان کا فائدہ اس نے قانونچے میں بتایا ہے کہ وہ غذائیں جو پھیپھڑوں کو طاقت پہنچاتی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ طاقت پہنچانے والی چیز چنے ہیں يُغْزِی الِلیْعَةَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ "تمام غذاؤں میں سے پھیپھڑوں کو زیادہ قوت پہنچانے والی چیز چنے ہیں۔" اسی طرح دودھ کے فائدے بیان کیے ہیں سَرِیْعُ الْاِسْتِحَالَةِ اِلَی الْخَلْطِ الْعَالِیْ "انسان کے بدن میں خلطیں ہوتی ہیں خون کی، صفراء کی، سودا کی، اسی طرح بلغم کی ہے تو دودھ کی خاصیت ہے کہ جو خلط غالب ہو یہ فوراً اس میں چلا جاتا ہے۔" کہ بلغمی مزاج ہے تو فوراً بلغم بن جائے گا اور اگر دموی مزاج ہے تو وہ فوراً خون بن جائے گا اور اگر صفراوی مزاج ہے تو دودھ فوراً صفراء بن جائے گا اور اگر سوداوی مزاج ہے تو دودھ فوراً سودا بن جائے گا۔ اس نے ہر ہر چیز پر باقاعدہ بحث کی

ہے۔

تو وہ شراب کے بارے میں پہلے اس کے فائدے بیان کرتا ہے۔مثلاً: اس نے شراب کے پچاس فائدے بیان کیے ہیں۔ان کو پڑھ کر انسان کہتا ہے کہ بڑی مفید چیز ہے۔پھر آگے اس کے نقصانات بیان کرتا ہے۔تو ایک سو پچاس (150)۔تو یوں سمجھو کہ چوتھا حصہ نفع ہے اور تین حصے نقصان ہے۔تو وہ کون نادان ہے کہ ایک نفع حاصل کرنے کے لیے تین نقصان برداشت کرے۔

اسی طرح جوئے میں دوسرے کے خون کو چوسنے سے لڑائی تک نوبت آجاتی ہے۔اور یہاں تک کہ جوئے باز عورت تک ہار جاتے ہیں۔پھر وہ عورتیں کئی کئی دن تک دوسروں کے پاس رہتی ہیں۔تو کتنی بڑی خرابی ہے۔

تو ان آیات میں خطرے کا الارم تھا پھر ساتویں پارے میں حکم ہے اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ [المائدہ:۹۰] ہجرت کے تیسرے سال ان سب چیزوں سے منع کر دیا گیا۔اور مسئلہ قرآن پاک میں مال کے خرچ کرنے کا بھی ہے اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا کہ کیا خرچ کریں، پیسے دیں یا جنس دیں یا کپڑے دیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں یا کون سا مال خرچ کریں؟

انفاق فی سبیل اللہ کا مفہوم :

وَیَسْـَٔلُوْنَكَ اور یہ تم سے سوال کرتے ہیں مَاذَا یُنْفِقُوْنَ وہ کیا خرچ کریں۔ قُلِ کہہ دے الْعَفْوَ جو چیز تمہاری ضرورت سے زائد ہے اس میں سے خرچ کرو۔ضرورت کی چیز مثلاً: تمہارے بھی حق ہیں، تمہارے والدین کے بھی حقوق ہیں،

اولاد کے بھی حقوق ہیں۔ سب کچھ ضرورت مندوں کو دے کر خود مشقت میں پڑنا یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک غریب آدمی آیا۔ پھٹے پرانے کپڑے خستہ حالت۔ اس نے کہا میں بڑا محتاج ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھیوں کو توجہ دلائی کہ اس کی امداد کرو۔ ایک آدمی کے پاس سونے کا ٹکڑا تھا اس نے وہ چندے میں اسے دے دیا۔ تھوڑا سا وقت گزرا تو ایک اور سائل آ گیا اور اس کو علم نہ تھا کہ مجھ سے پہلے بھی کسی نے سوال کیا ہے۔ اس حاجت مند نے بھی سوال کر دیا کہ حضرت میں بہت محتاج ہوں، مانگنا نہیں چاہیے مگر میں مجبور ہوں۔ تو پہلا شخص جس کو سونے کا ٹکڑا ملا تھا وہ اُس نے اِس کو دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر دور پھینک دیا۔ فرمایا تیرے واسطے تو ہم نے مانگا ہے اور تو اب آگے سخی بنتا ہے۔ پہلے اپنی ضرورت پوری کر اس کے بعد اوروں کو دو۔ تو جب اپنی ضرورتیں پوری نہ ہوں تو ایسی حالت میں صدقہ خیرات کوئی معنٰی نہیں رکھتا۔ اس کے بچے کھائیں گے، بیوی کھائے گی یہ بھی صدقے کے حکم میں ہے۔ اور اس کو صدقے کا ثواب ہے۔

یتیموں کے متعلق بعض احکام :

تو فرمایا خرچ وہ چیز کرو اَلْعَفْوَ جو تمھاری ضرورت سے بچی ہوئی ہے کَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے تمھارے واسطے اپنے احکام لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ تم غور و فکر کرو فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا کے معاملات میں بھی اور آخرت کے معاملات میں بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمھاری ایسی راہنمائی فرمائی ہے کہ تمھاری دنیا بھی اور آخرت بھی سنور جائے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر

کسی کا چچا، تایا فوت ہو جائے اور اس کی اولاد نابالغ ہے تو اب یہ چچا زاد بھائی ہیں شریعت نے ان کو پابند کیا ہے کہ ان کے چچیرے بھائیوں کی نگرانی تم نے کرنی ہے۔ یا بھائی فوت ہو گیا اس کے بچے ہیں۔ ایسے سلسلے میں اُن کے پاس بعض دفعہ تھوڑا بہت مال بھی ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ تمھارے گھر میں جو عزیز رشتہ دار یتیم ہیں ان کے مال میں سے ان کی روٹی سالن علیحدہ پکاؤ اور اپنا کھانا الگ تیار کرو۔

عورتوں کو اس سلسلے میں خاصا اشکال تھا، پریشانی تھی۔ کیوں کہ ایک گھر میں ایک دو دن نہیں مسلسل ان کا آٹا گوندھنا، روٹی علیحدہ پکانی اور اپنا الگ گوندھنا۔ ان کی ہانڈی الگ تیار کرنی اور اپنی الگ تیار کرنی۔ یہ خاصا مسئلہ ہے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ پھر گھر میں بچے ہیں ان کو بھی اس بات کی تمیز نہیں ہوتی کہ یہ روٹی کس کی ہے اور یہ سالن کس کا ہے؟ عورتیں باوجود اس کے کہ یتیموں کا سالن روٹی سنبھال کے رکھتی تھیں، پھر بھی اپنے بچے ان کی روٹیاں کھا جاتے تھے۔ پھر انسان کبھی زیادہ کھا جاتا ہے کبھی کم، کبھی طبیعت صحیح ہوتی ہے کبھی خراب۔ تو جب تھوڑا کھاتے باقی ضائع ہو جاتا۔ تو اس سلسلے میں اُنھوں نے سوال کیا کہ حضرت کپڑوں کا مسئلہ تو آسان ہے وہ کبھی دو ماہ کے بعد بنانے پڑتے ہیں کبھی چھ ماہ کے بعد۔ اور تعلیم کا مسئلہ بھی آسان ہے کہ ہم ان کی کتابوں اور کاپیوں کا حساب الگ کر سکتے ہیں مگر حضرت یہ جو کھانے کا مسئلہ ہے اس کا الگ پکانا۔ عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے کہ اپنا آٹا الگ رکھو، ان کا الگ رکھو۔ اپنا نمک مرچ الگ رکھو ان کا الگ رکھو، اپنا گھی الگ رکھو ان کا الگ رکھو۔ پھر اگر ان کی کوئی چیز بچ جائے تو اس کو محفوظ رکھو۔

تو فرمایا وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى یہ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے

ہیں کہ حضرت ان کا کھانا الگ تیار کرنا عورتیں کہتی ہیں کہ یہ خاصا مشکل ہے قُلْ کہہ دے اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ان یتیموں کی خیر خواہی بہت بہتر ہے کہ ان کی کوئی چیز ضائع نہ ہو وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ اور اگر تم کھانے پینے میں ان کو ساتھ ملا لو فَاِخْوَانُكُمْ پس وہ تمھارے بھائی ہیں۔ یعنی اب تمھیں اجازت ہے۔ وہ اس طرح کہ مثال کے طور پر یتیم بچہ آٹھ سال کا ہے۔ تو اس کے آٹے میں سے جتنا تم اپنے آٹھ سال کے بچے کے واسطے آٹا استعمال کرتے ہو اور اس عمر کے بچے کے واسطے جتنا سالن کا خرچہ کرتے ہو اس یتیم کے مال میں سے اتنا خرچہ لے لو۔ پھر اس میں جو کمی بیشی ہو گی وہ تمھیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ نیت بری نہ ہو کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" نیت تمھاری مالِ یتیم کو کھانے کی نہ ہو۔

تو جب یہ حکم آگیا تو عورتیں بڑی خوش ہوئیں کہ ہمارا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ کیوں کہ پہلے خاصی دقت تھی۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو بھی یاد رکھیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ اللہ تعالیٰ تم میں سے فساد کرنے والے کو اور اصلاح کرنے والے کو بہ خوبی جانتا ہے۔ کہ تم حیلے بہانے سے یتیم کا مال کھانا چاہتے ہو یا اس کے مال کی اصلاح کرتے ہو معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ صرف یتیم کو سامنے نہ رکھو بلکہ رب تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھو، عالم الغیب سمجھو اور عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ سمجھو۔ اس طرح نہ کرنا کہ اب تمھیں شرکت کی اجازت مل گئی ہے تو پاؤ آٹا اپنا ڈال لیا اور کلوان کا ملا لیا۔ اسی طرح اپنی سبزی برائے نام لے آئے اور باقی اس کا مال کھا گئے۔ ایک چمچ اپنا گھی ڈالا اور اس کے گھی میں سے ایک چھٹانک ڈال لیا۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا لَاَعْنَتَكُمْ البتہ تمھیں مشقت میں ڈال دیتا۔ وہ اس طرح کہ پہلا حکم ہی برقرار رہتا

اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔

اور مسئلہ۔ وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ اور نہ نکاح کرو تم شرک کرنے والی عورتوں سے حَتّٰی یُؤْمِنَّ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ چھٹے پارے میں یہود و نصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے ان شرائط کے ساتھ کہ جن کا لحاظ ضروری ہے، لیکن پسندیدہ نہیں ہے۔

نکاح کے چند اصول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا عورت میں چار خوبیوں کو دیکھا جاتا ہے لِحُسْنِہَا اس کا حسن و جمال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں ہے وَلِحَسَبِہَا اس کے خاندان کو بھی دیکھو وَلِمَالِہَا مال بھی دیکھو کوئی حرج نہیں وَلِدِیْنِہَا اور دین کو بھی ملحوظ رکھو فَاظْفُرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ لیکن ساری شقوں سے زیادہ دین کو ترجیح دو۔ کیوں کہ دین دار ہوگی تو اولاد پر بڑا گہرا اثر ہوگا۔ ہم نے بہت ساری ایسی صورتیں دیکھی ہیں کہ مائیں بے دین ہیں تو اولاد بھی بے دین ہے۔ مائیں نیک ہیں تو اولاد بھی نیک ہے کیوں کہ اولاد پر زیادہ اثر ماں کا ہوتا ہے۔ ماں پہلا مدرسہ ہے بچوں کے لیے۔

تو فرمایا مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں وَلَاَمَۃٌ مُّؤْمِنَۃٌ اور البتہ لونڈی مومنہ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَۃٍ بہتر ہے مشرک عورت سے وَّلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ اگرچہ مشرک عورت جو آزاد ہے تمھیں بڑی اچھی لگے۔ اس زمانے میں غلاموں کو اس طرح حقیر سمجھتے تھے جس طرح آج کل لوگ کمّی کو سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ ظاہر بات ہے کہ اونچے خاندان کا آدمی کسی کمّی کی لڑکی سے حتی الوسع نکاح کرنے کے لیے

تیار نہیں ہوتا۔ اور فرمایا وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور اپنی بیٹیاں اور بہنیں تم نکاح کر کے نہ دو مشرکوں کو حَتّٰى يُؤْمِنُوْا حتی کہ وہ ایمان لے آئیں۔ لیکن آج تو بڑا فتنے کا دور ہے کئی باطل فرقے ہیں۔ مثلاً: قادیانی ہیں، منکرینِ حدیث ہیں، رافضی ہیں، بہائی ہیں، ذکری ہیں، شرک میں ڈوبے ہوئے لوگ ہیں۔ ان چیزوں کو سوچنے والے کے رشتے میں بڑا فرق ہے۔ مگر آج تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکا خوب صورت ہو، تعلیم یافتہ ہو، بزنس مین ہو، کار، کوٹھی، بنگلا ہو اور ہو بھی اس کا اپنا۔ اور اُلٹی مانگ نکلی ہوئی ہو بس! بچی کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں پکڑا دیتے ہیں۔ اس کی فکر نہیں کہ اس کا ایمان رہے گا یا نہ رہے گا۔ یاد رکھو! رشتہ کرتے وقت سب سے پہلے یہ دیکھو کہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہے یا نہیں۔ اس کی وجہ سے ہماری بچی کا ایمان بھی رہے گا یا نہیں رہے گا۔ آخرت بنے گی یا خراب ہو گی۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی لڑکی جوان ہوگئی، عزیز رشتہ داروں نے ایک لڑکا تلاش کیا خوب صورت، تعلیم یافتہ، اچھے گھر کا اور آ کر حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ ہم نے تمھاری بچی کے لیے رشتہ تلاش کیا ہے اور وہ فلاں آدمی ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وہاں رشتہ نہیں کرنا۔ انھوں نے کہا حضرت! لڑکے میں کوئی عیب ہے۔ فرمایا نہیں۔ کیا بے دین ہے؟ فرمایا نہیں۔ مال نہیں؟ فرمایا وہ بھی ہے، گھر بھی ہے، سب ضرورتیں پوری ہیں مگر ان کے گھر میں لونڈیاں کام کرتی ہیں۔ تو میری بچی کو ساس اور خسر کی خدمت کا موقع نہیں ملے گا جس سے جنت ہاتھ سے نکل جائے گی۔

آج تو عورتیں کام کے بارے میں کہتی ہیں کہ ہم پر مصیبت پڑ گئی ہے۔ بس ہمیں تم ٹرے میں کھانا رکھ کر دو ہم کھالیں گی۔ یاد رکھو! یہ جو گھر کے کام ہیں عورتوں کے لیے یہ

جنت ہیں۔غرضیکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اُنھیں بچی نہ دی۔آج ہمارا دور ہے۔ہم نے کہنا ہے کہ بچی نے چولھے کے پاس نہیں بیٹھنا۔اس نے روٹی نہیں پکانی، کپڑے نہیں دھونے، جھاڑو نہیں پھیرنی۔فلاں فلاں کام نہیں کرے گی، برتن صاف نہیں کرے گی وغیرہ۔ہاں کپڑوں پر استری پھیر دے گی۔

فرمایا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اور البتہ مومن غلام خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ بہتر ہے مشرک سے وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اگرچہ وہ مشرک تمھیں شکل وصورت کے اعتبار سے، مال کے لحاظ سے، تعلیم کے لحاظ سے بہت اچھا لگے۔کیوں؟اس واسطے کہ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ یہ لوگ جو شرک کرنے والے ہیں تمھیں آگ یعنی دوزخ کی دعوت دیتے ہیں وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ اور اللہ تعالیٰ تمھیں جنت کی دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور بخشش کی۔

محمد علی جناح (مرحوم) نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا تھا جس کا نام رتن بائی تھا۔وہ پارسی مذہب سے تھی۔اور خسر کا نام تھا ڈنشاپٹیٹ۔بعد میں اُنھوں نے کوشش کی اور وہ کامیاب ہوگئے کہ بیوی مسلمان ہوگئی لیکن ان کی لڑکی پارسی عقیدے پر ہے اور بمبئی میں مقیم تھی، آج کل وہ امریکہ میں ہے۔معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مرگئی ہے، باپ نے پورا زور لگایا لیکن وہ ایمان نہ لائی کیوں کہ ماں کے ابتدائی دور کا اس پر اثر تھا۔اسی طرح ڈاکٹر عبدالستار جس کو ڈاکٹر خان کہتے ہیں عبدالغفار خان کا بھائی۔اس نے انگریز عورت (میم) کے ساتھ نکاح کیا تھا، باوجود اس کے کہ اس کو سب نے منع کیا کہ تیری پہلی بیوی موجود ہے، اگر دوسری بیوی کرنا چاہتا ہے تو تجھے یہاں رشتے مل سکتے ہیں کیوں کہ تیرا خاندان اُونچا ہے۔لیکن اس پر عشق کا بھوت سوار تھا۔نکاح کے بعد اس میم سے لڑکی پیدا

ہوئی۔ اُس لڑکی نے پھر سکھ کے ساتھ نکاح کیا۔ نہ اُس کو ولی خان روک سکا، نہ عبدالغنی اور نہ عبدالغفار خان روک سکا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم مشرکوں کے ساتھ نکاح کرو گے تو وہ تمھیں دوزخ کی دعوت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں جنت کی طرف دعوت دیتا ہے وَالْمَغْفِرَةِ اور مغفرت کی دعوت دیتا ہے بِإِذْنِهِ اپنے حکم سے وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ اور بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت حاصل کرنے والوں میں سے بنائے۔ اپنی اور اپنی اولاد کی نگرانی کی توفیق فرمائے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِىْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ اور سوال کرتے ہیں آپ سے عَنِ الْمَحِيْضِ حیض کے بارے میں قُلْ کہہ دے هُوَ اَذًى وہ ایک گندی چیز ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ پس الگ رہو عورتوں سے فِى الْمَحِيْضِ حیض کے دنوں میں وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ اور تم ان کے قریب مت جاؤ ہم بستری کے لیے حَتّٰى يَطْهُرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَاْتُوْهُنَّ پھر تم ان کے پاس جاؤ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ جس جگہ سے اللہ تعالیٰ نے تمھیں اجازت دی ہے اِنَّ

اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ اور محبت رکھتا ہے پاک باز لوگوں سے نِسَآؤُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ تمھاری بیویاں تمھاری کھیتی ہیں فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ پس جاؤ تم اپنی اپنی کھیتی میں اَنّٰی شِئْتُمْ جس طرح تم چاہو وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ بے شک تم اللہ کو ملنے والے ہو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور خوش خبری سنا دے تو مومنوں کو وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کو عُرْضَةً نشانہ لِّاَیْمَانِکُمْ اپنی قسموں کا اَنْ تَبَرُّوْا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوْا اور تم پرہیز گاری نہیں کرو گے وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم صلح نہیں کرو گے لوگوں کے درمیان وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا، جاننے والا ہے لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ نہیں مواخذہ کرے گا اللہ تعالیٰ تمھارا بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ تمھاری لغو قسم کی قسموں میں وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ اور لیکن تمھارا مواخذہ کرے گا بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ان قسموں میں جو تمھارے دلوں نے پورے ارادے کے ساتھ اُٹھائی ہیں وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، تحمل کرنے والا ہے۔

پہلے رکوع میں اس بات کا ذکر ہوا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض مسائل میں اشکالات پیش آئے۔ ان میں سے ایک شراب اور جوئے کے بارے میں تھا جس کا

جواب ان کو ملا۔ ایک یہ تھا کہ ہم کون سی چیز رب تعالیٰ کے راستے میں خرچ کریں؟ اس کا جواب ملا۔ پھر یتیموں کے بارے میں سوال کیا کہ ہم یتیموں کے ساتھ کس طرح پیش آئیں؟ اس کا جواب ملا۔ اسی طرح یہ سوال بھی پیش آیا۔

ماہواری کے بعض احکام :

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کی افزائش کے لیے مرد بھی پیدا فرمائے اور عورتیں بھی۔ عورتوں کی وضع قطع اور ساخت جدا ہے اور مردوں کی جدا ہے۔ وہ بچے جو عورتوں کے پیٹ میں ہوتے ہیں ان کی خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے پیدائشی طور پر کر دیا۔ جس وقت بچی جوان ہوتی ہے اور ماہواری شروع ہو جاتی ہے اور ہر مہینے ماہواری آتی ہے۔ جب شادی ہوتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے تو یہ ماہواری والا خون اس بچے کی خوراک بن جاتا ہے۔ اس خون سے بچہ پھلتا پھولتا ہے۔ جب ک بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تقریباً نو ماہ تک عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس واسطے کہ وہ زائد خون جو نکلتا تھا وہ بچے کی خوراک بن گیا۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو رب تعالیٰ اسی خون کو بچے کی خوراک کے لیے دودھ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ مدتِ رضاعت میں بہت کم عورتوں کو ایام ماہواری آتے ہیں۔ رب تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ ہے وہ گندہ خون مگر رب تعالیٰ نے پیٹ میں بچے کی کوراک بنائی ہے۔ اور پیدا ہونے کے بعد بھی کم وبیش دو سال تک وہ اس کی خوراک ہے۔ اور یہ خون اگر اپنے وقت پر آتا رہے تو عورتیں صحت مند رہتی ہیں کیوں کہ قدرت نے ان کی صحت اس میں رکھی ہے۔ اگر اس میں گڑبڑ ہو جائے تو رحم کا نظام بگڑ جاتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں یہود کے ہاں رواج تھا جب کسی عورت کو ماہواری شروع ہو جاتی تو اس کو الگ کمرے میں بند کر دیتے۔ نہ اس کے ہاتھ سے روٹی پکڑتے نہ پانی نہ

اس سے کپڑے دھلواتے ، نہ اس کو جھاڑو پھیرنے دیتے ، نہ اس کے سامنے آتے ، نہ اس کو کسی کے سامنے آنے دیتے ۔ اس طرح کہ جیسے کوئی نکمی چیز ہوتی ہے اس کو اس طرح بناتے دیتے ۔ حالانکہ ہے تو وہ بھی انسان اور یہ تو اس کے اختیار میں نہیں ہے یہ تو رب نے نظام بنایا ہے ۔ اور جو عرب کے مشرک تھے وہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے تھے ۔ حالانکہ ماہواری کے دوران ہم بستری مرد کے لیے اور عورت کے لیے بھی بہت ساری بیماریوں کا پیش خیمہ ہے ۔ مثلاً : آتشک ، سوزاک وغیرہ وغیرہ ۔ اور عورتوں کے رحم میں کمزوری ہو جاتی ہے اور بچے سوکھنے شروع ہو جاتے ہیں جس کو سُوکھا مسان کہتے ہیں اور پرچھاواں بھی اس کی ایک قسم ہے ۔

رب تعالیٰ نے جو نظام بنایا ہے اس میں اگر تھوڑا سا بھی تغیر ہو جائے تو نظام نہیں چلتا ۔ تو ان دنوں میں عورت کے پاس جانا عورت اور مرد دونوں کی صحت کے لیے سخت مُضر ہے ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شروع شروع میں تو شرماتے رہے کہ یہ باتیں ہم کیسے پوچھیں ۔ لیکن پھر مجبوراً ان کو پوچھنا پڑیں کہ حضرت ! ہم دیکھتے ہیں کہ یہود کے گھروں میں جب کوئی عورت ایامِ ماہواری میں مبتلا ہو جاتی ہے تو اس کو ہر طرح سے الگ کر دیا جاتا ہے ۔ اور مشرکین کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان دنوں میں بھی ہم بستری سے باز نہیں آتے ۔ حضرت ! ارشاد فرمائیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے ؟

تو فرمایا وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ اُنھوں نے حیض کے بارے میں تم سے سوال کیا ہے قُلْ کہہ دو هُوَ أَذًى وہ گندہ خون ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ عورتوں سے ہم بستری کے سلسلہ میں الگ رہو وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ ان دنوں

میں ہم بستری کے لیے ان کے قریب نہ جاؤ حَتّٰی یَطْهُرْنَ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں فَاِذَا تَطَهَّرْنَ پس جس وقت وہ پاک ہو جائیں فَاْتُوْهُنَّ پس ان کے پاس جاؤ مِنْ حَیْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ جہاں سے تمھیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور کسی چیز پر پابندی نہیں ہے۔ مثلاً: وہ عورت روٹی بھی پکا سکتی ہے اور اس کو تم کھا سکتے ہو اور پانی بھی دے سکتی ہے جسے تم پی سکتے ہو۔ کپڑے بھی دھو سکتی ہے، گھر میں پھر سکتی ہے، میاں بیوی اکٹھے لیٹ سکتے ہیں صرف ہم بستری جائز نہیں ہے۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ مجھے یہ مصلیٰ پکڑا دو میں نے نماز پڑھنی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت میں ایامِ ماہواری میں مبتلا ہوں۔ تو اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ماہواری تیرے ہاتھ کے ساتھ تو نہیں ہے۔ ہاتھ سے پکڑا سکتی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے اور مسجد کی دیوار اور اس حجرے کی دیوار جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں، مشترکہ تھی اور اس میں کھڑکی لگی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے میرا سر دھو دیں میں کہتی کہ میں ایامِ ماہواری میں ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ تو نے میرا سر ہاتھوں کے ساتھ دھونا ہے۔

فقہاء کی فضیلت :

ایک مسئلہ پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ ایک عورت تھی جو بغداد میں مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ مردہ مرد کو مرد غسل دے اور مردہ عورت کو عورت غسل دے۔ اگر کوئی اُجرت لے کر غسل دے تو اس کی بھی فقہائے کرام نے اجازت دی ہے۔ لیکن اگر بغیر اُجرت کے کوئی غسل دے تو اس کا بڑا ثواب ہے۔

صرف دو حدیثیں میرے پیشِ نظر ہیں۔ (حالانکہ مجھے پڑھاتے ہوئے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے۔) گناہِ کبیرہ معاف نہیں ہوتے جو رب تعالیٰ کے حق ہیں سوائے دو چیزوں کے۔ایک یہ کہ جو شخص مسلمان مردے کو ثواب سمجھ کر غسل دے تو اُس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔دوسرا صلوٰۃ التسبیح کے ساتھ کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔اس کے سوا اور کوئی روایت میرے سامنے نہیں ہے کہ اور کسی نیکی سے کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں۔فرض نماز سے بھی معاف نہیں ہوتے ، روزوں سے بھی معاف نہیں ہوتے ، حج سے بھی معاف نہیں ہوتے ، عمرے سے بھی معاف نہیں ہوتے۔ ہاں توبہ سے معاف ہوں گے یا حق ادا کرنے سے معاف ہوں گے۔

تو بات ہو رہی تھی کہ ایک عورت آئی جو مردہ عورتوں کو غسل دیتی تھی۔اس کو ایام ماہواری شروع ہو گئے۔محدثین کا ایک گروہ تھا وہ احادیث کا تکرار کر رہے تھے اور بڑے بڑے چوٹی کے محدث تھے۔یہ عورت ان کے پاس گئی اور کہنے لگی کہ شرع میں کوئی شرم نہیں ہے میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے۔وہ یہ کہ میں مُردہ کو حیض کی حالت میں غسل دے سکتی ہوں یا نہیں۔وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ اس پر صریح روایت تو ہے نہیں۔

دیکھو! یہ جو بعض نادان لوگ یہ رٹ لگاتے ہیں کہ ساری تصریح قرآن پاک میں ہے اور ہر چیز کی تصریح حدیث میں موجود ہے۔یہ کہنے والے بالکل نادان ہیں۔ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اصول قرآن میں ہیں اور اصول حدیث میں ہیں۔باقی ساری جزئیات اور فروع یعنی تمام مسائل نہ قرآن میں ہیں اور نہ حدیث میں۔ان کی روشنی میں وہ مسائل فقہ اسلامی سے سمجھے جائیں گے۔تو وہ بڑے چوٹی کے محدث تھے۔یحییٰ ابن

معین، امام بخاری کے استاد ہیں اور بڑے چوٹی کے محدث تھے مگر سوچنے لگ گئے کہ کیا جواب دیں، اچانک امام اسلم جو بڑے چوٹی کے فقیہ تھے سامنے نظر آ گئے۔ تو ان محدثین نے کہا کہ یہ مسئلہ اس آدمی سے پوچھ۔ تو اُس عورت نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو اُنھوں نے فرمایا کہ تو حیض کی حالت میں مردہ عورت کو غسل دے سکتی ہے۔ محدثین نے کہا کہ اس پر تمھارے پاس کیا دلیل ہے؟ فرمایا دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ایام میں ہوتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک دھوتی تھیں۔ پھر محدثین نے اس کی سندیں بیان کرنا شروع کیں۔ تو عورت نے کہا کہ اب سندیں بیان کرنے کا کیا فائدہ؟ میرا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ تو عورت اس حالت میں سارے کام کر سکتی ہے۔ البتہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اور قرآن شریف زبانی بھی نہیں پڑھ سکتی۔ ترمذی وغیرہ کی روایت ہے کہ لَا تَقْرَءُ الْحَائِضُ وَلَا الْجُنُبُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْاٰنِ کہ حیض والی عورت اور جنبی آدمی قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ اسی طرح کعبۃ اللہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ روزہ نہیں رکھ سکتی، نماز نہیں پڑھ سکتی۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توبہ کرنے والوں سے وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ اور محبت کرتا ہے پاک باز لوگوں سے نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ تمھاری منکوحہ تمھاری کھیتی ہیں فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ پس جاؤ تم اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ اور آگے بھیجو اپنی جانوں کے لیے یعنی صرف لذت ہی مقصد نہ ہو بلکہ یہ نیت رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کوئی نیک اولاد دے کہ وہ دین کی خادم بنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہوں۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّيْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ "ایسے خاندان کی

عورتوں سے نکاح کرو جن کے ہاں بچے زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور محبت کرنے والیاں ہوں کیوں کہ قیامت والے دن میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا کہ میری امت زیادہ ہے۔"

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم کہ اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ بے شک تم اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہو۔ آنکھ بند ہونے کے بعد تمھاری رب تعالیٰ سے ملاقات ہونے والی ہے جو کرو گے سو بھرو گے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہمارے حکموں کو جو مانتے ہیں ان کو خوش خبری سنا دو کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہے۔

قسم کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو قسم اُٹھاتے تھے مثلاً: کسی سے ناراض ہوئے تو قسم اُٹھالی کہ اللہ کی قسم میں فلاں سے نہیں بولوں گا، میں اس کے گھر نہیں جاؤں گا، میں اُس سے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس طرح کی قسمیں لوگ اس وقت بھی اُٹھاتے تھے اور آج کل بھی اُٹھاتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ اور نہ بناؤ تم اللہ تعالیٰ کی ذات کو عُرْضَةً حیلہ بہانہ لِّاَيْمَانِكُمْ اپنی قسموں کا۔ وہ اس طرح کہ رب تعالیٰ کے نام کی قسم اُٹھا کر یہ آڑ بناؤ کہ میں رب کی قسم کھا بیٹھا ہوں لہٰذا اب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ کس چیز کے بارے میں قسم نہ کھاؤ۔ تو فرمایا اَنْ تَبَرُّوْا یہ کہ تم نیکی نہیں کرو گے وَتَتَّقُوْا اور یہ کہ تم تقویٰ اختیار نہیں کرو گے وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ اور یہ کہ تم لوگوں کے درمیان صلح نہیں کراؤ گے۔ اب مثال کے طور پر کوئی شخص یہ قسم اُٹھاتا ہے کہ خدا کی قسم میں نماز نہیں پڑھوں گا، خدا کی قسم میں روزہ نہیں رکھوں گا، خدا کی قسم میں

مسجد میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی قسم میں نیکی نہیں کروں گا، اللہ کی قسم میں اپنے باپ سے نہیں بولوں گا۔ یہ قسمیں اس کی صحیح نہیں ہیں۔ اس کو ان قسموں کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ ان قسموں پر اس کا اصرار بالکل جائز نہیں ہے۔ وہ اس طرح بہانہ نہ بنائے کہ میں چوں کہ قسم اُٹھا بیٹھا ہوں اس واسطے میں مجبور ہوں، معذور ہوں۔ نیکی سے رُکنے کے لیے قسم صحیح نہیں ہے۔ یہ قسم توڑنی پڑے گی اور کفارہ دینا پڑے گا۔ اور کفارے کا ذکر یہاں نہیں ہوا اس کا بیان ساتویں پارے میں ہے۔

قسم کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو لباس پہنا دے اور لباس ایسا کہ جس میں نماز جائز ہو۔ یعنی چادر یا شلوار اور کرتا اور ٹوپی۔ بس یہ تین کپڑے کافی ہیں۔ یا دس مسکینوں کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنا کہ ان دس مسکینوں کے لیے کچھ پابندیاں ہیں:

① یہ سارے مسلمان ہوں ان میں کوئی کافر نہ ہو۔ ایک تو کھلے کافر ہیں ان کو تو ساری دنیا جانتی ہے۔ دوسرے وہ کافر ہیں جو شریعت کی رو سے تو کافر ہیں مگر وہ اپنے آپ کو کافر نہیں کہتے۔ جیسے قادیانی کافر ہیں، بابی اور بہائی کافر ہیں، رافضی کافر ہیں، شرک کرنے والے کافر ہیں۔ بڑے فتنے ہیں اور جوں جوں قیامت قریب آئے گی فتنے بڑھیں گے۔

کل ہی میرے پاس ایک رسالہ آیا، عربی لغت میں کینیڈا سے شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں اُن کو میرے نام کا کیسے پتا چل گیا۔ اِس میں یہ لکھا ہے کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سے سچا مذہب صرف بہائی ہے۔ مرزا محمد حسین بہاءاللہ، اللہ کا پیغمبر تھا تم اس کو مانو، معاذ اللہ تعالیٰ۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ بہائی کراچی میں موجود ہیں، کوئٹہ میں موجود ہیں۔ بڑے بڑے شہروں میں

موجود ہیں۔ یہاں تو علماء چیختے چلّاتے رہتے ہیں اور باطل فرقوں کی نشان دہی کرتے رہتے ہیں اس واسطے لوگ کچھ نہ کچھ آگاہ ہیں۔ اور یہ فرقے بڑے مدہم طریقے سے چلتے ہیں۔ پہلے قطعاً نہیں بتاتے کہ ہمارا فلاں فرقے سے تعلق ہے۔ پہلے تمھارے دوست بھائی بنیں گے پھر کچھ عرصہ کے بعد تمھارے عقیدے بگاڑیں گے۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ ان مساکین میں سے کوئی سید نہ ہو۔ کیوں کہ قسم کے کفارے کا، عشر کا، زکوۃ کا، فطرانے کا، نذر و منت کا سید مصرف نہیں ہے۔

سید میں کون کون آتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث کی اولاد۔ اگر چہ حارث خود مسلمان نہیں ہوئے مگر اولاد مسلمان تھی۔ ان پانچ بزرگ ہستیوں کی اولاد کو شریعت سادات کہتی ہے۔ اور وہ مساکین صاحبِ نصاب نہ ہو۔ اور یہ بات کئی مرتبہ آپ لوگ سن چکے ہیں کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زائد اتنا سامان ہے جس کی قیمت اس وقت ساڑھے چار ہزار بنتی ہے وہ صاحبِ نصاب ہے۔

③ دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔

④ ان دس مسکینوں میں نابالغ بچہ کوئی نہ ہو۔

⑤ ان میں سے کوئی بیمار نہ ہو۔

⑥ ان میں کوئی اتنا بوڑھا نہ ہو جو کھا پی نہ سکے۔

جو مسکین صبح کھائیں وہی شام کو کھائیں۔

یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے۔ اس دور میں غلام تو موجود نہیں ہیں، اگر ہو تو وہ آزاد کر دیں فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ اور جس کو یہ توفیق نہ ہو وہ تین دن کے

روزے رکھے۔ اگر مذکورہ تین چیزوں میں سے کسی پر قدرت ہیں رکھتا تو پھر تین روزے رکھے۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے، جانتا بھی ہے۔

قسم کی اقسام :

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ نہیں مؤاخذہ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ تمھارا لغو قسم کی قسموں میں۔ قسمیں تین قسم کی ہوتی ہیں:

❀ ایک یہ بے ساختہ غیر اختیاری طور پر زبان سے نکل جائے۔ تو ایسی قسم کا نہ گناہ ہے نہ کفارہ۔ اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ اسی طرح گزشتہ کسی چیز پر قسم اُٹھائی اور قسم اُٹھاتے وقت اپنے آپ کو سچا سمجھ رہا ہے۔ مثلاً: کسی کام کے بارے میں قسم اُٹھاتا ہے کہ وہ کام میں نے نہیں کیا حالانکہ وہ کام کیا ہوتا ہے مگر اس وقت بھول گیا ہے اس کو بھی یمین لغو کہتے ہیں۔

❀ دوسری یمین غموس ہے۔ وہ یہ کہ گزشتہ کسی چیز کے بارے میں دیدہ دانستہ قسم اُٹھاتا ہے کہ میں نے وہ کام نہیں کیا۔ حالانکہ کر چکا ہے۔ تو اس میں کفارہ نہیں ہے مگر قسم اُٹھانے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ آخرت میں قابلِ مؤاخذہ ہے۔

❀ تیسری قسم ہے منعقدہ۔ وہ یہ کہ کوئی شخص آنے والے زمانہ کے لیے قسم اُٹھاتا ہے کہ میں فلاں کام کروں گا یا فلاں کام نہیں کروں گا پھر اس کے خلاف کرتا ہے تو اس پر کفارہ آئے گا جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ نہیں پکڑے گا تمھیں اللہ تعالیٰ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ تمہاری لغو قسم کی قسموں پر وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ اور لیکن اللہ تعالیٰ تمھارا مؤاخذہ کرے گا بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ان قسموں میں کہ جن پر دل

نے گرہ لگائی ہے وہ قسمیں جو ارادۃً اُٹھائی ہیں ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے اور تحمل کرنے والا بھی ہے۔ اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو یہ نہ سمجھو کہ بچ گئے ہو۔

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۗ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ ع ۲۸ / ۱۲

لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ جو قسم اُٹھاتے ہیں مِنْ نِّسَآئِهِمْ اپنی بیویوں کے بارے میں تَرَبُّصُ انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَآءُوْ پس اگر وہ لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بخشنے والا مہربان ہے وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر وہ ارادہ کرلیں طلاق کا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ سَمِيْعٌ سننے والا عَلِيْمٌ جاننے والا ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ اور وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اور نہیں حلال ان کے لیے اَنْ يَّكْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ جو

پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ ان کے رحموں میں اِنْ كُنَّ اگر ہیں وہ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ ایمان لانے والی اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَبُعُوْلَتُهُنَّ اوران کے شوہر اَحَقُّ زیادہ حق دار ہیں بِرَدِّهِنَّ ان کو لوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اگر ارادہ کریں وہ اصلاح کرنے کا وَلَهُنَّ اور اُن عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِيْ ان حقوق کے مثل عَلَيْهِنَّ جو ان عورتوں کے ذمہ ہیں مردوں کے لیے بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کے لیے عورتوں پر درجہ ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

دین کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ متعلق ہے۔ جیسے: نمازیں، روزے ہیں۔ حج، زکوٰۃ، قربانی اور عشر، فطرانہ وغیرہ اور دین کا ایک حصہ حقوق العباد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ مثلاً: نکاح، طلاق ہے، خرید وفروخت ہے۔ آپس میں زندگی کس طرح بسر کرنا ہے؟ اس کے متعلق جو قانون ہے یہ بھی دین کا حصہ ہے۔ تو اس سلسلہ میں قسموں کا ذکر تھا کہ اگر بے ساختہ غیر اختیاری طور پر قسم زبان سے نکل جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائیں گے اور اگر قصداً قسم اُٹھائے گا تو اُس پر گرفت ہوگی۔ اب ان آیات میں ایک قِسم کی قَسم کا ذکر ہے۔

ایلاء کا حکم:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ - يُؤْلُوْنَ اِيْلَاء سے ہے اور اس کا مجرد ہے اِلِيَّةٌ اور

اِلْيَةٌ کا معنیٰ ہے قسم۔ لیکن شریعت کی اصطلاح میں اِیْلَاء کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے ناراض ہو کر یہ قسم اُٹھالے کہ میں تیرے نزدیک نہیں آؤں گا۔ تو اس کے لیے رب تعالیٰ نے ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ کی قسم ہے میں چار مہینے تیرے قریب نہیں آؤں گا۔ اگر یہ شخص چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی کے پاس چلا گیا تو اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا اور اِیْلَاء کا حکم ختم ہو جائے گا اور اگر چار ماہ تک بیوی کے پاس نہ گیا تو قسم پوری ہو گئی کفارہ نہیں آئے گا البتہ ایک طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اس حالت میں اس عورت پر ایک طلاق بائنہ خود بہ خود واقع ہو جائے گی۔ اور بائنہ کا مطلب یہ ہے کہ بیوی الگ ہو گئی تجدید نکاح کے بغیر رجوع نہیں کر سکتا۔ اگر یہ اکٹھا رہنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح ہو گا۔ اور اگر چار ماہ سے کم قسم اُٹھائی ہے تو وہ شرعی ایلاء نہیں ہے۔ مثلاً: کوئی شخص ایک ماہ کی قسم اُٹھاتا ہے یا دو ماہ یا تین ماہ کی تو یہ مدت گزرنے کے بعد خود بہ خود طلاق واقع نہیں ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ قسم اُٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری زندگی تیرے قریب نہیں آؤں گا۔ یعنی چار ماہ کا ذکر نہیں کرتا تو بھی ایلاء ہو جائے گا۔ یا چار ماہ سے زیادہ کا ذکر کرتا ہے، پانچ ماہ یا سات ماہ یا دس ماہ وغیرہ کا تو بھی ایلاء ہو جائے گا۔

تو فرمایا لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ جو قسم اُٹھاتے ہیں بیویوں کے پاس نہ جانے کی تَرَبُّصُ انتظار کرنا ہے اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ چار ماہ کا فَاِنْ فَآءُوْ پس اگر وہ چار ماہ کے دوران لوٹ آئیں فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ نکاح برقرار رہے گا اور قسم کا کفارہ ادا

کرنا پڑے گا وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ اور اگر انھوں نے ارادہ کرلیا ہے طلاق کا تو چار ماہ گزرنے کے بعد ایک طلاق بائنہ ہوجائے گی فَاِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ باتیں بھی سنتا ہے اور علیم ہے نیتوں کو بھی جانتا ہے۔

طلاق کے احکام :

آگے طلاق کے حکم بتاتے ہیں۔ یہاں ایک بات یاد رکھیں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰہِ الطَّلَاقَ وہ چیزیں جو جائز ہیں ان میں بری چیز طلاق ہے کہ بے شک جائز چیزوں میں سے جس پر اللہ تعالیٰ زیادہ ناراض ہوتے ہیں وہ طلاق ہے۔

اسی طرح ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ جس عورت نے اشد ضرورت کے بغیر خاوند سے طلاق طلب کی اس پر جنت حرام ہے۔ دیکھو! گھروں میں ناراضگیاں ہوتی رہتی ہیں، نوک جھوک ہوتی رہتی ہے۔ تو ان چیزوں سے اُکتا کر طلاق کا مطالبہ کرنا سخت گناہ ہے۔ ہاں! اگر خاوند نامرد ہے یا اس کا نان نفقہ نہیں دیتا یا بلاوجہ اکثر مارتا رہتا ہے تو طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے۔ تو مجبوری کی حالت میں شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے جس کی تفصیل اگلے رکو میں آئے گی۔ ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو بیان کریں گے۔

اگر کسی شخص نے صریح الفاظ کے ساتھ کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی ہے۔ تو یہ طلاقِ رجعی ہوگی۔ رجعی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عدت کے دوران بیوی سے رجوع کرسکتا ہے۔ بغیر تجدید نکاح کے یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو یہ بھی طلاق رجعی ہے یعنی دورانِ عدت رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گزر گئی تو یہی طلاقِ رجعی بائنہ ہوجائے گی اور نئے سرے سے نکاح کرنا پڑے گا، مہر بھی مقرر کرنا پڑے گا۔ دو شرعی گواہ

ہوں گے۔ اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو پھر اس کے بعد دھکے شاہی ہے۔ شرعی طور پر کوئی گنجائش نہیں ہے جس کی تفصیل اگلے رکوع میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تو فرمایا۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ اور وہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ وہ روکے رکھیں اپنی جانوں کو ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ تین حیض۔ تو یہاں سے عدت کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں:

ایک یہ ہے کہ وہ عورت جس کو طلاق ملی ہے اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔ یعنی جب اس کو طلاق ہوئی اس وقت وہ حاملہ تھی۔ اس کی عدت ہے بچے کی پیدائش تک۔ مثلاً: اس کو حاملہ ہوئے ایک ماہ گزرا اور طلاق ہوگئی (کیوں کہ حمل کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔) اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ حمل کی حالت میں طلاق نہیں ہوتی یہ بات بالکل غلط ہے۔ تو اس کی عدت ہے وضع حمل۔ اور بچہ چاہے چھ ماہ بعد پیدا ہو یا دس ماہ بعد۔ کیوں کہ بعض بچے دس ماہ سے زائد عرصہ تک ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ دو، دو سال، چار، چار سال بچے ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔

چنانچہ ضحاک ابن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ یہ تابعی ہیں۔ یہ چار سال ماں کے پیٹ میں رہے۔ جب پیدا ہوئے تو ان کے سارے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اور جب پیدا ہوئے تو ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا شروع کر دیا بجائے رونے کے تو گھر والوں نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ مگر ایسی مثالیں نادر ہیں عموماً بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک رہتا ہے۔ اور اگر مطلقہ حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین حیض گزرنے کے بعد اس کی عدت ختم ہوگی۔

یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ شریعت نے طلاق کا بہتر طریقہ یہ بتایا ہے کہ طلاق

ان دنوں میں دی جائے کہ جن دنوں میں عورت پاک ہوتی ہے۔حیض کی حالت میں طلاق دینا اچھی بات نہیں ہے۔ہاں اگر کسی نے اس حالت میں دے دی تو ہو جائے گی۔ اور اگر مطلقہ ایسی ہے کہ اس کو ماہواری نہیں آتی بڑھاپے کی وجہ سے یا صغرسنی کی وجہ سے کہ ابھی نابالغ تھی اور نکاح ہو گیا تھا اور اس کو طلاق مل گئی تو ان کی عدت ہے تین ماہ۔ان عدتوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔تین مہینوں والی عدت کا ذکر سورۃ الطلاق کے اندر ہے اور مطلقہ حاملہ کی عدت کا ذکر بھی سورۂ طلاق میں ہے۔اور یہاں اس کی عدت کا ذکر ہے جس کو حیض آتا ہے اور طلاق ہوئی ہے رخصتی کے بعد تو اس کی عدت ہے تین حیض۔اور اگر نکاح ہوا ہے رخصتی نہیں ہوئی یعنی میاں بیوی کا ملاپ نہیں ہوا تو اس کا حکم بائیسویں پارے میں ہے فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا [الاحزاب:۴۹] کہ اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔وہ طلاق کے دو منٹ بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

غلط عائلی قوانین کے خلاف علماء کی جدوجہد :

صدر ایوب خان کے زمانے میں جب عائلی قوانین کے ذریعے کچھ چیزیں خلافِ شرع نافذ ہوئیں جواب تک نافذ ہیں ان میں ایک شق یہ بھی تھی کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے۔تو ہم نے ملاقات کی کوشش کی۔علماء کا وفد تیار ہوا کہ اس کو بتائیں کہ یہ جو تمھارا حکم ہے اس کی ایک شق قرآن کے خلاف ہے اور ایک شق اجماع کے خلاف ہے۔تو اسلامی ملک میں ایسا کام کرنا جو قرآن اور اجماعِ امت کے خلاف ہو صحیح نہیں ہے۔لیکن اقتدار اقتدار ہوتا ہے اس کا نشہ بہت بُرا ہوتا ہے۔ایوب نے کہا میرے پاس وقت نہیں ہے۔دو دن کے بعد جاپان سے ناچنے والوں کا ایک طائفہ آیا تھا جس میں کچھ

عورتیں اور کچھ مرد تھے۔ ان کو ایوب نے وقت دے دیا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جرأت مند آدمی تھے۔ اُنھوں نے ایوب کو کھڑکا دیا کہ علماء کے لیے تو تیرے پاس وقت نہیں ہے اور ان ناچنے والوں کے لیے تیرے پاس وقت ہے۔ تو اس وقت ایوب نے مُلّاں کا لفظ استعمال کیا حقارت سے۔ تو مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے مسٹر کرنٹا کا لفظ استعمال کیا جو کافی دیر تک چلتا رہا لیکن وقت نہ ملا۔ پھر ہم نے دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے حاجی اللہ دتہ بٹ صاحب مرحوم، حاجی ملک اقبال صاحب مرحوم اور صوفی نذیر احمد صاحب مرحوم اور میر محمد شفیع صاحب اور ہم نے ایک وفد تیار کیا اس وقت چوہدری صلاح الدین صاحب (حامد ناصر چٹھہ کے والد) قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ ہم وفد کی شکل میں ان کے پاس گئے اور ملاقات کی اور اُن کو کہا کہ دیکھو! ہماری براہِ راست ایوب خان تک رسائی نہیں ہوئی اور ایک غلط کام ہو اور اس کی تردید کوئی نہ کرے تو ساری قوم گناہ گار ہوتی ہے۔ اور آپ ہمارے حلقے کے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں یہ ہماری بات وہاں تک پہنچا دیں تا کہ ہم بھی گناہ گار نہ ہوں اور ہماری پبلک بھی گناہ گار نہ ہو۔

کیوں کہ غلط چیز کی تردید فرض کفایہ ہے۔ جس طرح تبلیغ فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ تبلیغ کریں تو باقی لوگ گناہ سے بچ جائیں گے اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سارے گناہ گار ہوں گے۔ اسی طرح اگر باطل چیز کی تردید نہ کی جائے تو سب گناہ گار ہوں گے۔

ہم نے ان کو سمجھایا کہ دیکھو! عائلی قوانین کی ایک شق یہ ہے کہ مطلقہ غیر حاملہ کی عدت نوے دن ہے اور قرآن پاک میں ایسی مطلقہ کا ذکر بھی ہے کہ جس کی عدت سرے سے ہے ہی نہیں۔ مثلاً: ایک بچی کا نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی تو اس پر عدت

نہیں ہے۔ پھر ہم نے اس مسئلے سے بھی آگاہ کیا کہ فقہی مسئلہ ہے کہ بعض عورتوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں کہ کسی کو حیض چھ ماہ بعد آتا ہے۔ تو شرعی طور ہر اس عورت کی عدت اٹھارہ ماہ بعد مکمل ہوگی جب کہ تمھارا قانون یہ کہتا ہے کہ اس کی عدت بھی نوے دن ہے۔ پھر میں نے یہ سمجھایا کہ وہ عورتیں جن کو ہر ماہ حیض آتا ہے اور امکان کے درجے میں ان کی عدت نوے دن بن سکتی ہے یہ بھی ممکن نہیں کیوں کہ تین مہینے مسلسل تیس تیس دن کے ہوتے ہی نہیں۔ لہٰذا یہ قانون قرآن اور فقہ کے بالکل خلاف ہے۔ تو چودھری صلاح الدین مرحوم نے ہماری بات سمجھی سمجھ دار وکیل تھے۔ ہماری گفتگو کو انھوں نے نوٹ کیا پھر معلوم نہیں کہ انھوں نے ہماری بات ایوب تک پہنچائی یا نہ پہنچائی۔ یہ صاحبِ اقتدار لوگ جو من مانیاں کرتے ہیں خلافِ شرع احکام جاری کرتے ہیں یہی تباہی کا سبب ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک حد کے جاری کرنے سے اتنی برکت ہوتی ہے کہ چالیس دن وقفے وقفے سے بارش ہو ضرورت کے مطابق موسم میں تو اس بارش سے اتنی برکت نہیں ہوتی جتنی برکت ایک حد جاری کرنے سے ہوتی ہے۔ اب ہم کس طرف چل پڑے ہیں۔ کوئی سود کو حلال کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے، کوئی کچھ کہہ رہا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اور ان عورتوں کے لیے حلال نہیں ہے اَنْ يَّكْتُمْنَ یہ کہ چھپائیں مَا اس چیز کو خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے ان کے رِحموں میں۔ یعنی اگر رحم میں بچہ ہے تو بتادیں اور اگر حیض ہے تو وہ بتادیں کیوں کہ اس مسئلے کا انحصار ان پر ہے اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہیں وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور اس کے لیے کوئی ڈھنڈورا پیٹنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ گھر کے کسی فرد کو بتادے کہ میں حاملہ ہوں یا

حالتِ حیض میں ہوں تا کہ اس کی عدت کا تعین ہو سکے۔ کیوں کہ عدت کے اندر نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اگر دورانِ عدت نکاح کیا گیا تو جو لوگ مجلسِ نکاح میں شریک ہوں گے اور انھیں معلوم بھی ہو کہ ابھی تک عدت ختم نہیں ہوتی تو ان سب شریک ہونے والوں کے نکاح خود بہ خود ٹوٹ جائیں گے۔ اگر علم نہیں ہے اور دھوکے سے ایسا کرایا گیا ہے تو وہ مسئلہ جدا ہے۔ اور اگر سب کو علم ہے کہ بچی کی عدت ابھی پوری نہیں ہوئی تو پھر نکاح پڑھانے والا بھی کافر اور مرتد اور اس میں جو شریک ہیں سب کافر اور مرتد ہو گئے، سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔

وَبُعُوْلَتُهُنَّ - بُعُوْل بَعْل کی جمع ہے اور بَعْل کا معنٰی ہے خاوند۔ اور یہ عورتیں جن کو طلاق ملی ہے ان کے خاوند اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ زیادہ حق دار ہیں ان کو لوٹانے کے فِيْ ذٰلِكَ عدت کے اندر۔ اور اگر عدت کے دوران میں رجوع نہیں کیا اور تین حیض گزر گئے تو اب یہ رجوع نہیں کر سکتا اگرچہ ایک ہی طلاق کیوں نہ دی ہو۔ اب وہ بائنہ ہو گئی ہے اور اب اس کو عورت کے روکنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ ازسرِ نو نکاح کریں تو اکٹھے ہونے کی گنجائش ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا کہ یہ جو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں اور رجوع کر لیا ہے۔ یہ باقاعدہ حساب میں رہیں گی۔ مثلاً: ایک طلاق دی ہے تو باقی اس کے پاس دو کا حق ہے۔ اور اگر دو طلاقیں دی ہیں تو اس کے پاس باقی صرف ایک طلاق کا حق ہے۔ تو طلاقِ رجعی میں عدت کے دوران خاوند لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں مگر اس کے واسطے شرط ہے اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا اگر یہ ارادہ کریں اصلاح کا کہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے مقصود اصلاح ہو ان کو تنگ کرنا نہ ہو۔ اگر تنگ کرنے کی نیت ہوگی تو رب تعالیٰ معاف نہیں کریں گے وَلَهُنَّ اور اُن عورتوں کے لیے بھی حق ہیں مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ

بِالْمَعْرُوْفِ ان حقوق کے مثل جوان عورتوں کے اُوپر ہیں عمدگی کے ساتھ۔ کچھ حق عورتوں کے ذمے ہیں کہ خاوند کا حق ہے کہ عورت اس کی اطاعت کرے اس کے حق کی حفاظت کرے، اپنی عزت وعصمت کو محفوظ رکھے، گھر کی حفاظت کرے، بچوں کی نگرانی کرے۔ اور عورتوں کے حق خاوند کے ذمہ ہیں کہ وہ ان کو نان نفقہ مہیا کرے، رہائش کے لیے مکان دے، لباس دے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچہ برداشت کرے۔ تو دستور کے مطابق عورتوں کا مردوں پر حق ہے اور مردوں کا عورتوں پر حق ہے۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور درجہ میں مردوں کو عورتوں پر برتری حاصل ہے۔ ایک درجے کی فضیلت حاصل ہے۔ وہ اس طرح کہ مرد عورتوں پر نگران ہیں جیسا کہ سورۃ نساء میں بیان فرمایا کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ [النسا:۳۴] مرد عورتوں کے محافظ ہیں۔ اور یہ ایک فطری امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اور پھر مردوں کی برتری کی دلیل بھی بیان فرمائی وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ کہ مرد اپنی کمائی عورتوں پر خرچ کرتے ہیں، ان کے کفیل ہیں۔ اور مشقت کے کام مرد کے سپرد کیے ہیں۔ عورت کا کام گھر کی ذمہ داریاں پوری کرنا ہے۔ اسی طرح طلاق کا حق بھی اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے۔ فرمایا بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ تو نکاح کی گرہ جب مرد کے ہاتھ میں ہے تو اُس کو کھولنے کا اختیار بھی مرد کو حاصل ہے عورت کو حاصل نہیں ہے وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حَكِيْمٌ حکیم ہے۔ جو اس نے حکمت پر مبنی احکام دیئے ہیں وہ حق ہیں ان سے بھاگنا بے دینی ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع ۲۹ / ۱۳

اَلطَّلَاقُ وہ طلاقیں جن کے بعد رجوع صحیح ہے مَرَّتٰنِ دو دفعہ ہیں فَاِمْسَاكٌ پس روکنا ہے بیوی کو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے اَوْ تَسْرِيْحٌ یا الگ کر دینا ہے بِاِحْسَانٍ عمدگی کے ساتھ وَلَا يَحِلُّ

لَکُمْ اور نہیں ہے حلال تمھارے لیے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لوتم مِمَّآ وہ چیز اٰتَیْتُمُوْھُنَّ جوتم نے ان عورتوں کو دی ہے شَیْئًا کچھ بھی اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ مگر یہ کہ میاں بیوی دونوں خوف کھائیں اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگرتم خوف کرو (وارثو اور رشتہ دارو!) اَلَّا یُقِیْمَا یہ کہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے حُدُوْدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کی حدود کو فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا پس کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ اس چیز کے بارے میں جو عورت نے فدیہ کے طور پر دی تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْھَا پس تم حدود سے تجاوز نہ کرو وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ اور جس نے تجاوز کیا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس وہی لوگ ظالم ہیں فَاِنْ طَلَّقَھَا پس اگر اس نے تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَہٗ پس نہیں ہے حلال اس کے لیے مِنْ بَعْدُ اس کے بعد حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے کسی اور مرد کے ساتھ فَاِنْ طَلَّقَھَا پس اگر اس اور مرد نے بھی اسے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ پس کوئی گناہ نہیں ہے ان پہلے دونوں پر اَنْ یَّتَرَاجَعَآ یہ کہ (نئے نکاح کے ساتھ) رجوع کریں اِنْ ظَنَّآ اگر وہ دونوں یقین کرتے ہیں کہ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ یہ قائم

رکھیں گے اللہ تعالیٰ کی حدود کو وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں يُبَيِّنُهَا بیان کرتا ہے ان کو لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ اس قوم کے لیے جو جانتی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جس وقت تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس وہ قریب پہنچیں اپنی عدت کو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس تم ان کو روکو بِمَعْرُوْفٍ عمدگی کے ساتھ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ یا الگ کر دو ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضِرَارًا تکلیف دینے کے لیے لِّتَعْتَدُوْا تاکہ تم تجاوز کرو وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے یہ کارروائی کی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اور نہ بناؤ تم اٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیات کو هُزُوًا ہنسی (اور کھیل) وَاذْكُرُوْا اور یاد کرو تم نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو تم پر ہوئیں وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ اور جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر مِّنَ الْكِتٰبِ کتاب وَالْحِكْمَةِ اور سنت اور حدیث يَعِظُكُمْ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہر چیز کو جانتا ہے۔

طلاقوں کا مسئلہ چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلطَّلَاقُ (تمام مفسرین کرام رحمہم اللہ علیہم فرماتے ہیں) کہ طلاقِ رجعی مَرَّتٰنِ دو دفعہ ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی

بیوی کو صریح الفاظ میں یہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے۔ یہ ایک طلاق ہو گئی ہے اس کے بعد وہ رجوع کر سکتا ہے بغیر نکاح کے۔ عدت کے اندر میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو اس طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ یا دو مرتبہ کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی، میں نے تجھے طلاق دے دی۔ عدت ختم ہونے سے پہلے میاں بیوی آپس میں مل گئے تو ان طلاقوں کا اثر ختم ہو گیا۔ لیکن بات اچھی طرح یاد رکھنا کہ آئندہ اس کو صرف ایک طلاق کا حق ہے، گنتی میں یہ دو طلاقیں محفوظ رہیں گی۔ اور اگر عدت ختم ہو گئی تو عدت ختم ہونے کے بعد خود بہ خود علیحدگی ہو جائے گی۔ اب اگر یہ دوبارہ آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کی اجازت ہے۔ اور اگر وہ عورت کسی اور کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، آزاد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ رجعی طلاقیں دو ہیں۔ ان دو کے بعد حق ہے فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ پس روکنا ہے عمدگی کے ساتھ کہ تم عورت کو روکو یعنی نکاح میں رکھو عمدگی سے اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ یا چھوڑ دو الگ کر دو عمدگی کے ساتھ۔ یعنی اگر تم نہیں رکھنا چاہتے تو اس کو عمدگی کے ساتھ الگ کر دو۔ درمیان میں خلع کا مسئلہ ہے اس کو میں بعد میں بیان کروں گا۔ اس کے بعد والی آیت سمجھ لو۔

فرمایا فَاِنۡ طَلَّقَهَا پھر اگر اس نے طلاق دے دی اس عورت کو (تیسری) یعنی اگر خاوند نے دو طلاقوں کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنۡۢ بَعۡدُ ان تین طلاقوں کے بعد حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت نکاح کرے اُس مرد کے علاوہ کسی اور مرد سے۔ تو حاصل یہ نکلا کہ ایک طلاق کے بعد، دو طلاقوں کے بعد دورانِ عدت رجوع کا حق تھا۔ اور عدت

کے بعد نکاح کا حق۔ جب تیسری طلاق دے دی تو اب یہ سارے حق ختم ہو گئے۔ نہ تو اس کو رجوع کا حق ہے اور نہ ہی نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ طلاقِ ثلاثہ :

اور یہ بات اچھی طرح سمجھنا کہ قرآن بھی یہی حکم دیتا ہے اور احادیث بھی کثرت کے ساتھ ہیں جن سے یہی حکم واضح ہوتا ہے۔ اور چاروں ائمہ (یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم) بھی اس بات پر متفق ہیں اور سو فیصد محدثین بھی متفق ہیں یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں۔ (اور وہ حضرات جو تقلید کے قائل نہیں ہیں غیر مقلد جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتے ہیں ان میں دو گروہ ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ علیہ اور روپڑی پارٹی ہے۔ یہ بھی تین کو تین ہی کہتے ہیں۔ اور دوسرا گروہ ثنائی پارٹی ہے۔ جن کا ان علاقوں میں زیادہ اثر و رسوخ ہے۔ وہ تین کو ایک کہتے ہیں۔)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے: "بَاب مَنْ اَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ" جو لوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی ہو جاتی ہیں۔ پھر آگے احادیث پیش کی ہیں۔ تو یہ حلال اور حرام کا مسئلہ ہے ضد کی بات نہیں ہے۔ اس واسطے اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ وہ لوگ جو تین کو ایک شمار کرتے ہیں ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ ضد کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔ ہاں! اگر وہ ضد اور تعصب کو چھوڑ دیں تو بات کا سمجھنا کوئی مشکل نہیں ہے۔

فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ :

مثلاً: ایک حدیث آتی ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ کہ جس شخص نے فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ کس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؟ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حدیث لِمَنْ یُّصَلِّیْ وَحْدَہٗ اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے مقتدی اس کا مصداق نہیں ہے۔ یعنی یہ حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ (صحابی ہیں) فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھے۔ اور یہ روایت ترمذی شریف میں ہے اور اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ شخص ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔

اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد اور محدثین کے استاد حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہے۔ یہ بات ابوداؤد شریف میں موجود ہے۔ اور مقتدی کا کیا فریضہ ہے؟ اس کا حکم مسلم شریف وغیرہ کی روایت میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا کہ امام جب قرأت شروع کرے تو (تمھارا فریضہ ہے) تم نے خاموش رہنا ہے (قرأۃ تمھیں سنائی دے یا نہ دے) لیکن ضدی نہیں مانتے۔

اسی طرح طلاق کے بارے میں بھی ایک روایت مسلم شریف میں ہے اور روایت صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سال میں تین طلاقیں ایک

ہی ہوتی تھیں ۔ (مسلم ص ۴۷۷، ج ۱) لیکن اس حدیث کا مصداق کون ہے؟ چنانچہ امام نسائی نے نسائی شریف میں باب قائم کیا ہے طَلَاقُ الثَّلٰثِ الْمُتَفَرِّقَةِ قَبْلَ الدُّخُوْلَ بِالزَّوْجَةِ (صفحہ ۸۳، جلد ۲)

تین طلاقیں علیحدہ علیحدہ غیر مدخولہ بھا کو یعنی ایسی عورت کو جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے لیکن میاں بیوی نے ہم بستری نہیں کی اور خاوند نے اسے طلاق دے دی اور کہا اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ تین طلاقیں دے دیں تو طلاق پہلی ہی ہوئی ہے دوسری کا محل ہی نہیں رہا۔

تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے کہ یہ حدیث غیر مدخولہ بھا کے واسطے ہے۔ اسی طرح ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ تین طلاقیں ایک اس عورت کے بارے میں ہیں کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے اور خاوند نے ہم بستری نہیں کی اور یکے بعد دیگرے تین طلاقیں دے دیں تو پہلی ہوگئی، دوسری، تیسری کا محل ہی نہیں ہے۔ تو اس روایت کو تمام مطلقات پر فٹ کرانا تو صرف ضد ہے۔ تو دین کے سلسلے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس مسئلے پر میرا ایک مستقل رسالہ ہے "عُمْدَةُ الْاَثَاثِ فِيْ حُكْمِ طَلْقَاتِ الثَّلَاثِ" جس میں قرآن پاک، احادیث، فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے بڑے دلائل میں نے پیش کیے ہیں اور بڑی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ اور الحمد للہ! اسی آیت کے تحت مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں میرا نام لے کر میری کتاب کا حوالہ دیا ہے کہ اگر تمہیں اس مسئلہ میں علمی طور پر زیادہ ضرورت ہے تو اس کی کتاب دیکھو۔

تو حدیث صحیح ہے مگر اس کا مصداق وہ نہیں ہے جو غیر مقلد حضرات سمجھتے پھرتے

ہیں۔جس طرح قرآن پاک میں مومنوں سے خطاب ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ "اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔" تو زکوٰۃ ہر آدمی تو دینے والا نہیں ہے۔زکوٰۃ تو وہ دے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔تو اگر کوئی مسئلے کو سمجھنا تو اس کے لیے کوئی دقت نہیں ہے۔البتہ ضد اور تعصب کا دنیا میں کوئی علاج نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس نے طلاق دے دی اُس عورت کو تیسری بھی تو فَلَا تَحِلُّ لَهٗ پس وہ عورت اب اس کے لیے حلال نہیں ہے مِنْۢ بَعْدُ تیسری طلاق کے بعد۔(سنت اور مستحب طریقہ تو یہ ہے کہ طلاق طہر میں دے کہ ایک طہر میں ایک طلاق اور دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق۔لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دے دیں یا ایک کلمے کے ساتھ دے دیں تو بھی تین طلاقیں واقع ہوگئیں۔ایک مجلس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے۔اور ایک کلمے کا مطلب یہ بھی ہے کہ کہے تجھے تین طلاقیں ہیں۔تو دونوں صورتوں میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔)

حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ یہاں تک کہ وہ عورت کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کرے فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر اس دوسرے خاوند نے بھی طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَآ تو کوئی گناہ نہیں ہے ان دونوں پر یعنی اس عورت کا جو پہلا خاوند تھا اس پر اور اس عورت پر کوئی گناہ نہیں ہے اَنْ یَّتَرَاجَعَآ یہ کہ یہ دونوں آپس میں رجوع کرلیں یعنی عدت گزرنے کے بعد نئے سرے سے نکاح کرلیں مگر شرط ہے کہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اگر وہ دونوں یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے۔چونکہ پہلے بھی اختلاف ہوا تھا اور نوبت طلاق تک پہنچ گئی تھی۔اب اگر وہ نکاح کرنا چاہتے

ہیں تو انھیں اس بات کو ملحوظ رکھنا پڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

خلع کے مسائل :

درمیان میں خلع کا مسئلہ بیان ہوا ہے جو اُوپر چھوڑ آئے ہیں۔ وہ کیا ہے؟

فرمایا وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اور (اے مردو!) تمھارے واسطے حلال نہیں ہے اَنْ تَاْخُذُوْا یہ کہ لو تم مِمَّآ اس چیز سے اٰتَیْتُمُوْھُنَّ جو تم نے ان عورتوں کو دیا ہے شَیْئًا کچھ بھی۔ یعنی مہر دیا ہے یا ہدیے کے طور پر کوئی چیز دی ہے تو طلاق کے بعد تم ان سے کچھ نہیں لے سکتے اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ مگر یہ کہ میاں بیوی خوف کریں اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ آپس میں ان کا مزاج نہیں ملتا یا کسی اور وجہ سے ان کا نباہ نہیں ہو سکتا فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر اے دونوں کے وارثو (اور رشتہ دارو!) تمھیں خوف ہو اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا پس نہیں ہے گناہ ان دونوں پر فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ اس چیز میں کہ عورت نے فدیہ (رقم) دے کر مرد سے طلاق لے لے۔

اب مسئلہ سمجھنا۔ اگر بیوی خاوند کا آپس میں نباہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً: مزاج نہیں ملتا کیوں کہ مزاج کا بھی بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسی واسطے شریعت کفو کے اندر نکاح کرنے کو ترجیح دیتی ہے اور کفو کا معنیٰ ہے برادری۔ اور برادری میں مزاج اور ذہن ملتے جلتے ہوں گے تو گڑبڑ نہیں ہوگی اور غیر کفو میں مزاج نہ ملنے کی وجہ سے مشکل پیدا ہوگی۔ باقی نکاح غیر کفو میں بھی جائز ہے حرام نہیں ہے۔ تو اگر میاں بیوی کا مزاج نہیں ملتا یا کوئی اور ایسی وجہ ہے کہ نباہ نہیں ہو سکتا تو شریعت نے خلع کی اجازت دی ہے۔ البتہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر خرابی بیوی کی طرف سے ہے کہ وہ رہنا نہیں چاہتی اور خاوند رکھنا چاہتا ہے تو ایسے موقع

پر خاوند عورت کو کہہ دے تو مجھے پیسے دے دے تو میں تجھے طلاق دے دیتا ہوں کیوں میرا شادی پر خرچہ ہوا ہے اور اگر بیوی رہنا چاہتی ہے اور شرارت خاوند کی طرف سے ہو تو ایسی صورت میں خلع کا مال حرام تو نہیں ہے مگر مکروہ ہے کہ شرارت بھی اسی کی ہے اور رقم بھی وہی ہتھیا لے پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ مرد نے جتنا مہر دیا ہے اتنے پر ہی خلع ہو یا حق مہر سے زیادہ رقم لے سکتا ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ جتنا مہر دیا تھا اس سے زیادہ پر بھی خلع ہو سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مہر سے زیادہ رقم نہ لے کیوں کہ حضرت ثابت بن قیس صحابی ہیں یہ بڑے ذہین اور مقرر تھے۔ قد چھوٹا تھا اور رنگ سیاہ تھا۔ ان کی بیوی بڑی خوب صورت تھی۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا کہ حضرت! میرا خاوند ویسے تو بڑا اچھا ہے خرچہ بھی دیتا ہے، اخلاق بھی اچھا ہے مگر میں جب دیکھتی ہوں تو مجھے کراہت آتی ہے جس سے میرے ایمان پر زد پڑے گی لہٰذا مجھے طلاق دلوا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ جو اس نے تجھے مہر میں دیا تھا واپس کر دے گی۔ تو حضرت ثابت کی بیوی نے کہا کہ حضرت! میں وہ باغ بھی دے دوں گی اور کچھ مزید بھی دے دوں گی۔ تو مسند احمد کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَمَّا الزِّیَادَةُ فَلَا بہر حال زیادہ دینا درست نہیں ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ جو مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لے۔

فرمایا تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں فَلَا تَعْتَدُوْهَا پس تم ان سے آگے نہ بڑھو وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جس نے اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کیا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ بس یہی لوگ ظالم ہیں۔ یہ پہلے میں نے عرض کر دیا ہے۔ دو کے بعد اگر اس نے تیسری طلاق دے دی تو یہ بیوی اس خاوند کے لیے حلال نہیں

ہے۔ یہاں تک کہ کسی اور مرد سے نکاح کرے اور نکاح کے بعد ہم بستری بھی شرط ہے۔ اگر صرف نکاح کر کے بغیر ہم بستری کے طلاق دے دی تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی۔ اس پر بخاری اور مسلم کی روایات شاہد ہیں۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا پس اگر دوسرے خاوند نے طلاق دے دی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ پس کوئی حرج نہیں ان پہلوں پر اَنْ يَّتَرَاجَعَآ یہ کہ نکاح کے لیے آپس میں رجوع کریں لیکن شرط یہ ہے کہ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ اگر ان کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم کریں گے وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ان کو بیان کرتا ہے اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس قریب پہنچیں وہ اپنی عدت کو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس تم ان کو روکو۔ یعنی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو دورانِ عدت تم انھیں روک بھی سکتے ہو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ یا چھوڑ دو ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ اور نہ روکو تم ان کو ضِرَارًا تکلیف دینے کے لیے یعنی ان کو اس واسطے نہ روکو کہ میں ان کو ماروں گا پیٹوں گا اور تنگ کروں گا لِّتَعْتَدُوْا تاکہ تم تجاوز کرو اس واسطے نہ روکو وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے کی یہ کارروائی فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کی آیات کو ہنسی اور کھیل۔ جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جو اُس نے تم پر کی ہیں، ظاہری نعمتیں بھی ہیں اور باطنی نعمتیں بھی، روحانی

نعمتیں بھی اور جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔ ان کو یاد کرو یعنی ان کا شکر ادا کرو۔ اور یہ نعمت بھی ہے وَمَآ اَنۡزَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ الۡکِتٰبِ اور وہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تم پر کتاب یعنی قرآن کریم۔ اور قرآن کریم کی قدر وہی کرے گا جو اس کو سمجھے گا اور جس نے قسم اُٹھانے کے لیے رکھا ہے وہ کیا سمجھے گا۔ یاد رکھو! قرآن پاک بہت بڑی دولت ہے وَالۡحِکۡمَۃِ اور حکمت نازل فرمائی۔ تو حکمت سے مراد ہے سنت اور حدیث۔

قرآن پاک کی تشریح حدیث ہے۔ حدیث کے بغیر تشریح کرنے پر بھی ہمارا ایمان نہیں ہے یَعِظُکُمۡ بِہٖ اللہ تعالیٰ تمھیں اس کی نصیحت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھو۔ قرآن کریم کو پڑھو، حدیث شریف پڑھو وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعۡلَمُوۡۤا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔ تمھارا ظاہر، باطن، نیت، ارادہ سب اس کے علم میں ہے۔

18/18

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْۤا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّاۤ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب تم طلاق دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پس وہ پہنچ جائیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ پس نہ روکو تم ان کو اَنْ يَّنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کریں اَزْوَاجَهُنَّ اپنے خاوندوں سے اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جس وقت راضی ہو جائیں آپس میں بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ ذٰلِكَ اس چیز کی يُوْعَظُ بِهٖ نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ

بِاللّٰہِ ایمان لاتا ہے اللہ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر
ذٰلِکُمْ یہی چیز اَزْکٰی لَکُمْ بڑی پاکیزہ ہے (قلبی اعتبار سے) وَ
اَطْہَرُ اور زیادہ پاکیزہ ہے (بدن کے اعتبار سے) وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اور
اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے وَالْوَالِدٰتُ
اور مائیں یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ دودھ پلائیں اپنی اولاد کو حَوْلَیْنِ
کَامِلَیْنِ دو سال مکمل لِمَنْ اَرَادَ یہ اس کے لیے ہے جو ارادہ کرتا ہے
اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ یہ کہ مکمل کرلے دودھ پلانے کی مدت کو وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ
لَہٗ اور جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے (یعنی باپ پر) رِزْقُھُنَّ
ان عورتوں کا رزق ہے وَکِسْوَتُھُنَّ اور ان کا لباس بھی ہے بِالْمَعْرُوْفِ
اچھے طریقے کے ساتھ لَا تُکَلَّفُ نَفْسٌ نہیں تکلیف دی جائے گی کسی
نفس کو اِلَّا وُسْعَھَا مگر اس کی طاقت کے مطابق لَا تُضَآرَّ وَالِدَۃٌۢ
بِوَلَدِھَا نہ نقصان پہنچایا جائے ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے وَلَا مَوْلُوْدٌ
لَّہٗ اور نہ باپ کو بِوَلَدِہٖ اس کے بچے کی وجہ سے وَعَلَی الْوَارِثِ
مِثْلُ ذٰلِکَ اور وارث پر بھی اتنا ہی خرچہ آئے گا فَاِنْ اَرَادَا پس اگر وہ
دونوں ارادہ کرلیں فِصَالًا دودھ چھڑانے کا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْھُمَا
آپس کی مرضی سے وَتَشَاوُرٍ اور باہمی مشورہ سے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا
پس کوئی حرج نہیں ہے ان دونوں پر وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اور اگر تم ارادہ کرو

اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یہ کہ کسی اور سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اِذَا سَلَّمْتُمْ جب دے دو تم مَّآ وہ چیز اٰتَيْتُمْ جو تم نے مقرر کی ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھ رہا ہے۔

حتی الوسع طلاق سے گریز کرنا چاہیے :

اس سے پہلے بھی طلاق اور عدت کا ذکر تھا۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ انسانوں کو جو بھی ضرورتیں پیش آئی ہیں ان سب کو حل کیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی مقام پر اسلام کو ماننے والا پریشان ہو۔

انسانی زندگی میں نکاح اور طلاق بھی اہم مسائل ہیں۔ چوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو برقرار رکھنا ہے اس لیے مرد پیدا فرمائے، عورتیں پیدا فرمائیں۔ پھر جائز طریقے سے خواہشات کی تکمیل کا راستہ بھی بتلایا۔ ان کو حسن سلوک کا سبق دیا اور گھر کے معاملات کو درست رکھنے کا حکم دیا لیکن اگر مجبوری سے طلاق کی نوبت آئے تو طلاق کی بھی اجازت ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقِ "بے شک جائز چیزوں میں سے بری چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق ہے۔" یعنی ہے جائز مگر بہت بری ہے۔ حتی الوسع طلاق کا نام نہیں لینا چاہیے۔ اور حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت بغیر اشد مجبوری کے خاوند سے طلاق مانگتی ہے اس پر جنت حرام ہے۔صرف مطالبے کی بات ہے یہ نہیں کہ ڈنڈے کے زور سے طلاق لے، بلکہ مطالبہ بھی حرام ہے۔تو یہاں ایک واقعہ پیش آیا۔

حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ ان کی ہمشیرہ تھی۔ بعض تفسیروں میں اس کا نام جُمَیلہ اور بعض میں جَمیلہ آیا ہے رضی اللہ عنہا۔ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے ان کے ساتھ اس کا نکاح ہوا۔نکاح کے بعد اکٹھے زندگی گزارتے رہے ابھی اولاد نہیں ہوئی تھی اور گھریلو معاملات میں ہوتا ہے کبھی بگاڑ خاوند کی طرف سے ہوتا ہے کبھی عورت کی طرف سے اور کبھی دونوں کی طرف سے۔ دنیا میں کوئی ایسا گھر نہیں بتایا جا سکتا جس میں کچھ نہ کچھ بگاڑ نہ ہو۔تو حضرت ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ نے طیش اور غصے میں آکر بیوی کو طلاق دے دی مگر طلاق رجعی تھی۔ (تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے کہ اگر ایک دفعہ خاوند بیوی کو کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے یا دو مرتبہ کہے میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو ان دونوں صورتوں میں خاوند کو حق حاصل ہے کہ دورانِ عدت رجوع کر لے۔اس سے طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور اگر عدت ختم ہو گئی تو پھر نکاح ہو گا یعنی آپس میں پھر نکاح کر سکتے ہیں۔اور اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کوئی گنجائش نہیں ہے۔)

تو حضرت ابوالبدّاح رضی اللہ عنہ کی طلاق رجعی تھی اور عدت گزر گئی۔ عدت گزرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی نکاح کے پیغام بھیجے اور پہلے خاوند نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی تھی میں دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہوں اور بیوی دلی طور پر راضی تھی پہلے خاوند کے پاس جانے کے لیے۔لیکن ان کے بھائی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں

پہلے خاوند کے ساتھ نکاح نہیں کرنے دوں گا۔ اس لیے کہ اس نے طلاق کیوں دی؟ پھر چلو طلاق دے دی مگر عدت کے دوران میں اس نے نام ہی نہیں لیا۔ جب عدت ختم ہوگئی اور دوسرے لوگوں کے پیغامِ نکاح آنے لگے تو اب اس نے بھی نکاح کا پیغام بھیج دیا ہے۔ لہٰذا میں اس کے ساتھ نکاح نہیں ہونے دوں گا۔ کچھ برادری اور محلے کے لوگ بھی درمیان میں آئے کہ پہلے خاوند کے ساتھ نکاح کرنے دو۔ مگر معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کسی قیمت پر وہاں نکاح نہیں ہونے دوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا:

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اور جب وقت تم طلاق رجعی دو عورتوں کو فَبَلَغْنَ پھر وہ پہنچ چکیں اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو یعنی عدت بھی ختم ہو چکی فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ پس تم نہ روکو ان عورتوں کو اَنْ يَّنْكِحْنَ یہ کہ وہ نکاح کرلیں اَزْوَاجَهُنَّ اپنے پہلے خاوندوں سے اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ جب وہ آپس میں راضی ہو جائیں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے یعنی جو شریعت کے قاعدے کے مطابق ہے ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ اس حکم کی نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ مِنْكُمْ جو ہے تم میں سے يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت پر۔ جب یہ ارشاد نازل ہوا تو حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا حکم سر آنکھوں پر اب میں رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ فوراً ہمشیرہ کا نکاح پہلے خاوند سے کر دیا۔

(تجدید نکاح کا مطلب یہ ہے کہ نئے سرے سے نکاح ہوگا، مہر ہوگا، گواہ ہوں گے جو نکاح کے لیے شرائط ہیں وہ ساری پوری کرنی ہوں گی۔)

پھر وہ راضی اور خوشی کے ساتھ رہے۔ پھر ان سے اولاد بھی ہوئی۔ فرمایا ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ یہ چیز قلبی لحاظ سے بھی تمھارے لیے بڑی پاکیزہ ہے وَاَطْهَرُ اور بدنی

لحاظ سے بھی بڑی پاکیزہ ہے۔ عورت کوئی بکاؤ مال تو نہیں کہ آج اِس منڈی میں اور کل اُس منڈی میں۔ آج اِس کی بیوی اور کل اُس کی بیوی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ عزت انسانی کا مسئلہ ہے۔ تو بدن بھی اس میں صاف رہے گا اور دل بھی صاف رہے گا۔ کیوں اگر عورت کا دل پہلے خاوند کی طرف مائل تھا اور رشتہ داروں نے نکاح نہیں کرنے دیا تو ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس سابقہ تعارف کی وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو جائے لہٰذا دل بھی پاک رہے گا اسی صورت میں وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اور تم نہیں جانتے۔ لہٰذا اس کے احکام صحیح ہیں۔

رضاعت کے احکام :

آگے اور مسئلہ ہے کہ جس وقت عورت نکاح میں ہو تو بچے کو دودھ پلانا اس کے ذمہ ہے اور بغیر کسی اشد مجبوری کے بچے کو دودھ پلانے سے انکار نہیں کرسکتی۔ اگر انکار کرے گی عنداللہ مجرم ہوگی اور گناہ گار ہوگی۔ کیوں کہ بچے کی خوراک رب تعالیٰ نے اس کے پستانوں میں رکھی ہے اس واسطے جب وہ نکاح میں ہے تو دودھ پلانے کا خرچہ خاوند سے نہیں لے سکتی۔ کیوں کہ اس عورت کو باقاعدہ رہائش بھی خاوند نے دی ہوئی ہے اور اس کو کھانے پینے کا خرچہ بھی ملتا ہے اور لباس بھی ملتا ہے اور اس کی بیماری اور تندرستی کا خرچی بھی خاوند کے ذمہ ہے تو بچہ کو دودھ پلانے کا خرچہ نہیں مانگ سکتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْوَالِدٰتُ اور مائیں یُرْضِعْنَ دودھ پلائیں اَوْلَادَھُنَّ اپنی اولاد کو حَوْلَیْنِ دو سال کَامِلَیْنِ مکمل۔ لیکن یہ دو سال کس کے لیے ہیں لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ اس شخص کے لیے ہیں جو ارادہ کرے اس بات کا کہ وہ دودھ پلانے کی مدت پوری کرے۔ آگے آرہا ہے اگر ماں باپ پہلے دودھ

چھڑانا چاہیں تو اس کی بھی اجازت ہے۔ کیوں کہ بعض بچے بڑے صحت مند ہوتے ہیں کہ سال، سوا سال، ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد وہ کھانا پینا شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے لیے دو سال مکمل کرنے ضروری نہیں ہیں۔ اور اگر بچہ ماں کے دودھ کے بغیر کچھ نہیں پیتا تو دو سال آخری مدت ہے۔ اس کے بعد ماں اس کو دودھ نہیں پلا سکتی۔ بعض عورتیں پیار اور محبت کی وجہ سے دو سال کے بعد بھی دودھ پلاتی رہتی ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ کیوں کہ جو حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے وہ اٹل ہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ اور اور اس شخص پر جس کی طرف بچے کی نسبت کی جاتی ہے یعنی بچے کا باپ۔ اس کے ذمہ ہے رِزْقُهُنَّ ان کا کھانا وَكِسْوَتُهُنَّ اور ان کا لباس بھی ان کے خاوندوں کے ذمہ ہے۔ کون سا لباس؟ تو فرمایا بِالْمَعْرُوْفِ جو قاعدے کے مطابق ہو۔ وہ قاعدہ کیا ہے؟ فرمایا لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا نہیں تکلیف دی جا سکتی کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ اگر خاوند امیر ہے تو عورت کا خرچہ امیرانہ ہوگا یعنی اس کا لباس وہ ہوگا جو امیر عورتیں پہنتی ہیں۔ اگر خاوند درمیانے قسم کا ہے مالی اعتبار سے تو اس کے ذمہ خرچہ بھی درمیانے درجے کا ہوگا۔ لباس بھی درمیانہ، رہائش بھی درمیانے درجہ کی۔ اگر خاوند غریب ہے تو خاوند پر غربت کے اعتبار سے خرچہ ہوگا جو غریب لوگ کھاتے پیتے، پہنتے ہیں اور رہائش بھی اسی طرح کم ہوگی کہ جیسی رہائش میں غریب لوگ رہتے ہیں۔ اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے۔ کیوں کہ جب ایک آدمی غریب ہے تو وہ کہاں سے امیرانہ خرچہ لا کر دے۔

فرمایا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا نہ تکلیف دی جائے والدہ کو اس کے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت بیمار ہے۔ اس کو دودھ ہی نہیں اُترتا یا اس کا دودھ طبی اعتبار سے مضر

ہے مگر خاوند کہتا ہے کہ دودھ تو نے ہی پلانا ہے۔ تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ وہ تو بیمار ہے لہٰذا بچے کی وجہ سے اُس کو تکلیف نہ دی جائے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورتیں مختلف قسم کی چیزیں کھاتی ہیں اور دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اور وہ بچہ خود دودھ نہیں پیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت دی اور رب تعالیٰ کا نظام ہے کہ بچہ پستان کو منہ لگا کر چھوڑ دیتا ہے۔ ایسی صورت میں فوراً دودھ کا ٹیسٹ کرانا چاہیے۔ اگر ماں کا دودھ بچے کے لیے نقصان دہ ہے تو دھکا شاہی نہ کرو۔ عورت کی خوراک بدلو۔ اس کا علاج کرو تاکہ دودھ کی خرابی دور ہو جائے۔

تو فرمایا کہ اگر عورت مجبور ہے اور دودھ نہیں پلاسکتی تو اس ک مجبور نہ کیا جائے وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ اور نہ باپ کو تکلیف دی جائے بچے کی وجہ سے۔ مثلاً: عورت صحت مند ہے، دودھ بھی اس کا وافر ہے مگر وہ کہتی ہے کہ میں نے دودھ پلانا کیوں کہ اگر میں دودھ پلاؤں گی تو میرے پستان ڈھیلے ہو جائیں گے اور میرے حسن و جمال میں کمی آجائے گی۔ کیوں کہ ایسی عورتیں بھی ہیں۔ تو اب وہ بے چارہ خاوند کیا کرے۔ اس لیے اِس کی بھی اجازت نہیں ہے۔ تو فرمایا خاوند کو بھی بچے کے دودھ کی وجہ سے مجبور نہ کیا جائے۔ (طبی نقطہ نگاہ سے اگر صحت مند عورت بچے کو دودھ نہیں پلائے گی تو اس صورت میں اسے ٹی، بی اور کینسر ہوسکتا ہے۔)

یاد رکھو! جو رب کے نظام کو بدلتا ہے تو ضرور کوئی نہ کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ تو جب عورت صحت مند ہے تو کیوں دودھ نہیں پلاتی؟ بے مقصد نخرے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو اس کی چھاتی میں دودھ پیدا فرمایا ہے وہ نکلے گا تو تندرست رہے گی۔ آج کل عورتوں کو چھاتی کا کینسر ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔ رب تعالیٰ کا نظام جس طرح اس

نے بنایا ہے اسی طرح رہنا چاہیے۔

وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ اور وارث پر بھی اسی طرح خرچہ لازم ہے۔ مثال کے طور پر باپ فوت ہو چکا ہے تو بچے کے دودھ کا کیا سلسلہ ہوگا کہ عورت کے پاس خرچہ بھی کوئی نہیں ہے اور خاوند کچھ چھوڑ کر بھی نہیں گیا۔ اب وہ جو شرعی وارث ہیں خرچہ ان کے ذمہ ہوگا اس مرنے والے کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے۔ وراثت میں بھائی کو دُہرا حصہ ملتا ہے اور بہن کو ایک تو حصے کے مطابق خرچہ بھائی کے ذمہ ہے یعنی جس کو تم چچا کہتے ہو اور ایک حصہ خرچہ اس کی پھوپھی کے ذمہ ہے۔ جس نسبت سے ان کو وراثت ملنی تھی اسی نسبت سے ان پر بچے کا خرچہ آئے گا۔ یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ بچے کا خرچہ خود مانگتے پھریں گے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا خرچہ وارثوں کے ذمہ لگایا ہے۔

فَاِنْ اَرَادَا پس اگر وہ میاں بیوی دونوں ارادہ کرلیں فِصَالًا دودھ چھڑانے کا دو سال سے پہلے عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا آپس کی رضا مندگی سے یعنی دونوں اس پر راضی ہوں وَتَشَاوُرٍ اور دونوں کا مشورہ بھی ہے کہ اس بچے کا دودھ اب چھڑا دینا چاہیے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ دونوں کی رضا اور دونوں کا مشورہ اِس واسطے ضروری ہے کہ خدانخواستہ عورت نے اپنی مرضی سے دودھ چھڑا دیا خاوند کی مرضی کے بغیر اور بچہ بیمار ہو گیا تو خاوند لڑے گا کہ تو نے دودھ چھڑایا ہے اس لیے بچہ بیمار ہوا ہے۔ اسی طرح خاوند نے اگر دودھ چھڑانے پر مجبور کیا ہے اور عورت اس پر راضی نہیں تھی اور بچے کو کچھ ہو گیا تو عورت کا گلہ ہوگا اور لڑائی ہوگی اور جب دونوں کا مشورہ اور دونوں کی رضا ہوگی تو بچے کے لیے بھی اسی میں خیریت ہے تو پھر جھگڑا کس چیز کا؟ کیوں کہ جھگڑے کا کوئی بھی سبب ہو شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اور اگر تم ارادہ کرتے ہو اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یہ کہ تم اپنی اولاد کو کسی اور سے دودھ پلواؤ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر اس میں بھی اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ جب دے دو تم وہ اجرت جو تم نے طے کی ہے بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ۔ اس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ صحت مند عورتیں بچوں کو لے جاتی تھیں اُن کو اُجرت دی جاتی تھی وہ بچوں کو دودھ پلاتی تھیں۔ آج بھی اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ بچے کو کسی سے دودھ پلوایا جائے تو جائز ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا۔ تو اگر تم یہ ارادہ کرتے ہو کہ اس بچے کی ماں کی صحت ٹھیک نہیں ہے دودھ اس کا صحیح نہیں ہے تو کسی اور عورت سے جو صحت مند ہے اس سے دودھ پلوانا چاہو تو اس کی اجازت ہے مگر جو اجرت تم نے طے کی ہے وہ دیانت داری اور دین داری کے ساتھ اس کو دے دو اور نہ لگاؤ کہ جتنی طے کی ہے اس سے کم دو۔ اس کی اجازت نہیں ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ہر معاملے میں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے۔ تمہارے ظاہر کو، باطن کو، ہر حالت کو رب جانتا ہے معاملہ تمہارا رب کے ساتھ ہے۔

وَالَّذِیْنَ

یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۳۵﴾ ع ۳۰

وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جو تم میں سے وفات پا جاتے ہیں وَیَذَرُوْنَ اور چھوڑ جاتے ہیں اَزْوَاجًا بیویاں یَّتَرَبَّصْنَ وہ روکے رکھیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے اور دس دن فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس جب وہ پوری کر چکیں اپنی عدت فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ پس کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِیْمَا فَعَلْنَ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ کریں فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں بِالْمَعْرُوْفِ عمدگی کے ساتھ وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو تم عمل کرتے ہو خَبِیْرٌ اس سے خبردار ہے

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيمَا اس چیز میں
عَرَّضْتُمْ بِهٖ جو تم اشارہ کرو اس کے ساتھ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ عورتوں
کی منگنی کا اَوْ اَكْنَنْتُمْ یا تم مخفی رکھو فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں میں
یعنی دلوں میں عَلِمَ اللّٰهُ جانتا ہے اللہ تعالیٰ اَنَّكُمْ بے شک تم
سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ عن قریب تم ذکر کرو گے ان عورتوں کا وَلٰكِنْ لَّا
تُوَاعِدُوْهُنَّ اور لیکن نہ وعدہ کرو تم ان کے ساتھ سِرًّا پوشیدہ اِلَّآ
اَنْ تَقُوْلُوْا مگر یہ کہ کہو تم قَوْلًا مَّعْرُوْفًا بات بھلی وَلَا تَعْزِمُوْا
اور نہ ارادہ کرو تم عُقْدَةَ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ کا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ
یہاں تک کہ پہنچ جائے تحریر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اَجَلَهٗ اپنی میعاد کو
وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ جانتا
ہے مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ جو تمھارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْهُ پس تم
اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا تحمل کرنے والا، بُرد بار ہے۔

عدت کے مسائل :

پہلے مطلقہ عورتوں کا ذکر تھا کہ اگر ان کو طلاق ملے تو ان کی کیا عدت ہے جس کی تفصیل تم سن چکے ہو۔ اور اب اس عورت کی عدت کا ذکر ہے کہ جس کا خاوند فوت ہو جائے۔ اگر خاوند کے فوت ہونے کے وقت عورت کے پیٹ میں بچہ ہے تو جب بچہ پیدا ہوگا اس کی عدت اس وقت ختم ہو جائے گی۔ فرض کرو خاوند کی وفات کے دو دن یا تین دن

بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ یا اس کی وفات کے چھ یا سات، آٹھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی عدت اُسی وقت ختم ہوگی جب بچہ پیدا ہوگا۔ اور اگر اس کے پیٹ میں بچہ نہیں ہے تو اس کی عدت ہے چار مہینے دس دن اور یہ چار مہینے دس دن چاند کے اعتبار سے مکمل ہوں گے۔ تو ضابطہ یہ ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت ہے وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش۔ اور اگر حاملہ نہیں ہے تو پھر چار مہینے دس دن ہے۔

تو فرمایا وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جو فوت ہو جاتے ہیں مِنْکُمْ تم میں سے وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں عورتیں یَّتَرَبَّصْنَ روکے رکھیں وہ عورتیں بِاَنْفُسِھِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے اور دس دن (جب کہ وہ حاملہ نہ ہوں۔)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقاہت :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفے کے گورنر تھے۔ ان کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے لیکن نکاح کے وقت مہر یاد نہیں رہا اور خاوند فوت ہو گیا۔ اور یاد رکھنا کہ نکاح مہر پر موقوف نہیں ہے۔ نکاح کی دو بنیادی شرطیں ہیں:

(۱) شرعی طور پر دو گواہ ہوں (۲) ایجاب وقبول ہو جائے۔

نکاح ہو جائے گا۔ باقی چیزیں موقوف علیہ نہیں ہیں۔ اگر اس وقت مہر مقرر نہیں ہوا تو بعد میں مہر مثلی یا جو آپس میں طے ہو جائے دینا پڑے گا۔ اور عورت کی رخصتی بھی نہیں ہوئی اور خاوند فوت ہو گیا ہے۔

حضرت! آپ سے تین شقوں کا سوال ہے: ✪ پہلی شق یہ ہے کہ اس عورت کی عدت ہے یا نہیں؟

✪ دوسری شق یہ ہے کہ اس عورت کو خاوند کی جائیداد میں سے وراثت کا حصہ ملے گا یا نہیں ملے گا۔

✪ تیسری شق یہ ہے کہ اس عورت کے لیے مہر ہے یا نہیں؟ کیوں کہ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس مسئلے پر کوئی حدیث بھی یاد نہیں اور قرآن پاک میں بھی اس پر کوئی صریح حکم نہیں ہے لہٰذا مجھے کچھ مہلت دو، میں سوچوں گا۔ اُمت میں سب سے زیادہ فقیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود تھے۔ اور ساری امت میں سب سے بڑے مفسر بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ وہ فرماتے ہیں مجھے مہلت دو۔ تو ان لوگوں نے کہا حضرت ٹھیک ہے آپ غور فرمالیں۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی دن اس مسئلے پر غور کیا اور ان کو طلب فرمایا کہ فلاں دن آنا عدالت میں تمھیں مسئلے کا جواب اور فتویٰ ملے گا۔ لوگ اچھے خاصے اکٹھے ہو کر آ گئے۔ مسئلہ پیچیدہ تھا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق قرآن پاک میں بھی اس کا حکم نہیں ہے اور جو احادیث مجھے معلوم ہیں ان میں بھی اس کا صریح حکم نہیں ہے۔ میں نے اس سلسلے میں اجتہاد اور قیاس کیا ہے اور اپنے اجتہاد اور قیاس سے فیصلہ کرتا ہوں کہ اُس عورت کو مہر مثل ملے گا۔

مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی ماں کا، خالاؤں کا، اس کی بہنوں کا یعنی ماں کی طرف سے جو رشتہ دار عورتیں ہیں ان کا جو مہر تھا اتنا ہی اُس عورت کو بھی ملے گا اور

اس عورت کو خاوند کی وراثت بھی ملے گی کیوں کہ نکاح صحیح ہے اور عورت کو عدت بھی گزارنا پڑے گی، چار مہینے دس دن۔ تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب یہ مسئلہ سنایا تو وہاں حضرت معقل رضی اللہ عنہ موجود تھے جو کہ صحابی ہیں۔ انھوں نے کہا اے ابنِ مسعود! یہ فیصلہ تو نے اپنے اجتہاد اور قیاس سے کیا ہے؟ فرمایا ہاں۔ معقل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان چیزوں کے جواب سنے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ہماری برادری میں ایک عورت تھی بروہ بنت واشق اس کا نام تھا۔ بعینہٖ یہ واقعہ اس کے ساتھ پیش آیا تھا کہ نکاح ہوا تھا اور مہر کا ذکر نہ کیا گیا اور بغیر ملاپ کے خاوند فوت ہو گیا۔ بروہ بنت واشق کے رشتہ داروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسئلہ پیش کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس عورت کو مہر مثل ملے گا اور اس عورت کو چار ماہ دس دن عدت گزارنا پڑے گی اور اس کو باقاعدہ وراثت کا حق بھی ملے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت معقل رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا یہ باتیں تو نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہیں؟ فرمایا ہاں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ! میرے سارے فتوے کی شقیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہو گئیں، اگرچہ مجھے علم نہیں تھا اور میں نے قیاس سے جواب دیا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وہ بزرگ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی فقاہت اور ان کی سمجھ پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا تھا رَضِيتُ لَكُمْ مَا رَضِيَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ "میں تمھارے لیے ہر اس مسئلے پر راضی ہوں جس مسئلے پر عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راضی ہے وَسَخِطْتُ لَكُمْ مَا سَخِطَ لَكُمُ ابْنُ أُمِّ عَبْدٍ اور میں تمھارے لیے

اس چیز کو پسند نہیں کرتا جس کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پسند نہیں کرتا۔" اتنا اعتماد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ یہ کوفے میں رہتے تھے ان کے شاگرد ہیں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ۔ جو اپنے دور کے چوٹی کے فقیہ تھے اور ان کے شاگرد ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ کامل استادوں کے کامل شاگرد۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چار اماموں میں سے ایک امام ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

اَلنَّاسُ عَيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ "تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے کوشہ چین ہیں۔"

تو مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ نکاح ہو گیا اور رُخصتی نہیں ہوئی یا خاوند فوت ہو جائے تو عورت کو عدت گزارنا پڑے گی۔ اب یہاں ہماری عقل کچھ نہیں کرتی۔ کیوں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَعَلَيْهِ اِجْمَاعُ الْاُمَّةِ "اور اس پر امت کا اجماع اور اتفاق ہے۔" اب تم اس کے مقابلے میں دیکھو کہ قرآن کریم کے بائیسویں پارے میں مذکور ہے کہ اگر کسی مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو جائے اور ان کا آپس میں ملاپ نہیں ہوا اور طلاق کی نوبت آ گئی ہے تو فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ پس نہیں ہے تمھارے لیے ان پر کوئی عدت تَعْتَدُّوْنَهَا کہ تم ان عورتوں سے پورا کراؤ۔ یعنی اس عورت کی کوئی عدت نہیں ہے۔ یہ عورت طلاق کے دو منٹ بعد نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اور پہلی صورت میں ہے کہ عدت گزارنا پڑے گی۔ تو یہاں ہماری عقل قاصر ہے کیوں کہ عقل کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو دونوں جگہ عدت ہونی چاہیے یا دونوں جگہ پر عدت نہیں ہونی چاہیے۔ یہ مسئلہ قرآن کا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک زبان سے نکلا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے جو کہ ترمذی شریف اور

ابوداؤد شریف میں موجود ہے اور اُمت کا اجماع ہے کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں موت کی صورت میں عدت بیان فرمائی کہ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ اور وہ لوگ جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں يَّتَرَبَّصْنَ وہ عورتیں روکے رکھیں بِاَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کو اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار مہینے دس دن فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس وہ عورتیں جس وقت اپنی عدت پوری کر چکیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنے بارے میں کریں لیکن کریں بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ یہ کہ خفیہ طریقہ نہ ہو بُرائی نہ ہو۔ اگر ایسا کریں تو تم پر فرض ہے کہ تم روکو۔ ہاں عدت ختم ہو گئی ہے اور وہ عورت اپنے نکاح کے لیے کہیں پیغام بھیجتی ہے، ہاتھ پاؤں مارتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو ان سب سے خبردار ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور کوئی حرج نہیں ہے تم پر فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ اس کارروائی میں کہ تم اس کا اشارہ کرتے ہو مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ عورتوں کی منگنی کا اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ یا تم مخفی رکھتے ہو دلوں میں۔

مسئلہ یہ ہے کہ اگر عورت عدت گزار رہی ہے تو دورانِ عدت صریح الفاظ میں اس کو نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ مثلاً: کہے کہ جب تیری عدت ختم ہو گی تو میں تیرے ساتھ نکاح کرلوں گا۔ وہ عورت بھی عدت کے دوران میں صریح الفاظ میں نکاح کا پیغام نہیں دے سکتی۔ مثلاً: یہ نہیں کہہ سکتی کہ عدت کے بعد میں تیرے ساتھ نکاح کرلوں گی یہ حرام ہے۔ ہاں اشارہ و کنایہ کر سکتے ہیں۔ مثلاً: کوئی شخص اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا

ہے تو یوں کہے کہ میں طلب گار ہوں کوئی نیک عورت مل جائے تو ان شاء اللہ نکاح کرلوں گا۔ یہ نہ کہے کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ یا یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ تیرا کوئی انتظام کردے گا اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہے۔ یا دل میں مخفی رکھے کہ عدت ختم ہونے کے بعد میں اُس سے نکاح کرلوں گا۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عَلِمَ اللّٰهُ رب جانتا ہے اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ بے شک تم ان کا عنقریب ذکر کروگے۔ اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ مرد عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا اور عورت مرد کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے نسلِ انسانی کا سلسلہ جاری رکھنا ہے اس واسطے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ اس واسطے شریعت نے سختی کے ساتھ حکم دیا ہے کہ جب لڑکا بالغ ہوجائے تو بلا کسی اشد مجبوری کے اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اور جب لڑکی بالغ ہوجائے تو اس کی شادی میں تاخیر نہ کرو۔ اگر ان سے گناہ سرزد ہوجائے تو ماں باپ کی گردن پر ہوگا۔ اس پر صحیح حدیث ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے وضع ایسی بنائی ہے کہ اگر کسی عورت کی دیر تک شادی نہ ہو تو رحم کا جو نظام ہے اس میں گڑبڑ ہوجاتی ہے تو عورت اولاد جننے کے قابل نہیں رہتی وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ اور لیکن تم ان سے وعدہ نہ کرو سِرًّا مخفی طریقے سے۔ یعنی وعدہ نہ کرو کہ تو عدت کے بعد میرے ساتھ نکاح کرنا میں تیرے ساتھ نکاح کروں گا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا مگر یہ کہ تم بات کہو معقول۔ وہ یہ کہ اشارہ جنایہ سے اس کو سمجھا دو وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ اور نہ تم ارادہ کرو نکاح کی گرہ کا حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ یہاں تک کہ پہنچ جائے کتاب اپنی مدت تک۔

دورانِ عدت نکاح حرام ہے :

عدت کے اندر نکاح کرنا بڑا سنگین مسئلہ ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی چاہے طلاق کی عدت ہو یا وفات کی اور نکاح خواں کو علم ہو کہ اس کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی اور اس کا آگے کسی کے ساتھ نکاح پڑھا دیا تو نکاح خواں مرتد ہو گیا اور اس کا اپنا نکاح بھی خود بہ خود ٹوٹ گیا۔ اور جو گواہ اس مجلس میں موجود ہیں اور اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی تو ان کا نکاح بھی ٹوٹ گیا اور وہ مرتد ہو گئے اور پہلی ساری نیکیاں برباد ہو گئیں۔ ازسرِ نو کلمہ پڑھیں اور دوبارہ اپنے نکاح پڑھائیں۔

اور اس مجلس میں جتنے لوگ شریک ہیں اگر ان کو بھی علم ہے کہ اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوئی اور اس کے باوجود اپنی رضا سے اس مجلس میں بیٹھے ہیں تو ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے۔ اس واسطے کہ عدت کے دوران نکاح کرنا حرام ہے اور حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ ہاں اگر علم نہیں ہے تو پھر نکاح نہیں ٹوٹتا کیوں کہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

بعض لوگ ایسے ہیں کہ عورت اغواء کی اور کہتے ہیں کہ نکاح پڑھا دو، نکاح خواں کے لیے بھی ضروری ہے کہ ایسے نکاح کا اقدام نہ کرے وَاعْلَمُوْٓا اور تم جان لو کہ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے فَاحْذَرُوْہُ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچو، ڈرو رب تعالیٰ کی نافرمانی سے وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا بھی ہے جو گناہ کر کے معافی مانگے رب بخشے گا حَلِیْمٌ تحمل والا ہے کہ اگر فوری طور پر سزا نہیں دیتا اس لیے کہ بڑا

حوصلے والا ہے۔اس کے تحمل سے دھوکا نہ کھانا کہ ہم بچ گئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہماری زندگی کے احکام بتائے ہیں لہٰذا سب مسلمانوں کو سمجھنے چاہئیں اور ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً ۚ وَّمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۳۶﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّآ أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوٓا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۳۷﴾ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ ﴿۲۳۸﴾ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۖ فَإِذَآ أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾

لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ نہیں ہے کوئی گناہ تم پر إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر طلاق دو تم عورتوں کو مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ اس زمانے میں جس میں تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ یا تم نے مقرر نہیں کیا ان کے لیے فَرِيضَةً مہر وَّمَتِّعُوهُنَّ اور ان کو تم جوڑا دو عَلَى الْمُوسِعِ قدرت والے پر قَدَرُهُ اس کے اندازے کا جوڑا ہے وَعَلَى الْمُقْتِرِ اور تنگ دست پر قَدَرُهُ اس کے اندازے کا جوڑا ہے مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ یہ جوڑا ہے عمدگی کے ساتھ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ یہ حق ہے نیکوکاروں پر وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی ان عورتوں کو

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے فَرِيْضَةً مہر فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ پس آدھا ہے وہ جو تم مقرر کر چکے ہو اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں اَوْ یا يَعْفُوَا وہ معاف کر دے الَّذِىْ بِيَدِهٖ جس کے ہاتھ میں ہے عُقْدَةُ النِّكَاحِ نکاح کی گرہ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اور یہ کہ اے مردو! تم معاف کرو اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو کچھ تم کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھتا ہے حٰفِظُوْا حفاظت کرو عَلَى الصَّلَوٰتِ نمازوں کی وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى خاص کر درمیانی نماز کی وَقُوْمُوْا اور کھڑے ہو جاؤ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سامنے قٰنِتِيْنَ عاجزی کرتے ہوئے فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تم کو خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے تم پڑھ لو اَوْ رُكْبَانًا یا سواری پر فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَمَا عَلَّمَكُمْ جیسے تمھیں رب نے تعلیم دی مَّا ان چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

نکاح، طلاق، عدت اور مہر کے مسائل کا بیان چلا آ رہا ہے۔ اب اس عورت کا ذکر ہے کہ جس کے ساتھ نکاح ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی اور نکاح کے وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ اگر تم طلاق دے دو عورتوں کو مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اس زمانے میں جب کہ تم نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً یا تم نے ان کے لیے مہر مقرر نہیں کیا۔ یعنی ایسی عورت کہ تم نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور رخصتی سے پہلے تم نے طلاق دے دی اور جب نکاح ہوا تھا اس وقت مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ نکاح کے وقت اگر مہر کا ذکر نہ بھی کیا جائے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر بعد میں طے کر لیا جاتا ہے۔ میاں بیوی خود طے کر لیں۔ اگر طے میں میں جھگڑا ہو جائے تو مہر مثلی ہوگا۔ کیوں کہ نکاح کے لیے مہر ضروری ہے۔ مگر ایسی عورت جس کے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں ہوا اور رخصتی سے پہلے طلاق ہوگئی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا حکم یہ ہے کہ وَّمَتِّعُوْهُنَّ اور فائدہ پہنچاؤ تم ان کو اور وہ فائدہ پہنچانا یہ ہے کہ تم ان کو ایک جوڑا کپڑوں کا دے دو۔ اور اس کو متعۃ النکاح کہتے ہیں۔

متعہ حرام ہے :

اور ایک متعہ ہے رافضیوں کا، شیعوں کا کہ کوئی مرد کسی عورت سے مقرر وقت کے لیے مثلاً: گھنٹہ دو گھنٹے، ایک دن، ایک سال۔ اور بغیر گواہوں کے معین رقم پر جو دونوں میں طے ہو جائے نکاح کر لے اس کو متعہ کہتے ہیں۔

(اصل بات یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی ایک صورت یہ بھی رائج تھی کہ وقت مقررہ کے لیے نکاح ہوتا تھا اور وہ وقت ایک گھنٹہ بھی ہو سکتا تھا اور ایک سال کے لیے بھی، لیکن اسلام نے اسے ختم کر دیا۔ اور رافضیوں کے ہاں ابھی تک جاری ہے اور اس کے بڑے فضائل بیان کرتے ہیں۔ منہج الصادقین میں ہے کہ جو آدمی ایک مرتبہ متعہ

کرے اس کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو دو مرتبہ متعہ کرے اس کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو تین مرتبہ کرے اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا درجہ اور جو چار مرتبہ متعہ کرے اُسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ ملے گا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ اگر زنا سے یہ درجے ملتے ہیں تو پھر کنجر تو سب سے بڑے نیک ہیں۔

پھر یہ خرافات بھی انھوں نے برہان المتعہ میں لکھی ہیں کہ امام صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص متعہ کرے پھر غسلِ جنابت کرے، پانی کے ہر قطرہ سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس متعہ کرنے والے شخص کے لیے قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔)

اور ایک متعۃ الحج ہے جس کو تمتع کہتے ہیں کہ عمرے کا احرام باندھا اور عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حج کا احرام باندھا اور حج کیا۔ اس میں ایک قربانی دینا پڑے گی۔ اور یہاں جس کا ذکر ہے وہ ہے متعۃ النکاح۔ وہ یہ ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی ہے اس کو طلاق کے ساتھ ایک جوڑا کپڑے کا بھی دینا پڑے گا۔ اگر اس کا مہر مقرر شدہ ہے تو اس کو مہر بھی دینا پڑے گا اور ایک جوڑا بھی دینا پڑے گا اور یہ مستحب ہے۔ اور اگر مہر مقرر نہیں ہوا تو پھر جوڑا دینا واجب ہے۔ اور اس مقام پر مَتِّعُوْهُنَّ میں اسی کا ذکر ہے کہ تم طلاق کے بعد عورت کو ایک جوڑا دو۔ وہ جوڑا کیسا ہو؟ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ اور فقیر اور تنگ دست پر اس کے اندازے کے مطابق۔ اور ظاہر بات ہے کہ گھروں میں عورتیں جو لباس پہنتی ہیں مال داروں کے گھروں میں امیرانہ لباس ہے اور درمیانے گھروں میں درمیانہ لباس ہے اور غریب گھروں میں غریبوں والا لباس ہے۔ تو جس کی جو حیثیت ہے اسی کے مطابق

خوراک ہے اور اسی کے مطابق لباس ہے۔ لہٰذا امیر آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق ریشمی لباس جو عمدہ ہوتا ہے وہ دینا پڑے گا۔ اور غریب آدمی کو اپنی حیثیت کے مطابق یہ جوڑا دینا پڑے گا مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ یہ جوڑا خندہ پیشانی کے ساتھ دینا ہے، عمدگی کے ساتھ دینا ہے ماتھے پر بل نہ پڑیں حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ لازم ہے نیکو کاروں پر یعنی رب تعالیٰ نے یہ نیکو کاروں پر لازم کیا ہوا ہے۔

مہر کے بعض احکام :

اور مسئلہ: وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ اور اگر تم نے طلاق دی عورتوں کو مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ پہلے اس سے کہ تم ان کو ہاتھ لگاؤ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً اور تحقیق تم مقرر کر چکے ہو ان کے لیے مہر فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ پس آدھا مہر ہے جو تم نے مقرر کیا ہے۔ مثال کے طور پر نکاح ہو چکا ہے اور نکاح کے موقع پر ایک ہزار مہر مقرر ہوا ہے (اور طریقہ یہی رائج ہے اب بھی اور پہلے بھی اسی طرح کرتے تھے کہ مہر اسی وقت دے دیتے تھے۔) اور وہ عورت کے وارثوں اور متولیوں کو دے دیا اور انھوں نے منکوحہ کو دے دیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہوئی مگر ایسی صورت پیش آ گئی کہ طلاق کی نوبت آ گئی تو اس نفس نکاح کے ساتھ آدھا مہر تو عورت کا ہے اور آدھا اس کو واپس کرنا پڑے گا اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ مگر وہ عورتیں آدھا بھی معاف کر دیں کیوں کہ یہ ان کا حق ہے اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ یا معاف کر دے وہ شخص کہ اس کے ہاتھ میں ہے نکاح کی گرہ۔ یعنی ایک ہزار مہر دیا تھا لیکن رخصتی سے پہلے طلاق ہو گئی۔ اب پانچ سو اس نے لینا ہے کیوں کہ وہ اس کا حق ہے۔ مگر یہ کہتا ہے کہ معاف کرتا ہوں میں نہیں لیتا تو یہ بھی جائز ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ مردوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں وَاَنْ تَعْفُوْٓا اور یہ کہ تم معاف کردو اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ اور نہ بھولو تم فضل کو آپس میں یعنی اس طلاق کی وجہ سے آپس میں مہربانی کو نہ بھولو۔ مطلب یہ ہے کہ طلاق عموماً جھگڑے کے بعد ہوتی ہے خوشی کے ساتھ کوئی طلاق نہیں دیتا۔ اور جب جھگڑا ہوتا ہے تو دلوں میں کینہ، بغض، حسد اور بڑا طیش آجاتا ہے تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس طیش کے وقت بھی رب کے حکم کو نہ بھولو۔

مغلیہ خاندان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفرؔ شاعر بھی تھا۔ اس کا شعر ہے: ؏

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانیے گا ہو وہ کتنا ہی صاحبِ فہم و ذکاء
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

اس کو آدمی نہ سمجھو کہ جسے عیش میں خدا کی یاد بھول گئی اور طیش میں رب کے خوف سے بے نیاز ہو گیا۔ ہر حال میں رب سے ڈرو۔

اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ جو عمل تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔

نمازِ عصر کی خصوصی اہمیت :

اس سے قبل نکاح، طلاق اور عدت کے مسائل تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انھی چیزوں میں نہ اُلجھ جانا بلکہ نمازوں کا بھی خیال رکھنا حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ حفاظت کرو نمازوں کی۔ عموماً لوگ نکاح کے موقع پر نماز کی پروا نہیں کرتے۔ اسی طرح طلاق کے مسئلے پر اکٹھے ہوں تو نماز نہیں پڑھتے اور کئی مقامات میں نمازوں کی پروا نہیں کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اپنے مسائل ہی میں نہ اُلجھے رہو میرے حقوق کا بھی

خیال کرو۔ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی خاص طور پر درمیانی (وُسطٰی) نماز کی اور نماز وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔

غزوہ خندق کے موقع پر اتنی زور کی لڑائی تھی، مصروفیت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز نہ پڑھ سکے، نہ عصر کی اور نہ شام کی۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَلَاءَ اللّٰہُ بُیُوْتَھُمْ وَ قُبُوْرَھُمْ نَارًا شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوۃِ الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی

"اللہ تعالیٰ ان کافروں کی قبروں کو اور ان کے گھروں کو آگ کے شعلوں سے بھر دے اُنھوں نے ہماری نمازیں قضا کرا دی ہیں۔ خاص طور پر صلوٰۃ الوسطٰی، عصر کی نماز۔"

تمام نمازوں کا بڑا درجہ ہے لیکن عصر کی نماز کے بارے میں آتا ہے:

مَنْ فَاتَتْہُ صَلٰوۃُ الْعَصْرِ فَکَاَنَّمَا وُتِرَ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ اَوْ کَمَا قَالَ ﷺ

"کہ جس سے عصر کی نماز رہ گئی پس اس طرح سمجھو کہ اس کے گھر کے سارے افراد بھی مر گئے اور گھر کا مال بھی لوٹ لیا گیا ہو۔" تو اس سے اندازہ لگاؤ کہ گھر کے افراد میں سے کوئی بھی زندہ نہ رہے تو کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ایک مرد مر جائے تو لوگ صدمے کی وجہ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سارا گھر لوٹ لیا جائے تو اس کا کتنا صدمہ ہوتا ہے۔ تو عصر کی نماز فوت ہو جانے کا اتنا نقصان ہوتا ہے۔

وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ اور کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے۔ اور ظاہری عاجزی بھی ہونی چاہیے اور باطنی عاجزی بھی۔ ظاہری عاجزی یہ ہے کہ آدمی جب نماز میں کھڑا ہو تو نگاہ سجدے کے مقام پر رکھے اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ اور ہاتھ سُنت کے مطابق ناف کے نیچے باندھ کر کھڑا ہو اور ایسا نہ کرے کہ کبھی تو ڈاڑھی سے کھیلے اور کبھی کانوں میں اُنگلیاں ڈالے اور بلا ضرورت کبھی کسی اور جگہ پر خارش کرتا رہے۔ ہاں

اگر مجبور ہے تو مجبوری کا حکم الگ ہے۔ اور باطنی عاجزی یہ ہے کہ نماز میں پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ گویا کہ رب تعالیٰ کو آنکھوں کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اور اگر یہ درجہ حاصل نہیں ہے تو پھر یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ پس اگر تمھیں خوف ہے فَرِجَالًا تو کھڑے کھڑے پڑھ لو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فَرِجَالًا کا ترجمہ کرتے ہیں پاؤں پر کھڑے کھڑے اور یہی معنیٰ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ یعنی اگر خطرہ ہے اور تم رکوع و سجود نہیں کر سکتے تو تم کھڑے کھڑے نماز پڑھ لو۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ معنیٰ کرتے ہیں کہ دوڑتے ہوئے نماز پڑھ لو اَوْ رُكْبَانًا یا سواری پر۔ مثال کے طور پر دشمن پچھلی طرف سے دوڑتا ہوا آرہا ہے تم آگے جنگی حکمت عملی کی وجہ سے دوڑے جا رہے ہو تو اشارے کے ساتھ نماز پڑھ لو یا شیر تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے اور نماز کا وقت ہے کیوں کہ نماز کی کسی حالت میں بھی معافی نہیں ہے۔ تو تم دوڑتے ہوئے اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ اسی طرح سمجھو کہ پانی کا سیلاب پیچھے آرہا ہے تم بھاگے جا رہے ہو نماز کی معافی نہیں ہے اشاروں کے ساتھ پڑھ لو۔ یا تم اپنی سواری پر ہو تو سواری ہی پر پڑھ لو اور یاد رکھنا آدمی اگر سولی پر لٹکا ہوا ہو اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونکی ہوئی ہوں اور خون کے فوارے نکل رہے ہوں، نماز اس وقت بھی معاف نہیں ہے۔ اگرچہ وضو بھی نہ ہو، تیمم بھی نہ ہو پھر بھی پڑھنی ہے۔ اس نیت کے ساتھ کہ اگر بچ گیا تو دوبارہ پڑھ لوں گا۔ ہر حال میں نماز معاف نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو رہا ہو اور ابھی سر باہر آیا ہو باقی جسم بچے کا اندر ہی ہو اس وقت بھی نماز عورت کو معاف نہیں ہے۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ آگے گڑھا کھودے اور بچے کا سر گڑھے میں کر کے نماز پڑھے۔ یا ہانڈی میں اس کا سر ڈال لے اور نماز پڑھے۔ وضو کر سکتی ہے تو فبہا ورنہ تیمم کر لے اور اس وقت عورت کو جو خون آتا ہے اس کو دمِ استحاضہ کہتے ہیں اس میں نماز معاف نہیں اور نفاس کا خون اس وقت شروع ہوگا جب بچہ پیدا ہو جائے گا۔

عورت کی نماز :

آج تو لوگوں نے نماز کو کچھ سمجھا ہی نہیں ہے۔ خاص کر وہ عورتیں جو نمازوں میں لاپروائی کرتی ہیں، ناک میں کوکے ڈالے ہوئے ہیں۔ ان سے پوچھو کہ جب وضو کرتی ہیں کوکے کو ہلا کر ناک کے سوراخ میں پانی ڈالتی ہیں۔ کیوں کہ یہ فرض ہے۔ اگر کوکے والے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو وضو نہیں ہوگا۔ اسی طرح کان میں کانٹا پہنتی ہیں تو غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی ڈالنا ضروری ہے۔ اگر کان کے سوراخ میں پانی نہ ڈالا تو غسل نہ ہوگا۔ مگر جب ان سے پوچھا جاتا ہے غسل کرتے وقت ان میں پانی جاتا ہے یا نہیں؟ تو کہتی ہیں باباجی! معلوم نہیں کہ جاتا ہے یا نہیں۔ تو اگر وضو میں ناک کے سوراخ میں اور غسل واجب میں کان کے سوراخ میں پانی نہ گیا وضو اور غسل نہ ہوگا اور نماز قطعاً نہ ہوگی۔

اسی طرح ناخن پالش لگی ہو تو وضو نہیں ہوتا، نماز بھی نہیں ہوتی۔ لمبے لمبے ناخن ہوں تو بھی نہ وضو نہ نماز۔ کیوں کہ ناخنوں کے نیچے میل جمع ہو جاتا ہے۔ جو اس جگہ کے دُھلنے کے لیے رکاوٹ بنتی ہے۔ اور اسی طرح یہ مسئلہ بھی سُن لیں کہ عورتوں کے بازو کہنیوں تک ننگے ہوتے ہیں۔ ایسے لباس میں عورت کی نماز نہیں ہوتی۔ کیوں کہ عورت کے بازو کلائی تک ڈھانپنا فرض ہیں۔ اگر کلائی سے آگے ایک انگشت بھی بازو ننگا ہوا تو

نماز نہیں ہوگی۔ پڑھی ہوئی نماز بھی اس کی گردن پر ہے۔اس کا خاوند بھی گناہ گار، اس کا باپ بھی گناہ گار اور جتنے بھی بڑے ہیں سب گناہ گار۔ کیوں کہ ان کا فرض تھا اس کو سمجھانا۔یقین جانو! ہم نے نمازوں کو سمجھا ہے اور نہ نمازوں کی شرائط کو سمجھا ہے۔گھروں کی دیکھ بھال کرو۔اور بہشتی زیور جیسے کتاب کو گھر میں رکھواور نماز کے باب ان ک پڑھاؤ اور سمجھاؤ ورنہ گرفت ہوگی۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ پس جب تم امن میں ہو جاؤ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ پس تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو كَمَا عَلَّمَكُمْ جیسے تمھیں رب نے تعلیم دی ہے کہ اطمینان کے ساتھ رکوع وسجود کرو۔تعلیم تمھیں مَّا ان چیزوں کی لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ جن کو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہماری نمازوں کو صحیح معنوں میں نمازیں بنا دے اور ہمیں گھر کی نگرانی کی توفیق عطا فرمائے۔ امین!

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ

يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

ع ۳۱ / ۵

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ يُتَوَفَّوْنَ جن کو وفات دی جاتی ہے مِنْكُمْ تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اور چھوڑ جاتے ہیں اَزْوَاجًا بیویاں وَّصِيَّةً وہ وصیت کر جائیں لِّاَزْوَاجِهِمْ اپنی بیویوں کے حق میں مَّتَاعًا فائدہ اِلَى الْحَوْلِ ایک سال تک غَيْرَ اِخْرَاجٍ کہ ان کو نہ نکالا جائے گھر سے فَاِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ نکلیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی گناہ نہیں ہے تم پر فِيْ مَا فَعَلْنَ اس کارروائی میں جو وہ کرتی ہیں فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ اپنی جانوں کے بارے میں مِنْ مَّعْرُوْفٍ

اچھے طریقے سے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ غالب ہے
حکمت والا ہے وَلِلْمُطَلَّقٰتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی
ہے مَتَاعٌ جوڑا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے کے ساتھ حَقًّا
عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ لازم ہے پرہیزگاروں پر كَذٰلِكَ اسی طرح يُبَيِّنُ
اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمْ تمھارے واسطے اٰيٰتِهٖ اپنی
آیات لَعَلَّكُمْ تاکہ تم تَعْقِلُوْنَ سمجھو اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم
نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کا خَرَجُوْا جو نکلے ہیں مِنْ
دِيَارِهِمْ اپنے گھروں سے وَهُمْ اُلُوْفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں
تھے حَذَرَ الْمَوْتِ موت سے ڈرتے ہوئے فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ پس
فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مُوْتُوْا مرجاؤ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ پھر رب تعالیٰ
نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ
البتہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور
لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو اللہ تعالیٰ
کے راستے میں وَاعْلَمُوْا اور تم جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ
سَمِيْعٌ سننے والا ہے عَلِيْمٌ جاننے والا ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ کون
ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللّٰهَ جو قرض دیتا ہے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا
قرض اچھا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ پس بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے

اَضْعَافًا كَثِیْرَةً کئی گنا زیادہ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے وَیَبْصُۜطُ اور رزق کشادہ کرتا ہے وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

وفات کی عدت:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ اس آیت کریمہ کے بارے میں حضرات مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے دو تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ نازل ہونے کے اعتبار سے یہ آیت پہلے ہے اور جو تم پڑھ چکے ہو کہ وفات کی عدت چار مہینے دس دن ہے وہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ جوں جوں قرآن کریم کی آیات نازل ہوتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیتے تھے کہ اس آیت کو فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد جوڑ دو۔ چوں کہ قرآن کریم اکٹھا نازل نہیں ہوا بلکہ تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا ہے تو پہلے عدت تھی ایک سال۔ یعنی اگر کسی عورت کا خاوند فوت ہو جاتا تھا تو شروع میں اس کی عدت ایک سال تھی۔ اس کے بعد پھر وہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں حکم ہے کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ عورت حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت ہے چار ماہ دس دن۔ تو اس تفسیر کی رو سے یہ آیت پہلے نازل ہوئی اور پڑھنے میں بعد میں ہے اور اب اس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔

دوسری تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی البتہ اس میں الگ حکم بیان ہوا ہے۔ (اور یہ بات تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ دورانِ عدت نکاح کا پیغام دینا حرام اور نکاح پڑھنا بھی حرام ہے، عدت چاہے طلاق کی ہو یا وفات کی ہو۔) اور اس

آیت میں حکم یہ ہے کہ جو آدمی مر جائے وہ اپنے رشتہ داروں کو وصیت کر جائے کہ میری بیوی کو ایک سال تک گھر سے نہیں نکالنا۔ کیوں کہ ضروری تو نہیں کہ چار ماہ دس دن گزرنے کے فوراً بعد رشتہ مل جائے۔ اس واسطے ایک سال اس کو سوچنے سمجھنے کا موقع دو۔ ہمارے ہاں رواج کچھ اور ہے۔ اسلام اس رواج سے سختی کے ساتھ انکار کرتا ہے۔ وہ رواج یہ ہے کہ مثال کے طور پر کوئی عورت بیوہ ہو جائے کم عمری میں تو بہت کم ایسے مواقع ہیں کہ اس کا آگے رشتہ ہو جائے۔ حالانکہ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس وقت کسی عورت کو طلاق مل جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے اور عدت گزر جائے تو اس کو اس طرح گھر رہنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ اس کی آگے شادی ہو جائے۔ کیوں کہ انسان انسان ہے اور طرح طرح کی غلطیاں ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا اسلام نے غلطی سے بچانے کے لیے حکم دیا ہے کہ نکاح کرلے۔ ہاں اگر کوئی عورت بہت بوڑھی ہے کہ وہ نکاح کی حد سے گزر گئی ہے تو اس کا مسئلہ جدا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ مرد يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ جن کو وفات دی جاتی ہے تم میں سے وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا اور چھوڑ جاتے ہیں بیویاں وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ وہ اپنی بیویوں کے بارے میں وصیت کر جائیں مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ ان کو فائدہ پہنچایا جائے سال تک غَيْرَ اِخْرَاجٍ ایک سال تک ان کو گھر سے نہ نکالا جائے عدت ختم ہونے کے بعد فَاِنْ خَرَجْنَ پس اگر وہ اپنی مرضی سے نکل جائیں فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ پس کوئی گناہ نہیں ہے تم پر۔ یعنی عدت ختم ہونے کے بعد اگر وہ عورت کہیں اور جانا چاہتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے تم ان کو نہ روکو فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ اس کارروائی کے بارے میں جو وہ عورتیں اپنی جان کے بارے میں کریں۔

یعنی اگر وہ کسی جگہ رشتے کا سلسلہ جوڑتی ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن مِنْ مَّعْرُوْفٍ بھلائی سے قاعدے کے مطابق۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جو تعلق جوڑیں وہ بھلائی کا ہو بُرائی کا نہ ہو۔ اور اگر غلط تعلق جوڑیں تو تمھیں حق ہے تم روک سکتے ہو۔ یہ اس واسطے کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جس نے تم میں سے کوئی برائی دیکھی۔ ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر زبان سے روکے۔ اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو پھر دل سے بُرا سمجھے۔ یہ تو عام قانون ہے اور اگر رشتہ داری ہو تو پھر بُرائی سے روکنا زیادہ اہم ہے۔

مثلاً: کسی کی بھابھی ہے یا کسی کی بہو بیٹی ہے اور وہ کسی کے ساتھ ناجائز تعلق بناتی ہے تو تمھیں حق پہنچتا ہے کہ اس کو روکو اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف کی قید لگائی ہے کہ عدت گزارنے کے بعد وہ کہیں اپنا تعلق جوڑنا چاہیں تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں ہے مگر وہ جائز، صحیح اور معقول طریقے سے ہو وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں سزا دینے پر بھی قادر ہے اور اگر فوراً سزا نہیں دیتا تو اس واسطے کہ حلیم بھی ہے اور اس کے جتنے احکامات ہیں حکمت کے مطابق ہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ اور ان عورتوں کے لیے جن کو طلاق دی گئی ہے مَتَاعٌ ایک جوڑا ہے بِالْمَعْرُوْفِ اچھے طریقے سے۔ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ جس عورت کو طلاق ملی اور اس کا مہر بھی مقرر تھا تو ایسی عورت کو ایک جوڑا دینا مستحب ہے۔ اور وہ عورت جس کا حق مہر مقرر نہیں ہوا اس کو ایک جوڑا دینا واجب ہے۔ اور کل کے درس میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ وہ جوڑا امیر آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور غریب آدمی کے ذمے اس کی حیثیت کے مطابق

ہے حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ یہ پرہیزگاروں کے ذمے لازم ہے رب کی طرف سے
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمھارے واسطے اپنی آیات
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ تاکہ تم مسائل سمجھ جاؤ۔

کل کے سبق میں تم نے یہ بھی پڑھا تھا فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا پس اگر تمھیں دشمن کا خوف ہو دشمن تمھارے پیچھے دوڑا آرہا ہے اور تم آگے آگے دوڑے جارہے ہو، نماز کی معافی نہیں ہے، اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔ تو نماز اتنی اہم ہے کہ دشمن تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے تو اس حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہے۔ سوار ہو تب بھی تم اشارے کے ساتھ نماز پڑھو۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے تَرَ کے معنیٰ دل کے ساتھ جاننے کے بھی آتے ہیں۔ اس مقام پر تفاسیر میں تصریح ہے اَلَمْ تَعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ ﷺ بِاِعْلَامِهٖ اِيَّاكَ "اے محمد ﷺ! کیا آپ نہیں جانتے جو ہم نے تجھے بتایا ہے واقعہ۔" یہاں پر آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے دل سے جاننا مراد ہے۔ یعنی کیا ہمارے بتانے کے بعد تجھے اس کا علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے۔

اسرائیل کے قیام کا پس منظر :

بنی اسرائیل مشہور خاندان تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ ان بیٹوں کی آگے نسل چلی۔ ان بارہ بیٹوں میں سے ایک حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس خاندان میں تقریباً چار ہزار پیغمبر تشریف لائے ہیں اور تین مشہور آسمانی

کتابیں ان کو ملی ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملی، زبور حضرت داؤد علیہ السلام کو ملی اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی ہے۔ یہ سب بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجے گئے۔ یہ واقعہ حضرت حزقیل علیہ السلام کا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لیں کہ لبنان اور اُردن کے جس رقبے پر یہود نے قبضہ کیا ہے یہ سارا اس میں شامل تھا۔ اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصہ جو اس وقت ترکوں کے پاس ہے۔ اسی طرح شام، کنعان وغیرہ یہ ارضِ مقدس کہلاتا تھا، یہ بڑا زرخیز علاقہ تھا، یہ پہلے ترکوں کے پاس تھا پانچ سو سال تک تنہا ترکوں نے سارے یورپ کو آگے لگایا ہوا تھا۔ حالانکہ اس وقت ان کی تعداد بھی بہت کم تھی مگر ایمان قوی تھا۔ انگریزوں، فرانسیسیوں اور جرمن خبیثوں نے سوچا کہ جب تک مسلمان قوم کا ذہن نہ بگاڑا جائے اور ان کی آپس میں نفرت نہیں پھیلائی جائے گی اس وقت تک یہ ہمیں سکھ کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ ان خبیثوں کی پالیسی سے یہ مسلمان سب علیحدہ علیحدہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

آج حالت یہ ہے کہ اُردن، شام، لبنان کے اتنے ذہن بگاڑ دیئے گئے کہ وہ آپس میں نہیں مل سکتے، کافروں کے ساتھ مل سکتے ہیں۔ تو یہ سارا علاقہ شام کہلاتا تھا اور حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر تھے۔ ان کے مقابلہ میں عمالقہ قوم تھی۔ عملیق ابن عاص ابن عاد بن شداد ابن ارم۔ یہ بڑے قد و قامت والے، لڑاکے اور سخت جان لوگ تھے۔ ان کے ساتھ لڑنے کے لیے حضرت حزقیل علیہ السلام نے فرمایا کہ تیاری کرو۔ قوم نے کہا کہ حضرت وہ بڑے زور آور لوگ ہیں ہمیں وہیں مار دیں گے۔ کئی ہزار لوگ تھے۔ قرآن پاک میں اُلُوْفٌ کے لفظ ہیں۔ تفسیروں میں چار ہزار کا ذکر بھی ہے، آٹھ ہزار کا ذکر بھی ہے، دس ہزار کا ذکر بھی ہے، بیس ہزار، چالیس ہزار، ستر ہزار تک کا ذکر ہے۔ تو جب حضرت

حزقیل علیہ السلام نے ان کو جہاد کا فرمایا تو یہ گھروں سے نکل کر جنگلوں میں کی طرف بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر موت مسلط فرمادی ہزاروں کی تعداد میں لوگ مر گئے اور مسلسل آٹھ دن مرے رہے۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کی برکت سے پھر زندہ ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی کہ جہاد کرنے سے موت نہیں آتی اور بھاگنے سے آدمی موت سے نہیں بچ سکتا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وقت وفات :

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شام کے ملک میں حمص نامی ایک شہر ہے وہاں ان کی قبر ہے۔ جس وقت وہ بیمار ہوئے اور ساتھی ان کی ملاقات کے لیے آئے تو وہ بہت روئے۔ ساتھی کہتے حضرت کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ موت تو سب نے چکھنی ہے اس سے چارہ نہیں ہے تم کیوں اتنے پریشان ہو؟ تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ موت سے نہیں ڈرتا اور مجھے معلوم ہے کہ موت آئے گی۔ مگر میں اپنی کمزور قسمت پر رو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میرے سر سے لے کر پاؤں تک کوئی عضو ایسا نہیں ہے کہ جس پر کافروں کا نیزہ، تیر، تلوار نہ لگی ہو لیکن میں شہادت کی موت سے محروم رہا ہوں اَمُوْتُ کَمَوْتِ الْحِمَارِ جس طرح گدھا اپنے کِلے پر مرتا ہے میں اس طرح اپنی چارپائی پر مر رہا ہوں۔ تو دیکھو جس کو میدان میں موت نہیں آنی تھی اس کو سر سے پاؤں تک زخم آئے مگر موت نہیں آئی۔

بخاری شریف میں ایک روایت آتی ہے کہ مدعم نامی ایک غلام تھا، بڑا پھرتیلا، چست، چالاک، اس کی ڈیوٹی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے پر سامان رکھنا، باندھنا، اُتارنا، خیبر کی لڑائی جب ختم ہوئی اور واپس آرہے تھے راستے میں ایک باغ تھا وہاں پر

انھوں نے پڑاؤ ڈالا۔اچانک ان کو ایک تیر لگا اور مدعم فوت ہو گیا۔لوگوں نے کہا هَنِيئًا لَّهُ الشَّهَادَةُ اس کو شہادت مبارک ہو۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز یہ شہید نہیں ہے كَلَّا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔اس نے غنیمت کے مال میں سے ایک کمبل چرایا تھا۔وہ آگ کے شعلے بن کر اس کو لپٹے گا۔

لوگوں نے کہا حضرت!غنیمت کے مال میں سے تقسیم سے پہلے ہم نے کچھ چیزیں لی ہیں۔فرمایا شِرَاكٌ فِي النَّارِ اَوْ شِرَاكَيْنِ فِي النَّارِ اگر کسی نے ایک تسمہ جوتے کا لیا ہے تو وہ جہنم میں رہ جائے گا اور اگر کسی نے دو تسمے لیے ہیں تو وہ بھی دوزخ میں رہ جائے گا۔حالانکہ یہ وہ شخص تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کو اُٹھاتا،بٹھاتا،باندھتا،کجاوہ رکھتا،سامان رکھتا اور اُتارتا تھا۔اور یہاں تو کارخانے بھی غائب ہو جاتے ہیں،دکانیں غائب ہو جاتی ہیں،جائیدادیں غائب ہو جاتی ہیں اور ہم اس بات کو کچھ نہیں سمجھتے۔

یاد رکھنا!حقوق العباد کا مسئلہ بہت اہم ہے۔اگر کسی نے ایک سوئی بھی کسی کی رکھ لی تو وہ بھی جنت میں جانے سے رکاوٹ بن جائے گی۔جب تک مالک کو مل نہیں جائے گی۔

بنی اسرائیل کا ایک واقعہ :

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَمْ تَرَ کیا تجھے علم نہیں ہے اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کے واقعہ کا خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ جو نکلے اپنے گھروں سے وَهُمْ اُلُوْفٌ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔اور نکلے حَذَرَ الْمَوْتِ موت کے ڈر سے فَقَالَ

لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرجاؤ (وہ مرگئے) ثُمَّ اَحْیَاهُمْ پھر رب تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بے شک اللہ تعالیٰ البتہ مہربانی کرتا ہے لوگوں پر وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ اور لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ اور فرمایا اے مجاہدو! وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور لڑو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو تم اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور تمام کارروائی کو جانتا بھی ہے۔

جہاد میں مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے کیوں کہ اسلحہ بغیر رقم کے تو نہیں ملتا۔ اور بعض مجاہد غریب ہوتے ہیں۔ وہ سفر خرچ بھی مہیا نہیں کر سکتے۔ اس واسطے رب تعالیٰ نے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ کون ہے وہ شخص يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے یعنی جو وہ اللہ تعالیٰ کے رستے میں خرچ کرے گا۔ یوں سمجھو کہ رب کو قرض دیا ہے اور قرض واپس ضرور آتا ہے لہٰذا جو خرچ کرو گے اس کا تمھیں بدلہ ضرور ملے گا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے بڑھائے گا بڑھانا۔ کئی گنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ ہے سات سو وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔

دیکھو! ایک آدمی گھر میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا کہتا ہے سبحان اللہ! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں۔ اسی طرح گھر سے نکلا راستے میں کوئی آدمی ملا اس نے کہا السلام علیکم! تو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں وعلیکم السلام کہا تو دس نیکیاں ہیں۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا ہوا ہے اور کسی کو کہتا ہے السلام علیکم! تو اس کو سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور کسی کو سلام کا

جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! تو ادنیٰ ترین سات سو نیکیاں ہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ یادرکھنا! نیکی کی مدات تو بہت ہیں لیکن ہمارے اندر کمی ہے۔ رب کی رحمت بڑی وسیع ہے اور اس کے خزانوں میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ اور اللہ تعالیٰ ہی رزق تنگ کرتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔ سب اسی کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی کو نہیں دیا نہ تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے مال گھٹتا ہے اور نہ ہاتھ کھینچ لینے سے مال بڑھ جائے گا وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کو راضی کر لو تا کہ شرمندگی نہ ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْاؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ قَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآىٕنَاؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۝ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًاؕ قَالُوْۤا اَنّٰى یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَیْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِؕ وَ اللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۝ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓىٕكَةُؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝

اَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے اِلَى الْمَلَاِ اس جماعت کا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھے مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى موسیٰ علیہ السلام کے بعد اِذْ قَالُوْا جب کہا ان لوگوں نے لِنَبِیٍّ لَّهُمُ اپنے نبی کو ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کر ہمارے واسطے کوئی جرنیل نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

تاکہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا
هَلْ عَسَيْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے امید ہے اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ
اگر لکھ دیا جائے تم پر لڑنا اَلَّا تُقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہیں لڑو گے .قَالُوْا کہنے
لگے وَمَا لَنَآ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے اَلَّا نُقَاتِلَ یہ کہ ہم نہیں لڑیں
گے فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اُخْرِجْنَا اور تحقیق
ہم نکالے گئے مِنْ دِيَارِنَا اپنے گھروں سے وَاَبْنَآئِنَا اور اپنے
بیٹوں سے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب لکھا گیا ان پر لڑنا (جہاد)
تَوَلَّوْا پھر گئے اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے وَ
اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو وَقَالَ لَهُمْ
نَبِيُّهُمْ اور کہا ان کو ان کے نبی نے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ نے
قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ تحقیق مقرر کیا ہے تمہارے واسطے طالوت کو
مَلِكًا جرنیل قَالُوْٓا کہنے لگے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا کس
طرح ہوگا اس کے لیے اقتدار ہم پر وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ
حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور نہیں دیا گیا
وہ وسعت مال سے قَالَ اللہ تعالیٰ کے نبی نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ
بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے چن لیا ہے عَلَيْكُمْ تم پر وَزَادَهٗ اور
اس کو زیادہ کیا ہے بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ علم کے پھیلاؤ میں وَالْجِسْمِ

اور جسم میں وَاللّٰهُ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے اپنا ملک مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا، جاننے والا ہے وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اور کہا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر نے اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ یہ ہے کہ آئے گا تمھارے پاس صندوق فِیْهِ سَكِیْنَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی مِّنْ رَّبِّكُمْ تمھارے رب کی طرف سے وَبَقِیَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى ان میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں وَاٰلُ هٰرُوْنَ اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے چھوڑے ہیں تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس صندوق کو اُٹھائے ہوئے ہوں گے فرشتے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ بے شک اس میں لَاٰیَةً نشانی ہوگی لَّكُمْ تمھارے واسطے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر ہو تم ایمان والے۔

حضرت طالوت علیہ السلام کا جہاد :

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بنی اسرائیل کا خاندان مصر اور فلسطین کے درمیان بحرِ رم کے کنارے پر آباد تھا۔ وہ علاقہ خاصا زرخیز تھا اور یہ لوگ بھی محنتی تھے۔ مالی اعتبار سے ان لوگوں نے بڑا نام پیدا کیا۔ بنی اسرائیل کے مقابلے میں ایک عمالقہ قوم تھی وہ ان سے زیادہ طاقت ور تھی۔ قد کاٹھ کے اعتبار سے بھی اور مالی اعتبار سے بھی اور تعداد کے لحاظ سے بھی۔ وہ ان پر حملہ کر کے ان کو قتل بھی کرتے تھے مال بھی چھین لیتے اور ہزاروں کی تعداد میں نوجوان لڑکیوں کو اُٹھا کر بھی لے جاتے تھے۔ اس وقت پیغمبر تھے شمویل علیہ السلام

اور ہمزہ کے ساتھ اِشْمُویل بھی لکھتے ہیں۔ان کی عمر مبارک خاصی تھی، بوڑھے اور کمزور تھے۔ بسا اوقات خود اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔لوگوں نے کہا حضرت! یہ عمالقہ ہم پر حملہ کرتے ہیں، ہمیں گھروں سے نکال دیتے ہیں ہمارے بچے قتل کر دیتے ہیں، ہمارے بچے بچیاں اُٹھا کر لے جاتے ہیں یہ ظلم ہم کب تک برداشت کریں گے۔آپ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں۔ کیوں کہ ان پر جہاد نہیں تھا۔اور ہمارے لیے کوئی جرنیل منتخب کریں تاکہ ہم اس جرنیل کی سرکردگی میں عمالقہ قوم کے خلاف جہاد کریں۔

مسئلہ یہ ہے کہ پیغمبر کی موجودگی میں کسی اور کو قیادت کا حق نہیں ہوتا، مگر وہ اس بات کو سمجھتے تھے کہ حضرت شمویل علیہ السلام خاصے بوڑھے ہیں اور اس عمر میں وہ مجاہدین کی قیادت نہیں کر سکتے۔اس واسطے انھوں نے کہا کہ رب تعالیٰ سے جہاد کی اجازت طلب کریں اور جرنیل بھی مقرر فرمائیں۔اس کا ذکر رب تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ کیا آپ کو علم نہیں ہے اِلَى الْمَلَاِ اس جماعت کا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ جو بنی اسرائیل میں سے تھی مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا زمانہ تھا اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ جس وقت ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو کہا ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا مقرر کرو ہمارے واسطے کمانڈر، جرنیل نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ تاکہ لڑیں ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے دشمنوں کے ساتھ قَالَ حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا هَلْ عَسَیْتُمْ تحقیق کے ساتھ تم سے یہ بھی توقع ہے اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اگر لکھا جائے یعنی فرض کیا جائے تم پر لڑنا یعنی جہاد کرنا اَلَّا تُقَاتِلُوْا یہ کہ تم نہ لڑو۔یعنی باتیں تو تم کرتے ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے اور تم نہ لڑو۔تو اس کے جواب میں قَالُوْا کہنے لگے وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم نہیں لڑیں گے

اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا اور تحقیق ہم اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں وَاَبْنَآئِنَا اور ہمارے بیٹوں سے ہمیں الگ کر دیا گیا ہے۔ یعنی کچھ مار دیئے اور کچھ بیگار لینے کے لیے ساتھ لئے۔

اور یہ بات تفسیروں میں ہے کہ تقریباً تیس ہزار لڑکیاں اُٹھا کر لے گئے۔ تو ہماری لڑائی کے ظاہری اسباب سارے موجود ہیں اس لیے ضرور لڑیں گے فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ پس جب ان پر لڑنا فرض کیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم آیا تَوَلَّوْا پھر گئے وہ جہاد سے اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ مگر بہت تھوڑے ان میں سے۔ وہ تھوڑے کتنے تھے؟ اس کا ذکر کل کے درس میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو بخوبی جانتا ہے ظالموں کو۔ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور اُن کو اُن کے پیغمبر اِشمویل علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھارے لیے جہاد کی اجازت بھی ہوگئی ہے اور تمھاری خواہش کے مطابق تمھارا جرنیل بھی رب تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا بے شک تمھارے لیے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جرنیل اور کمانڈر مقرر فرمایا ہے۔

یہ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے غریب خاندان کے آدمی تھے۔ مالی اعتبار سے کمزور تھے اور ان کا خاندان بھی غیر معروف تھا۔ اس لیے لوگوں نے کج بحثی شروع کی قَالُوْا کہنے لگے اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا اس کا اقتدار ہم پر کیسے ہو سکتا ہے؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے۔ کیوں کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ نہ تو زمانۂ قریب میں پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے کہ کسی پیغمبر کے بیٹے، پوتے، پڑپوتے ہوتے تو بھی لوگ یہ کہہ کر قبول کر لیتے کہ پیغمبر کی نسل سے ہے۔ نہ کسی

بادشاہ کی نسل میں سے تھے کیوں کہ اگر کسی باداہ کی نسل میں سے ہوتے تو کہتے چلو بادشاہ کی نسل میں سے ہے ان کے باپ دادا بادشاہ ہوئے ہیں۔ اگر ان کی نسل میں سے کسی کو اقتدار ملتا تو اچھی بات ہے۔ اور مالی طور پر بھی بڑے کمزور تھے۔ اُن کے بارے میں تفسیروں میں تین لفظ آتے ہیں۔ ایک یہ کہ کَانَ دَبَّاغًا رنگ ریز تھے۔ لوگوں کے کپڑے رنگتے تھے۔ تو عوام کی اصطلاح میں کمی ہوئے۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے کَانَ سَاقِيًا کہ مشک میں پانی بھر کر لوگوں کے گھروں میں پہنچاتے تھے، یعنی ماشکی تھے۔ تو دیکھو عوام کی نگاہ میں ماشکیوں کی قدر نہیں ہے۔ عوام کی بات کر رہا ہوں، رب کے ہاں کی بات نہیں کر رہا۔ اور یہ لفظ بھی آتا ہے کَانَ رَاعِيًا چرواہے تھے یعنی مزدوری پر لوگوں کی بھیڑ، بکریاں، اونٹ وغیرہ چراتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ مزدور پیشہ تھے اور مزدور کو جو بھی مزدوری مل جائے کرتا ہے۔ کبھی کپڑے رنگ لیتے ہوں گے، کبھی لوگوں کے گھروں میں مشکوں سے پانی بھر کر مزدوری لیتے ہوں گے۔ اور یاد رکھنا! جائز قسم کی جو بھی مزدوری ہو شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائیں :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر پر تھے۔ (اور یہ جو وَنٹر کے درخت کی مسواکیں ہوتی ہیں اس درخت کو جھنگ، بھکر، ملتان کی زبان میں جال کہتے ہیں اور یہ مسواک اس کی جڑ کی ہوتی ہے اور یہ درخت انہی علاقوں میں کافی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دانے لگتے ہیں (پھل) وہ شروع میں سرخ ہوتے ہیں پھر سیاہ ہو جاتے ہیں اور جب وہ کالے ہو جائیں تو بہت میٹھے اور لذیذ ہوتے ہیں۔) کچھ لوگ وہ پھل اُتار کے لائے سرخ دانے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کالے کالے دانے کیوں نہیں چُنے فَإِنَّهُ أَيْطَبُ

اس لیے کہ جو کالے دانے ہوتے ہیں وہ بڑے لذیذ اور میٹھے ہوتے ہیں۔ کسی نے کہا حضرت یہ تجربہ تو ان کو ہوتا ہے جو اونٹ، بکریاں چراتے ہیں کیوں کہ ان کو ان درختوں کے ساتھ زیادہ واسطہ پڑتا ہے۔ تو کیا حضرت! آپ نے جانور بھی چرائے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: كُنْتُ اَرْعٰى لِاَهْلِ مَكَّةَ عَلٰى قَرَارِيْط "میں مکے والوں کی بکریاں، بھیڑیں ٹکے ٹکے پر چراتا رہا۔" فی بکری مجھے دو پیسے ملتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُونٹ بھی چرائے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ رَعَى الْغَنَمَ "کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔"

علمائے کرام بیان فرماتے ہیں کہ بکری اس وجہ سے فرمایا کہ اُونٹ بڑا جانور ہے وہ اگر مالک کی مرضی سے نہ چلے وہ اسے ڈنڈے مارے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اور یہ جو بھیڑ ہے جدھر ایک جائے گی سب اس کے پیچھے جائیں گی۔ اس وجہ سے بھیڑ چال کا مقولہ مشہور ہے۔ اور بکری ایک ایسا شرارتی جانور ہے کہ ایک اِدھر بھاگے گا دوسرا اُدھر بھاگے گا، تیسرا تیسری طرف بھاگے گا۔ چوں کہ وہ کمزور جانور ہوتا ہے اس لیے مارنے سے بھی نقصان ہوتا ہے، ٹانگ ٹوٹنے کا، سینگ ٹوٹنے کا۔ اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے اس لیے پہلے بکریاں چرواتے ہیں کہ اُمتیوں کا حال بھی ایسا ہوگا کہ ایک کا منہ ایک طرف اور دوسرے کا دوسری طرف، تیسرے کا تیسری طرف، کوئی اِدھر بھاگے گا کوئی اُدھر کو بھاگے گا اور عجیب عجیب قسم کے سوالات ہوں گے۔

غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے:

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور دین کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص آیا اور سوال کیا اَيْنَ نَاقَتِي میری اُونٹنی کہاں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا لَا أَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُكَ مجھے نہیں معلوم تیری اُونٹنی کہاں ہے؟ وہ گڑگڑ کرتا ہوا باہر چلا گیا ار کہنے لگا یُخْبِرُنَا بِخَبَرِ السَّمَآءِ وَلَا یَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتِیْ ہمیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ مطلب اس کا یہ تھا کہ ویسے ہی اس نے لوگوں کو (نعوذ باللہ) ٹھگی (دھوکا دے رکھا ہے) لگائی ہے اور کہتا ہے کہ آسمان سے وحی نازل ہوئی ہے تمھارے ساتھ یہ ہوگا، پھر یہ ہوگا اور یہ نہیں جانتا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین میں سے بعض کو فرمایا یہ آدمی جو سوال کرتا ہوا گیا ہے اس کو تلاش کر کے لاؤ (اس کا نام تھا ابن بُسیط، یہ منافق تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کو اپنے لیے فخر سمجھتے تھے، فوراً گئے اور اُسے لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کَیْفَ قُلْتَ کہ تو نے کیا سوال کیا تھا؟ کہنے لگا میں نے دال کیا تھا کہ میری اُونٹنی کہاں ہے؟ اور تم نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ تیری اُونٹنی کہاں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اس رب کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے کوئی علم نہیں تھا جَآءَنِیْ جِبْرِیْلُ فَاَخْبَرَ فِیْهَآ اٰنِفًا ابھی میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے ہیں پس اُنھوں نے مجھے بتایا ہے کہ تیری اُونٹنی فلاں جگہ پر جھاڑیاں ہیں ان میں سے ایک ٹہنی کے ساتھ اس کے گلے کا پٹا اٹکا ہوا ہے۔ ٹہنی بھی مضبوط تھی اور پٹا بھی مضبوط تھا، یہ زور لگاتی رہی مگر نہ ٹہنی ٹوٹی اور نہ پٹا۔ (تو کیسا نادانی والا سوال کیا۔)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک نوجوان کہنے لگا مَافِیْ بَطْنِ نَاقَتِیْ "میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے لیکن صحابہ

میں سے ایک جذباتی صحابی تھے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ ۔ وہ کہنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہ کر میں تجھے بتاتا ہوں کہ تو نے اونٹنی کے ساتھ بدی کی ہے تیرا نطفہ اس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اب ذرا بات سمجھنا، بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دیکھو! یہ وہابی کہتے ہیں کہ پیغمبر پیٹ کی بات نہیں جانتے یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ کوئی جواب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلامہ ابن وقش رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا یَاسَلَامَۃُ بْنِ وَقْش اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا تُحِبُّ التَّفَحُّش "بے شک اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں کرتا وَقَدْ تَفَحَّشْتَ بِرَجُلٍ تو نے اس آدمی کو جواب دینے میں فحش گوئی سے کام لیا ہے۔" صحابی کی یہ بات اس کا جواب نہیں تھا بلکہ تردید کرتے ہوئے طعنہ دیا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی مجھ سے سوال کرے کہ تم نے رات کو کیا کھایا؟ اور میں کہوں کہ میں نے تیرا سر کھایا ہے۔ اب یہ کوئی جواب تو نہیں ہے۔ جواب تو یہ ہے کہ میں نے جوارت کو کھایا ہے تیرا اس کے بارے میں بے موقع سوال کرنے کا مطلب کیا ہے۔ تو اس صحابی کا جواب اس رنگ میں تھا۔ اور یہ مسئلہ حق ہے کہ کوئی نہیں جانتا مَا فِی الْاَرْحَامِ کہ رحموں میں کیا ہے سوائے رب تعالیٰ کی ذات کے۔

آج کل نوجوان کہتے ہیں کہ جی الٹرا ساؤنڈ (کمپیوٹر) نکلا ہوا ہے اس کے ذریعہ پتا چل جاتا ہے کہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ یہ کمپیوٹروں کا قصہ تو اخبارات میں پڑھتے ہوں گے کہ ایک آدمی بے چارے نے گھر فون لگوایا ہوا تھا اس کو ایک ماہ کا بل ایک لاکھ اٹھاسی ہزار آیا۔ اس نے کہا کہ کیا ہوا میں کارخانے دار بھی نہیں، دکان دار بھی نہیں، فون گھر میں لگا ہوا ہے۔ جب اس نے درخواست دی تو جواب ملا کہ یہ کمپیوٹر کی غلطی ہے۔ اصل بل اس کا ڈیڑھ سو یا دو سو نکلا۔ تو تم کمپیوٹر پر یقین کرتے ہو۔ اتنا کچا عقیدہ مسلمان کا نہیں ہونا

چاہیے۔ کمپیوٹر کی بات کوئی صحیح ہوگی کوئی غلط ہوگی لیکن جو بات بذریعہ وحی ہوتی ہے وہ قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ تو بہر حال پیغمبروں نے بکریاں بھی چرائیں، بھیڑیں بھی اور اُونٹ بھی چرائے۔

تو بات ہو رہی تھی طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی قَالُوْٓا لوگوں نے کہا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا ان کو ہم پر اقتدار کس طرح حاصل ہوگا؟ وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ اور ہم زیادہ حق دار ہیں اقتدار کے اس سے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ اور اس کو مالی وسعت بھی حاصل نہیں ہے۔ بے چارہ مزدور آدمی ہے۔

قَالَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُسے منتخب فرمایا ہے تمھارے اُوپر وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ اور زیادہ کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے علم کے پھیلاؤ میں اور جسم کے پھیلاؤ میں۔ علم بھی اس وقت لوگوں میں سے اس کا زیادہ تھا اور جسم کے اعتبار سے بھی خوب پہلوان تھا۔ اور ظاہری بات ہے کہ لڑائی کے واسطے ایسا ہی آدمی چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی معلوم ہو کہ میرے مقابلے میں کوئی کھڑا ہے۔ اور اگر ہو ہی چڑیا کے برابر تو دوسروں کی تو نظر بھی نہیں پڑتی وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ اپنا ملک دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش کرنے والا ہے، جاننے والا ہے۔

بنی اسرائیل کے تبرکات :

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اور فرمایا ان لوگوں کو ان کے پیغمبر شمویل علیہ السلام نے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ بے شک اس کے اقتدار کی نشانی بھی ہے اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ یہ ہے کہ آئے گا تمھارے پاس ایک صندوق فِيْهِ سَكِيْنَةٌ اس میں کچھ تسلی کی چیزیں ہوں گی

مِّنْ رَّبِّكُمْ تمھارے رب کی طرف سے وَبَقِيَّةٌ اور کچھ باقی تبرکات ہوں گے مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ ان میں سے جو چھوڑے ہیں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے خاندان نے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی پگڑیاں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کا جوتا تھا۔ اُس وقت تورات تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔ ایک تختی ٹوٹی ہوئی جس پر تورات کے کچھ الفاظ تھے وہ بھی تھی اور رومال تھا۔ غرضیکہ اس طرح کی کچھ چیزیں تھیں تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اس صندوق کو فرشتے اُٹھا کر لائیں گے اور لوگوں کی موجودگی میں حضرت کے سامنے رکھیں گے۔

چنانچہ سب لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے صندوق اُٹھایا ہوا ہے اور سب کی موجودگی میں طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے لا کے رکھ دیا۔ اب اس سے زیادہ تسلی کیا ہوسکتی تھی کہ ایک تو اللہ کے پیغمبر نے فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمھارا جرنیل مقرر فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے کرامت کے طور پر صندوق اُٹھا کر لائے اور طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھ دیا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً بے شک اس میں ان کی صداقت کی نشانی ہوگی لَّكُمْ تمھارے واسطے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً ۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

فَلَمَّا پس جس وقت فَصَلَ طَالُوْتُ جدا ہوئے طالوت رحمۃ اللہ علیہ بِالْجُنُوْدِ لشکروں کو لے کر قَالَ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيْكُمْ تمھارا امتحان لینے والا ہے بِنَهَرٍ ایک نہر پر فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ پس جس نے پانی پی لیا اس نہر کا فَلَيْسَ مِنِّيْ پس وہ میرے ساتھیوں میں سے نہیں ہے وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ اور جس نے نہ چکھا اس کا پانی

فَاِنَّهٗ مِنِّیۡ پس بے شک وہ میرے ساتھ ہے اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ مگر وہ
شخص جس نے بھرا غُرۡفَةًۢ ایک چلو بِيَدِهٖ صرف ایک ہاتھ سے
فَشَرِبُوۡا مِنۡهُ پس پیا انھوں نے اس نہر کے پانی سے اِلَّا قَلِيۡلًا مگر
بہت تھوڑوں نے مِّنۡهُمۡ ان میں سے فَلَمَّا جَاوَزَهٗ پس جب پار
کر گئے اس نہر کو هُوَ وہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ اور وہ جو
ایمان لائے تھے ان کے ساتھ قَالُوۡا کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الۡيَوۡمَ
نہیں طاقت ہمارے لیے آج کے دن بِجَالُوۡتَ جالوت کے مقابلہ میں
وَجُنُوۡدِهٖ اور اس کے لشکروں کے مقابلہ میں قَالَ الَّذِيۡنَ کہا ان لوگوں
نے يَظُنُّوۡنَ جو یقین رکھتے تھے اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰهِ بے شک وہ اللہ
تعالیٰ سے ملنے والے ہیں كَمۡ مِّنۡ فِئَةٍ قَلِيۡلَةٍ کتنی ہی چھوٹی جماعتیں
غَلَبَتۡ غالب آجاتی ہیں فِئَةً كَثِيۡرَةًۢ بہت ساری جماعتوں پر
بِاِذۡنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيۡنَ اور اللہ تعالیٰ
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے وَلَمَّا بَرَزُوۡا اور جس وقت سامنے ہوئے
لِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِهٖ جالوت اور اس کے لشکروں کے قَالُوۡا کہا مومنوں
نے رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا ڈال ہم پر صَبۡرًا
صبر وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا اور ثابت رکھ ہمارے قدموں کو وَانۡصُرۡنَا اور
ہماری مدد کر عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ کافر قوم کے مقابلہ میں فَهَزَمُوۡهُمۡ

پس ان مومنوں نے شکست دی ان کافروں کو بِاِذْنِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوٗدُ اور قتل کیا داؤد علیہ السلام نے جَالُوْتَ جالوت کو وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اور دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک وَالْحِكْمَةَ اور دانائی وَعَلَّمَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ان کو مِمَّا يَشَآءُ ان چیزوں کی جو رب نے چاہا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا ٹالنا لوگوں کو بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ بعض کو بعض کے ذریعے لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ تو البتہ خراب ہو جاتی زمین وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں نَتْلُوْهَا ہم تلاوت کرتے ہیں عَلَيْكَ تجھ پر بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَاِنَّكَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت اِشمویل علیہ الصلوٰۃ والسلام پیغمبر تھے اور قوم نے عمالقہ قوم کی کارستانیوں سے تنگ آ کر ان سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جہاد کی اجازت لیں اور ہمارے اوپر کوئی جرنیل بھی مقرر کریں کیوں کہ وہ خود خاصے بوڑھے اور کمزور تھے۔ تفصیلاً بات کل کے سبق میں گزر چکی ہے کہ ان کو جہاد کی اجازت بھی مل گئی اور حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو جرنیل مقرر کر دیا گیا۔ اور ان لوگوں نے خاصی قیل وقال کے بعد ان کو جرنیل تسلیم کر لیا تو حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا کہ جو تم میں سے جوان ہیں وہ تیاری کر لیں، کوئی بوڑھا، بچہ اور بیمار ہمارے ساتھ نہیں جائے گا۔ ان شاء اللہ ہم کل یا

پرسوں یہاں سے چلیں گے یا جو بھی انھوں نے وقت دیا۔ عمالقہ قوم بیت المقدس میں آباد تھی اور بیت المقدس کا شہر صیہون نامی پہاڑ کے اوپر ہے۔ بڑا پرانا شہر ہے۔ مسجد اقصیٰ بھی اسی شہر میں ہے اور اس وقت اس پر یہود کا قبضہ ہے۔ جب چاہیں مسلمانوں کو جمعہ کی نماز ادا کرنے دیتے ہیں اور جب چاہیں روک دیتے ہیں اور بے غیرت مسلمان آج تک ان سے وہ قبلہ واگزار نہیں کرا سکے۔ حالانکہ مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں بلکہ ایک ارب سے زائد ہیں مگر ہیں بے غیرت۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کو غیرت عطا فرمائے۔

مجاہدین کی آزمائش :

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ پس جب جدا ہوئے یعنی روانہ ہوئے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ بیت المقدس کی طرف بِالْجُنُودِ اپنے لشکروں کو لے کر۔ اس مقام پر تفسیروں میں لکھا ہوا ہے کہ ستر ہزار نوجوان ان کے ساتھ چل پڑے۔ طالوت رحمۃ اللہ علیہ بڑے سمجھ دار آدمی تھے۔ انھوں نے دیکھا کہ یہ تو اس طرح جا رہے ہیں کہ جس طرح انھوں نے کوئی میلہ دیکھنا ہے حالانکہ عمالقہ قوم جس کے ساتھ مقابلہ ہے وہ بڑی جنگجو ہے اور بڑی طاقت ور ہے۔ سارے تو لڑنے والے نہیں یہ تو تماشائی ہیں۔ لہٰذا ان کا امتحان لینا چاہیے اور جو امتحان میں کامیاب ہوں وہ جائیں اور جو ناکام ہوں وہ ہمارے ساتھ نہ جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اشمویل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے امتحان کا طریقہ بتایا۔

قَالَ کہا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ تمھارا امتحان لینے والا ہے ایک نہر سے۔ یہ نہر اُردن اور فلسطین کے درمیان تھی اور اب بھی ہے۔ اس کا پانی صاف ستھرا اور ٹھنڈا تھا اور گرمی کا موسم تھا ان لوگوں کو پیاس بھی بڑی

لگی ہوئی تھی۔ تو جب اس نہر کے پاس پہنچے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ پس جس نے اس نہر سے پانی پی لیا کافی مقدار میں فَلَيْسَ مِنِّي پس وہ میرے پیروکاروں میں سے نہیں ہے وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ اور وہ جس نے نہ چکھا اس کا پانی فَإِنَّهُ مِنِّي پس بے شک وہ میرے پیروکاروں میں سے ہے اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ مگر جس نے لیا پانی کا غُرْفَةً چلّو بِيَدِهٖ اپنے ایک ہاتھ سے دونوں ہاتھوں سے نہیں۔ یعنی تمھیں صرف ایک چلّو پانی پینے کی اجازت ہے۔ اب اندازہ لگاؤ کہ سخت پیاس لگی ہو اور پانی بڑا صاف ستھرا اور ٹھنڈا ہو تو انسان کیا کرتا ہے؟ بس یہی ہوا کہ وہ دیوانوں کی طرح پانی پر ٹوٹ پڑے اور پی پی کر پیٹ ان کے مشکیں بن گئیں۔ صرف تین سو تیرہ آدمی ایسے تھے جنھوں نے صرف ایک چلّو پانی پیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت کہ ایک چلّو سے ان کی پیاس بجھ گئی اور وہ مطمئن ہو گئے اور جو بھیڑیں تھیں ان سب کو چھٹی مل گئی کہ چلے جاؤ۔ حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ سمیت تین سو تیرہ رہ گئے۔ تو فرمایا فَشَرِبُوْا مِنْهُ پس پیا انھوں نے پانی اس نہر سے اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ مگر تھوڑے آدمیوں نے ان میں سے یعنی تین سو تیرہ آدمی امتحان میں کامیاب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ پس جب عبور کیا طالوت رحمۃ اللہ علیہ نے اس نہر کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان کے مومن ساتھیوں نے بھی۔ جب آگے دیکھا تو جالوت کا بڑا لشکر تھا۔ یہ عمالقہ کا بڑا جرنیل تھا اور تفسیروں میں لکھا ہے مِائَةُ اَلْفٍ کہ اس کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر تھا۔ اب ایک طرف تین سو تیرہ ہیں اور دوسری طرف ایک لاکھ ہیں اور ہیں بھی جنگجو اور کڑیل جوان۔ یہ جو تین سو تیرہ تھے ان کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو تھے تو کامل الایمان مگر ان کی نگاہ ظاہری اسباب پر بھی تھی۔ ہم

تین سو تیرہ اور مقابلے میں ایک لاکھ کی فوج ہے۔

قَالُوْا تو کہنے لگے لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ نہیں ہے طاقت آج کے دن ہمارے لیے جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کی۔ اور ان میں ایک گروہ وہ تھا جو اکمل الایمان تھے کہ انھوں نے ظاہری اسباب پر توجہ ہی نہیں کی بلکہ نگاہ صرف رب پر رکھی قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ کہ بے شک وہ مرنے کے بعد رب کو ملنے والے ہیں یعنی جو رب پر پورا یقین رکھتے تھے كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ کہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں رب کے حکم کے ساتھ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ چنانچہ آگے آرہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سو تیرہ کو ایک لاکھ پر غلبہ عطا فرمایا۔

فتح کا مدار قلت وکثرت نہیں :

اسی طرح بدر کے مقام پر تین سو تیرہ تھے، مقابلے میں ایک ہزار کا تھے۔ اور ان تین سو تیرہ کے پاس چھ زرہیں، آٹھ تلواریں، دو گھوڑے اور ستر اُونٹ تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سو تیرہ کو اس بے سروسامانی کے عالم میں فتح عطا فرمائی۔ اس کا ذکر ہے فرمایا: اے ایمان والو! وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ [آل عمران: ۱۲۳] "اور البتہ تحقیق مدد فرمائی تمھاری اللہ تعالیٰ نے بدر کے مقام پر حالانکہ تم کمزور تھے۔" ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے اور باقیوں کو بھاگتے ہوئے راستہ نہ ملا۔ اور مسلمان صرف چودہ شہید ہوئے۔ آٹھ انصار میں سے اور چھ مہاجرین میں سے۔ اللہ تعالیٰ نے غلبہ عطا فرمایا۔

اسی طرح موتہ کے مقام پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے تین ہزار کو ایک لاکھ پر فتح عطا فرمائی اور قادسیہ کے مقام پر حضرت ابو عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ چیف کمانڈر تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے کمانڈر سے اجازت طلب کی کہ یہ ساٹھ ہزار آدمی دندناتے پھر رہے ہیں آپ مجھے اجازت دیں میں ان کا ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ متفکر ہوئے کہ نوجوان آدمی ہے اور جذبات میں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مجاہدین جو ہمارے پاس رب کی امانت ہیں ضائع نہ ہو جائیں لیکن ان کا جذبہ دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔
تاریخ بتاتی ہے: غَزَا سِتُّوْنَ هُمْ سِتُّوْنَ اَلْفًا وَ مَعَ هٰذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ کہ ساٹھ آدمیوں نے ساٹھ ہزار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ فتح کے بعد جب دیکھا گیا تو ساٹھ ہزار میں سے دس ہزار کی لاشیں میدان میں پڑی تھیں اور ساٹھ میں سے صرف دس آدمی شہید ہوئے اور پچاس فاتح ہوئے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مصر کا باقی سارا علاقہ فتح ہو گیا ہے لیکن قلعہ بولس فتح نہیں ہو رہا۔ مقوقس مصر کا بادشاہ اور بڑے بڑے جرنیل اور ماہرِ جنگ اس قلعہ میں ہیں اور ان کی فوج ہے اور میرے پاس صرف آٹھ ہزار فوج ہے اور قلعے کا محاصرہ کیے ہوئے دو ماہ گزر گئے ہیں لیکن فتح نہیں ہو رہا لہٰذا ہمارے لیے دعا بھی کریں اور مزید فوج بھی بھیجیں اور طریقہ بھی سمجھائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو رو پڑے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت! خط کس محاذ سے آیا ہے؟ فرمایا مصر سے۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ مصر میں سارے مجاہد شہید ہو گئے ہیں تبھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ لیکن تحقیق کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ ایسی

کوئی بات نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس لیے روئے کہ آٹھ ہزار مسلمان فوجی ہیں اور محاصرہ کیے ہوئے ہیں، دو ماہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے فتح کیوں نہیں ہو رہا؟ فرمایا میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ قَدْ تَرَكُوا سُنَّةً مِّنْ سُنَنِ النَّبِيِّ ﷺ۔ "تحقیق چھوڑ دی انھوں نے کوئی سنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں میں سے۔" تو دیکھیے کتنے نبّاض تھے۔ فرمایا ہم دعا بھی کرتے ہیں اور چار ہزار مزید فوج بھی بھیجتے ہیں۔ آٹھ ہزار تو پہلے ہے اور چار ہزار یہ گویا اب تم بارہ ہزار ہو جاؤ گے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ بارہ ہزار مومن ہوں تو وہ قلت کی وجہ سے شکست نہیں کھائیں گے بہ شرطے کہ کوئی اور وجہ نہ ہو۔ اور فرمایا کہ اس بات پر غور کرو کہ تم سے کون سی سنت رہ گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض ساتھیوں سے مسواک کی سنت رہ گئی ہے جس کی وجہ سے فتح میں رکاوٹ ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مزید چار ہزار فوج روانہ فرمائی ان کے نام تم بھی سن لو۔ اور یاد رکھنا! وہ صرف چار آدمی تھے۔ عبادہ بن صامت خزرجی، زبیر بن عوام، مقداد بن اسود اور خارجہ بن خزافہ رضی اللہ عنہم۔

فرمایا یہ چار ہزار ہیں۔ تو یاد رکھنا! مسلمان جب مسلمان ہوتا تھا تو ایک نہیں ہزار ہوتا تھا مگر آج کے مسلمان نے اپنے اسلام کے تقاضے چھوڑ دیئے ہیں اس لیے دنیا میں ذلیل ہو کر رہ گیا ہے۔ جب مسلمان صحیح معنیٰ میں مسلمان تھا اللہ تعالیٰ کی مدد شاملِ حال ہوتی تھی۔

اسی طرح حدیقۃ الموت کا واقعہ مشہور ہے۔ وہاں بھی کمانڈر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں۔ وہاں حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا چالیس ہزار کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ وہ شہید ہو گئے مگر قلعہ فتح ہو گیا۔ دور جانے کی ضرورت نہیں یہ

ہمارے سامنے کی بات ہے۔ چونڈہ ضلع سیالکوٹ یہ دنیا میں ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام ہے، پہلا مقام تھا عالمین، یہ غالباً جرمنی میں ہے۔ تو گویا ٹینکوں کی لڑائی کا دوسرا مقام چونڈہ ہے۔ اس محاذ پر کیپٹن ایس۔اے زبیری تھا اور اس کے پاس ایک سو (۱۰۰) جوان (سپاہی) تھے۔ کیپٹن زبیری بڑا پکا مسلمان تھا۔ اس کے پاس چھوٹے تین ٹینک تھے اور مقابلے میں تین ہزار سے زیادہ ٹینک تھے۔ اُس نے اپنے مرکز سے رابطہ کیا کہ میرے پاس صرف تین ٹینک اور ایک سو جوان ہیں اور مقابلے میں تین ہزار سے زائد ٹینک ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فوج ہے۔ لہٰذا میرے لیے کیا حکم ہے؟ مرکز نے کہا کہ اپنے جوانوں کو نہ مروا واپس آ جا۔ کیپٹن زبیری نے کہا کہ میں نے قرآن پاک میں پڑھا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

پس تم چوبیس گھنٹے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ سو آدمیوں نے چھ ہزار کا مقابلہ کیا۔ تین ٹینکوں سے ہندوؤں کے تین ہزار ٹینکوں کے پرخچے اُڑا دیئے اور غالب آئے۔ تو قلت اور کثرت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصل چیز ایمان ہے۔ یہی وجہ ہے ہندو نوے کروڑ عوام اور ہم چودہ کروڑ مگر وہ ڈرتے ہیں۔ اگر یہ ہمارے شرابی حکمران اللہ سے ڈریں اور اللہ ان کو ہدایت دے۔ اگر یہ انسان بن جائیں تو کوئی بات ہی نہیں، یوں ہوگا جیسے بھیڑوں پر بھیڑیا حملہ کرتا ہے۔

تو جب طالوت رحمۃ اللہ علیہ اپنا تین سو تیرہ کا لشکر لے کر جالوت کے مقابلہ میں آ گئے اس کا ذکر ہے وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ جس بنی اسرائیل جالوت کے لشکر کے سامنے ہوئے، جالوت کا لشکر دیکھا وہ کثیر تعداد یعنی ایک لاکھ آدمی، تو اس وقت اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کی، یعنی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے قَالُوْا اور کہا رَبَّنَآ اے

ہمارے رب اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا ہم پر صبر ڈال دے وَّثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا اور ہمیں ثابت قدم رکھ وَانۡصُرۡنَا اور ہماری مدد فرما عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ کافر قوم کے مقابلے میں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کا مقابلہ :

ادھر جالوت نے دیکھا کہ مقابلے میں معمولی سا لشکر ہے تو کہنے لگا میری ساری فوج کو لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس لشکر کے لیے تو میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ اس زمانے میں جنگ کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے دونوں طرف سے ایک ایک آدمی لڑتا پھر گھمسان کی جنگ شروع ہو جاتی۔ تو جالوت خود میدان میں آیا اور مبارزت کی دعوت دی۔

حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کے لشکر میں حضرت داؤد علیہ السلام کے والد ایساع بن عوبد بھی شامل تھے۔ ان کے چھ بیٹے تھے۔ پانچ تو جنگ میں شریک تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں تھے بلکہ اپنے بھائیوں کو سامان پہنچانے کے لیے وہاں پہنچے تھے۔ لشکر اسلام میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت اِشمویل علیہ السلام بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جالوت کے مقابلے میں داؤد (علیہ السلام) کو نکالو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ کو بمع چھ بیٹوں کے طلب کیا اور فرمایا: داؤد جالوت کا مقابلہ کریں گے۔ اُنھوں نے اثبات میں جواب دیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نبی نے حضرت داؤد علیہ السلام کو جالوت کے مقابلے میں نکالا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام جب آرہے تھے راستے میں تین پتھر پڑے تھے وہ بولے کہ ہمیں اُٹھا لو ہم جالوت کو قتل کریں گے۔ تو وہی پتھر فلافن پر رکھ کر مارے۔ جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور باقی تمام جسم لوہے میں بند تھا۔ تینوں پتھر ماتھے پر لگے اور پیچھے سے نکل گئے۔

جب یہ ہلاک ہوا تو اس کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔اس کا ذکر ہے:

فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ پس اہل ایمان نے ان کافروں کو شکست دی اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ اور قتل کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ اور اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو سلطنت اور حکمت دی وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ اور ان کو سکھایا جو چاہا۔آیت کے اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا فلسفہ بیان فرمایا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض دوسروں کے ذریعے نہ ہٹاتے لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ البتہ زمین خراب ہو جاتی۔یعنی جب کسی گروہ نے زمین پر بدامنی پھیلانے کی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں دوسری جماعت کو بھیج کر مفسدین کا خاتمہ کر دیا وَلَٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ اور لیکن اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا ہے جہان والوں پر۔یعنی جب وہ کسی ظالم کی بیخ کنی کرتا ہے تو یہ صحیح معنوں میں دنیا والوں پہ اس کا فضل ہوتا ہے۔

آگے فرمایا: تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں ہم تلاوت کرتے ہیں آپ پر حق کے ساتھ۔یہ تمام واقعات بنی اسرائیل کے اور وہ قصہ بنی اسرائیل کا جو اُوپر گزرا یعنی ہزاروں کا نکلنا اور دفعتاً مرنا اور زندہ ہونا اور طالوت کا بادشاہ ہونا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے آپ کو بتاتے ہیں ورگرنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی تاریخ نہیں پڑھی اور نہ کسی تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔جو اس بات کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔تو فرمایا: وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسولوں

میں سے ہیں۔ بلکہ خاتم النبیین ہیں اور نبوت کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ سمجھ کی توفیق عطا فرمائے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

تِلْكَ الرُّسُلُ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا ہم نے فضیلت دی بَعْضَهُمْ ان میں سے بعض کو عَلٰى بَعْضٍ بعض پر مِنْهُمْ ان میں سے بعض وہ ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور بلند کیے رب تعالیٰ نے ان میں سے بعض کے درجات وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اور دیئے ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو

الْبَیِّنٰتِ واضح نشانات وَاَیَّدْنٰهُ اور ہم نے تائید کی اُن کی بِرُوْحِ
الْقُدُسِ پاکیزہ روح کے ساتھ وَلَوْشَآءَاللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا
مَااقْتَتَلَ الَّذِیْنَ نہ لڑتے وہ لوگ مِنْۢ بَعْدِهِمْ جو ان کے بعد ہوئے
مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں پہنچ
چکیں وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا اور لیکن اُنھوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ
اٰمَنَ پس بعضے ان میں سے وہ تھے جو ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ
اور کچھ ان میں سے وہ تھے جنھوں نے کفر اختیار کیا وَلَوْشَآءَاللّٰهُ اور اگر
اللہ تعالیٰ چاہتا مَااقْتَتَلُوْا وہ نہ لڑ سکتے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ
یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ کرتا ہے جو چاہتا ہے یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو!
جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اس چیز میں سے
جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ پہلے اس سے کہ آئے
وہ دن لَّا بَیْعٌ فِیْهِ جس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی وَلَا خُلَّةٌ اور نہ
دوستی وَّلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو
کافر ہیں وہی ظالم ہیں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے
جس کے سوا کوئی معبود نہیں اَلْحَیُّ زندہ رہنے والا ہے اَلْقَیُّوْمُ
قائم رکھنے والا ہے لَا تَاْخُذُهٗ نہیں پکڑتی اس کو سِنَةٌ اُونگھ وَّلَا
نَوْمٌ اور نہ نیند لَهٗ اسی کا ہے مَا فِی السَّمٰوٰتِ جو کچھ ہے آسمانوں

میں وَمَا فِی الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ کون ہے وہ ذات یَشْفَعُ جو سفارش کرے عِنْدَہٗٓ اس کے ہاں اِلَّا بِاِذْنِہٖ مگر اس کی اجازت سے یَعْلَمُ جانتا ہے مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ جو ان کے آگے ہے وَمَا خَلْفَھُمْ اور جو ان کے پیچھے ہے۔ وَلَا یُحِیْطُوْنَ اور نہیں احاطہ کر سکتے بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا اِلَّا بِمَا شَآءَ مگر وہ جو رب چاہے وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں وَالْاَرْضَ اور زمین پر وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا اور نہیں تھکاتا رب تعالیٰ کو آسمانوں اور زمینوں کا حفاظت کرنا وَھُوَ الْعَلِیُّ اور وہ بلند ذات ہے الْعَظِیْمُ بڑی عظمت والا ہے۔

رسولوں کے درجات:

اس سے پہلی آیت کے آخر میں یہ الفاظ تھے وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ "اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک تو پیغمبروں میں سے ہے۔" تو مرسلین کا لفظ تھا اور اب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یہ جن رسولوں کا ذکر ہم نے کیا ہے ان رسولوں میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سب برحق ہیں ہمیں تمام کی تعداد قطعی طور پر معلوم نہیں ہے۔ ہاں! پچیس پیغمبروں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں۔ باقی حضرات انبیاء کے نام نہیں ہیں۔ اُن کا ذکر الرُّسُلَ، الْمُرْسَلِیْنَ، مِنَ النَّبِیّٖنَ، اَنْبِیَآءَ کے الفاظ میں اجمالاً آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام اور احسان ہے کہ رب تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا پابند نہیں

کیا کہ سارے پیغمبروں کے نام اور اُن کی تعداد ہمیں معلوم ہونی چاہیے۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہمارا سب پر ایمان ہے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ آخری پیغمبر جن کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملی نہ ہی مل سکتی ہے۔ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تو فرمایا کہ یہ پیغمبر ہیں فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ہم نے فضیلت دی بعض کو بعض پر مِنْهُمْ ان پیغمبروں میں سے وہ بھی ہیں مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ جن سے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست کلام کیا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں چھٹے پارے میں آتا ہے: وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] "اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کے ساتھ کلام کیا۔" اور معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام فرمایا اور اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین تحفے عطا فرمائے۔

❀ ایک تحفہ یہ تھا کہ پہلے نمازیں پچاس تھیں پھر گھٹا کر پانچ کردی گئیں۔

❀ دوسرا تحفہ سورۂ بقرہ کی آخری آیات اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ سے لے کر آخر تک کی آیات اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے بغیر۔

❀ تیسرا تحفہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زبانی طور پر وعدہ فرمایا کہ میرا تیرے ساتھ وعدہ ہے کہ تیری اُمت میں سے وہ شخص۔ مَنْ مَّاتَ لَا يُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا جو مرا اس حال میں کہ اس نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا میں اس

کو بخش دوں گا۔ یہ الگ بات ہے کہ پہلے ہی قدم پر بخش دے یا کچھ سزا دے کر بخش دے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔ اور شرک کرنے والے کو نہیں بخشے گا۔

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ اور اللہ تعالیٰ نے ان پیغمبروں میں سے بعض کے درجے بلند فرمائے۔ اس بَعْضَهُمْ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی مراد ہے۔ تمام پیغمبروں کے امام، تمام پیغمبروں کے سردار اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں پہلے نمبر کی شخصیت حضرت محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارے جیسے گناہ گاروں پر رب تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اس نے ہمارے جیسے گناہ گاروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بننے کا شرف عطا فرمایا اور دعا کرو ہمیں سچا اُمتی بنائے نام کا نہیں۔ ہمارا ظاہر بھی، باطن بھی، عقیدہ بھی، عمل بھی، اخلاق بھی اور کردار بھی اُمتیوں کی طرح ہو۔ ایسا نہ ہو آدھا تیتر آدھا بٹیر کہ کلمہ نبی کا اور فرماں برداری غیر کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بننے کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر آرزو کرتے تھے کہ اے پروردگار! نبوت تو تو نے مجھے عطا کر دی ہے مجھے محمد رسول اللہ کے امتیوں میں سے اٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، نازل ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کی طرح سارے کام کریں گے۔ چالیس سال دنیا میں رہیں گے وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ اور ہم نے دیں عیسیٰ بیٹے مریم علیہا السلام کو واضح دلیلیں جن کی تفصیل آگے اسی پارے میں آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کون کون سے معجزے عطا فرمائے۔

عیسیٰ کا لفظ اصل میں ایشوع تھا۔ یہ عبرانی لفظ ہے اس کے معنیٰ مبارک کے بھی ہیں اور سردار کے بھی ہیں اور مریم ان کی والدہ ماجدہ تھیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

مریم کا لفظی معنیٰ ہے عابدۃ عبادت کرنے والی۔ عورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ بغیر خاوند کے اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ روح القدس سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ معنیٰ ہے پاکیزہ روح۔ دراصل بنی اسرائیلیوں نے اپنی خواہشات کو اسلام میں داخل کر کے اسلام کا نقشہ بگاڑ دیا تھا۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ جس طرح آج کل اہل بدعت نے دین کا نقشہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ بدعات ان کے نزدیک اسلام ہیں اور اہل سنت والجماعت کی علامتیں ہیں۔

تو جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اصلاح شروع فرمائی، مولوی، پیر، عوام سارے بگڑ گئے، مخالف ہو گئے۔ جس طرح آج تم کسی مقام پر بدعت کی تردید کرو تو بھڑوں کی طرح سارے تمھیں چمٹ جائیں گے۔ کیوں کہ برادری اور قوموں کے اعتبار سے جو بدعات ہیں وہ ان کا دین بنا ہوا ہے۔ آج تیجے، ساتویں، دسویں، عرس، میلاد کی تردید کرو تو نتیجہ تمھارے سامنے ہے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اور کرتے کیا ہیں۔ صرف وہ لوگ تمھارا ساتھ دیں گے جن کو رب تعالیٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔

بدعات کی نحوست :

یاد رکھنا! بدعات دین کی مخالفت کا نام ہے۔ ان سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اور یہ بات میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ سو گناہِ کبیرہ ایک طرف ہوں تو ان کا گناہ ہلکا ہے اور ایک بدعت کا گناہ زیادہ ہے۔ اس لیے کہ گناہ جتنے بھی ہیں ان سے دین کا نقشہ نہیں بدلتا کیوں کہ کوئی ان کو دین نہیں سمجھتا۔ اور بدعت کے ذریعے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ اس لیے کہ بدعت کو دین سمجھ کر اُس پر عمل کیا جاتا ہے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب ان کے غلط کاموں کی تردید شروع فرمائی تو لوگ مخالف ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت

کے لیے جبرئیل علیہ السلام کو مقرر فرمایا۔حضرت جبرئیل علیہ السلام اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔

یہ تفصیل تو تم پہلے سن چکے ہو کہ طالوت رحمۃ اللہ علیہ کی جالوت کے ساتھ لڑائی ہوئی۔تین سو تیرہ یہ تھے اور ایک لاکھ کا لشکر ان کا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو فتح عطا فرمائی۔قتال اور جہاد کا ذکر تھا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے مَا اقْتَتَلَ نہ لڑتے الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وہ لوگ جو ان پیغمبروں کے بعد آئے مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح دلیلیں آ چکی ہیں۔تو اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو ایمان پر مجبور کر سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ مرضی سے ایمان لاؤ، مرضی سے کفر کرو۔اس لیے وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا اور لیکن لوگوں نے اختلاف کیا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ تو بعضے ان میں سے وہ ہیں جو مرضی سے ایمان لائے وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جنھوں نے مرضی سے کفر اختیار کیا۔یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا جیسے فرشتے سارے کے سارے معصوم ہیں۔فرشتوں میں کوئی کافر نہیں ہے۔نہ ہندو، نہ سکھ، نہ یہودی، نہ عیسائی۔سارے کے سارے مومن ہیں تو وہ کر سکتا تھا کہ سارے کے سارے انسانوں کو اور سارے کے سارے جنات کو مومن بنا دیتا وہ قادر مطلق ہے۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ان کو اللہ تعالیٰ نے خیر اور شر کے راستے بتا دیئے ہیں، ایمان اور کفر کے راستے بتا دیئے ہیں۔پیغمبر بھیجے ہیں، کتابیں نازل فرمائیں ہیں اور ہر دور میں حق کی آواز کانوں تک پہنچانے والے آدمی رب نے کھڑے کیے ہیں اور اتمامِ حجت کر دی ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرو :

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا مَا اقْتَتَلُوْا وہ نہ لڑتے۔ وہ اس طرح کہ سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا، وہ کر سکتا تھا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ اور لیکن اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور اس کا ارادہ یہ ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جو چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی سے کفر کرے۔ اس سے پہلے رکوع میں جہاد کا ذکر تھا اور جہاد کے لیے مال خرچ کرنا بھی ضروری ہے کیوں کہ بغیر مال کے اسلحہ اور جہاز مہیا نہیں ہو سکتے اور اسی طرح بعض مجاہد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی جان تو پیش کر سکتے ہیں مگر مال نہیں پیش کر سکتے ان کو مالی امداد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اَنْفِقُوْا خرچ کرو مِمَّا اس مال سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمھیں دیا ہے۔ اگر تمھیں یہ گھمنڈ ہے کہ یہ مال تم نے حاصل کیا ہے تو یہ غلط ہے۔ رزق اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تم نے ہاتھ پیر مارے ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سارے لوگ ایسے ہیں کہ محنت بہت زیادہ کرتے ہیں اور پیسے تھوڑے ملتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں ان کی محنت تھوڑی ہوتی ہے مگر پیسے زیادہ ملتے ہیں۔ یہ کون دیتا ہے؟ تو اگر محنت پر موقوف ہوتا تو سب کچھ مزدور ہی لے جاتا اور جو پنکھے کے نیچے سکون سے بیٹھا ہے اس کو تنکا بھی نہ ملتا۔ تو رزق رب کے پاس ہے۔ ہاں اس نے یہ بتایا ہے کہ حلال طریقہ سے کماؤ، حرام طریقے سے حاصل نہ کرو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر حرام کا ایک بھی لقمہ کھاؤ گے تو چالیس دن تک دعاؤں کی قبولیت سے محروم ہو جاؤ گے۔ تو فرمایا خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے دیا

ہے مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ کہ آئے وہ دن کہ جس میں خرید وفروخت نہیں ہوگی۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ قرآن پاک میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ فرض کرو یہ ساری زمین مشرق سے لے کر مغرب تک، شمال سے لے کر جنوب تک اور زمین کی سطح سے لے کر آسمان کی چھت تک سونا ہی سونا ہو جائے (اب تم اندازہ لگاؤ کہ سونا کتنا قیمتی ہے۔) تو فرمایا اگر بالفرض کسی کے پاس ہو اور اس وقت ایمان حاصل کرنے کے لی وہ سارا سونا خرچ کردے وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اتنی ہی زمین اور ہو، اور وہ زمین بھی سونے سے بھری ہوئی ہو۔ اور مجرم اس بات کو پسند کرے کہ یہ دو زمینیں سونے کی بھری ہوئی اُس سے لے لی جائیں اور اُسے ایمان دے دیا جائے تو یہ سودا نہیں ہوگا۔

اور یہ سودا بھی نہیں ہوگا کہ مجرم کو کہا جائے گا کہ آج تیرے بدلے تیری ماں، تیرے باپ، تیری بیوی، تیرے بیٹے، تیرے بھائی، تیری بہن، تیرے دوست کو عزیز کو وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ اور تیری ساری برادری کو وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا اور جو زمین میں ہیں سب کو تیرے بدلے میں دوزخ میں ڈال دیں اور تجھے دوزخ سے نکال دیں تو کیا تو اس سودے پر راضی ہے؟ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ مجرم پسند کرے گا کہے گا ہاں! اے پروردگار میری ماں، میرے باپ، میری اولاد، میرے بہن بھائیوں بلکہ سارے خاندان کو اور سب لوگوں کو دوزخ میں ڈال دے اور مجھے نکال دے۔ كَلَّا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سودا نہ ہوگا، ہرگز نہیں ہوگا صرف اس کو بتانا مقصد ہوگا کہ آج تو کیا کچھ کرنے کے لیے تیار ہے۔

دین داروں کی شفاعت :

تو فرمایا وہ دن ہے کہ لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ کہ اس میں کوئی خرید وفروخت نہیں ہوگی وَلَا خُلَّةٌ اور نہ خالی دوستی کام آئے گی۔ ہاں! اتنی بات یاد رکھنا! یہ قرآن پاک سے ثابت ہے اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ "دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار۔" یعنی مومنوں کی دوستی برقرار رہے گی، وہ کام آئے گی اور کافر کو کفر کی حالت میں کسی کی دوستی کام نہیں آسکتی۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ ایک مجرم کو حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو اس کے ساتھ جو نمازیں پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے۔ وہ دیکھیں گے کہ ہمارا وہ ساتھی جو ہمارے ساتھ نمازوں میں شرکت کرتا تھا، ہمارے ساتھ روزے رکھتا تھا وہ آج دوزک میں جارہا ہے۔ تو سارے پُرزور اپیل کریں گے کہ اے پروردگار! یہ تو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں اس کو دوزخ میں بھیجتے ہیں اپنی سزا بھگت کے آجائے گا، تم جنت میں چلے جاؤ یہ بھی کسی وقت تمھیں آملے گا۔ وہ کہیں گے اے پروردگار! ہم تو اس کے بغیر جنت میں نہیں جائیں گے۔ اس کو رب دوزخ میں ڈال دے گا۔ لیکن یہ پُرزور اپیل کریں گے، عاجزی کریں گے، منت کریں گے تو رب تعالیٰ فرمائیں گے تم دوزخ میں چلے جاؤ تمھارے لیے دوزخ جنت بنی ہوگی اپنے دوست کو بازو سے پکڑو اور جنت میں لے جاؤ۔ تو مومن کی دوستی کام آئے گی۔ اسی واسطے جماعت کی نماز کا بڑا اثر ہے جن کے ساتھ مل کر نمازیں پڑھیں، اُٹھے بیٹھے اگر خود اتنے اعمال نہیں کہ سیدھا جنت میں چلا جائے بلکہ کمی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کمی کو ان کی سفارش سے پورا

فرمائیں گے۔

وَّلَا شَفَاعَةٌ اور نہ سفارش ہوگی۔کافر کے لیے کوئی سفارش نہ ہوگی۔مومن کے لیے سفارش حق ہے، پیغمبروں کی سفارش ہوگی، فرشتوں کی شفاعت ہوگی، قرآن پاک کے حافظوں کی ہوگی، اولیاء اللہ کی ہوگی، چھوٹے بچے جو فوت ہو گئے ان کی شفاعت ہوگی، درجہ بہ درجہ سب کی شفاعت حق ہے۔اور کافروں کے لیے نہیں ہوگی اس لیے فرمایا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اور جو کافر ہیں وہ ظالم ہیں ان کے لیے کوئی سفارش نہیں ہے۔

آیۃ الکرسی کی فضیلت :

قرآن کریم سارا ہی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر سارے قرآن کریم میں سب سے زیادہ فضیلت والی یہ آیت الکرسی ہے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے لے کر وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ تک۔ایک آیت ہے اور یہ ہر مسلمان کو یاد ہونی چاہیے۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص اس کو صبح پڑھے گا شام تک جنات اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ صبح تک جنات اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔یہ خود بھی یاد کرو اور بچوں کو بھی یاد کراؤ، عورتوں کو بھی یاد کراؤ اور انھیں یہ سبق دو کہ صبح جس وقت اُٹھیں تو یہ آیت کریمہ پڑھیں۔اور رات کو جب سوئیں یہ آیت کریمہ پڑھ کے سوئیں۔اس آیت کریمہ سے زیادہ درجے والی اور کوئی آیت قرآن مجید میں نہیں ہے اور اس آیت کو آیۃ الکرسی کہتے ہیں۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے، کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اور دست گیر نہیں ہے اَلْحَيُّ ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر

موت نہیں آئے گی، نہ اس کی ابتداء، نہ انتہاء اَلْقَیُّوْمُ کے دو معنے کرتے ہیں۔ قائم رہنے والا کہ اس پر زوال نہیں ہے اور دوسرا معنیٰ قائم رکھنے والا بھی کرتے ہیں اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اے پروردگار! تو آسمانوں اور زمینوں کو قائم رکھنے والا ہے۔" یعنی تیرے حکم سے یہ زمین اور آسمان کھڑے ہیں لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ نہیں پکڑتی اللہ تعالیٰ کو اُونگھ۔ نیند سے پہلے جو غنودگی سی آتی ہے اللہ تعالیٰ کو وہ بھی نہیں آتی وَّلَا نَوْمٌ اور نہ نیند لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اسی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ وہی خالق، وہی مالک، وہی متصرف، یہ سب کچھ اسی کے قبضہ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرے اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر رب کے حکم کے ساتھ۔

قیامت والے دن جب ساری کائنات میدانِ محشر میں حساب کے انتظار میں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ سجدے میں گر پڑیں گے ایک ہفتے کی مقدار کا لمبا سجدہ ہوگا یا دو ہفتوں کی مقدار کا سجدہ ہوگا۔ اور بخاری شریف کی روایت ہے يُلْهِمُنِيْ بِمَحَامِدَ لَمْ تَحْضُرْنِيَ الْاٰنَ اللہ تعالیٰ مجھے ایسے ایسے کلمات سجدے میں القا فرمائیں گے جو مجھے اس وقت معلوم نہیں ہیں۔ ان کلمات کے ساتھ رب تعالیٰ کی تسبیح بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا محمد (ﷺ)! اِرْفَعْ رَاْسَكَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد (ﷺ) سر اُٹھاؤ، سفارش کرو تمھاری سفارش قبول ہوگی۔ اس کا نام ہے شفاعۃ الکبریٰ۔ تمام کائنات کے لیے سفارش ہوگی کہ ان کا حساب جلدی ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہ کر سکے گا يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ جو انسانوں کے آگے ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَمَا خَلْفَهُمْ اور جو ان کے پیچھے

ہے رب اس کو بھی جانتا ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ اور نہیں احاطہ کر سکتے اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا إِلَّا بِمَا شَاءَ مگر جتنا رب تعالیٰ چاہے کسی کو دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنا علم دیا ہے وہ اور کسی کو عطا نہیں کیا۔ لیکن باوجود کثیر علم حاصل ہونے کے عالم الغیب صرف رب ہے اور عالم الغیب کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک رتی اور ایک ذرہ اس کے علم سے خارج نہ ہو اور وہ صرف رب ہے جس کی یہ صفت ہے۔ ہاں اخبار الغیب، انباء الغیب اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو بتائی گئی ہیں اور سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہیں تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ "یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔" کل غیب، یہ صرف رب کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

فرمایا وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وسیع ہے کرسی اس کی آسمانوں اور زمینوں پر۔ یہ سات آسمان ہیں ان کے اوپر کرسی ہے، اوپر عرش ہے۔ کرسی اور عرش کی نسبت دارقطنی کی روایت میں اس طرح آیا ہے جیسے ایک بڑا وسیع میدان ہو اور اس میں ایک ٹائر پڑا ہو بس وغیرہ کا۔ تو بتاؤ اس ٹائر کی کیا حیثیت ہے اس میدان میں۔ اسی طرح سات آسمان اور سات زمینیں اس کرسی کے مقابلے میں ایسے ہی ہیں جیسے وسیع میدان میں ٹائر پڑا ہو۔ اور پھر عرش اور کرسی کی نسبت فرمایا اس طرح سمجھو کہ عرش وہ میدان ہے اور کرسی اس کے مقابلے میں ایک ٹائر ہے جو پڑا ہے۔ جسم کے لحاظ سے عرش سے بڑا جسم کسی شے کا نہیں ہے اور درجے کے اعتبار سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا کوئی نہیں ہے وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا اللہ تعالیٰ کو زمین اور آسمانوں کی حفاظت نہیں تھکاتی۔ اس ذات کے سامنے ان کی حفاظت کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے وَهُوَ الْعَلِيُّ اور وہ

بہت بلند ذات ہے اَلْعَظِیْمُ اور بہت بڑی ذات ہے۔ تو آج سے شوق کے ساتھ صبح کے وقت بھی آیۃ الکرسی پڑھو اور شام کو سوتے وقت پڑھو، عورتوں اور بچوں کو پڑھاؤ تاکہ تم جنات اور شیاطین کے شر سے محفوظ ہو جاؤ۔ یہ قلعہ ہے قلعہ۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۖ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۖ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

لَآ اِكْرَاهَ نہیں ہے کوئی جبر اور زور فِي الدِّيْنِ دین کے بارے میں قَدْ تحقیق کے ساتھ تَّبَيَّنَ خوب واضح ہو چکی ہے الرُّشْدُ بھلائی اور نیکی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے فَمَنْ يَّكْفُرْ پس جس نے انکار کیا بِالطَّاغُوْتِ طاغوت کا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر فَقَدِ اسْتَمْسَكَ پس تحقیق کے ساتھ اس نے پکڑ لیا بِالْعُرْوَةِ دستہ الْوُثْقٰى جو مضبوط کڑا یا رسی ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا نہیں ہے اس کے

واسطے ٹوٹنا، یعنی وہ ٹوٹے گا نہیں وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے والا
جاننے والا ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اللہ تعالیٰ آقا اور سرپرست ہے ان
لوگوں کا جو ایمان لائے یُخۡرِجُھُمۡ ان کو نکالتا ہے مِّنَ الظُّلُمٰتِ
اندھیروں سے اِلَی النُّوۡرِ روشنی کی طرف وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اور وہ
لوگ جو کافر ہیں اَوۡلِیٰٓـئُھُمُ الطَّاغُوۡتُ ان کے ساتھی ہیں طاغوت
یُخۡرِجُوۡنَھُمۡ ان کو نکالتے ہیں مِّنَ النُّوۡرِ روشنی سے اِلَی الظُّلُمٰتِ
اندھیروں کی طرف اُولٰٓئِکَ وہ اَصۡحٰبُ النَّارِ دوزخ والے ہیں
ھُمۡ فِیۡھَا خٰلِدُوۡنَ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہا کریں گے اَلَمۡ تَرَ کیا تجھے
معلوم نہیں اِلَی الَّذِیۡ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ جس نے جھگڑا کیا
اِبۡرٰھٖمَ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِیۡ رَبِّہٖۤ اس کے رب کے بارے میں
اَنۡ اس لیے جھگڑا کیا اٰتٰىہُ اللّٰہُ الۡمُلۡکَ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک دیا
تھا اِذۡ قَالَ اِبۡرٰھٖمُ جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّیَ الَّذِیۡ میرا رب وہ
ہے یُحۡیٖ جو زندہ کرتا ہے وَیُمِیۡتُ اور مارتا ہے قَالَ اس
شخص نے کہا اَنَا اُحۡیٖ وَاُمِیۡتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں
قَالَ اِبۡرٰھٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰہَ پس بے شک اللہ تعالیٰ
یَاۡتِیۡ لے آتا ہے بِالشَّمۡسِ سورج کو مِنَ الۡمَشۡرِقِ مشرق کی
طرف سے فَاۡتِ بِھَا پس تو لے آ اس کو مِنَ الۡمَغۡرِبِ مغرب کی

طرف سے فَبُهِتَ الَّذِیْ پس حیران کر دیا گیا وہ شخص کَفَرَ جو کافر تھا وَاللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ لَا یَھْدِی نہیں ہدایت دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ظالم قوم کو۔

یہودِ مدینہ کی حالت :

مدینہ منورہ میں مالی لحاظ سے اور علمی اور سیاسی لحاظ سے بھی یہود کا تسلط تھا۔ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف نہیں لے گئے تھے۔ تو اس وقت مدینہ طیبہ میں یہود ہی کا اثر و رسوخ تھا۔ اور مشرکین کے دو خاندان تھے ایک اوس اور دوسرا خزرج اور یہ دونوں خاندان زمیندار تھے۔ ان کی زمینیں تھیں، باغات تھے یہود کے پاس بھی کافی زمینیں اور باغات تھے مگر تجارت پر ان کا غلبہ تھا۔ وہ لوگ جو غریب تھے ان میں سے ایسے بھی تھے جو اپنا خرچہ بھی پورا نہیں کر سکتے تھے انھوں نے اپنے بچے یہود کے حوالے کر دیئے تھے کہ ان کا خرچہ بھی تم برداشت کرو اور ان کو تعلیم بھی تم نے دینی ہے۔ چونکہ وہ کھاتے پیتے لوگ تھے بچے بھی ان کے خوش رہتے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے، اسلام پھیلا وہ لوگ جن کے بچے یہودیوں کے قبضہ میں تھے اُنھیں فکر ہوئی کہ یہودیوں نے ہمارے بچوں پر یہودیت کا رنگ چڑھا دیا ہے اور ایک صحابی جن کا نام ابو الحصین تھا (ضاد کے ساتھ) رضی اللہ عنہ۔ ان کے دو لڑکے عیسائی بھی ہو گئے، بالغ تھے، تجارت کرتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے بیٹوں پر سختی کی کہ میں مسلمان ہوں تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اُنھوں نے کہا ہم نے نہیں ہونا۔ باپ نے خاصا زور لگا، مارا پیٹا بڑا کچھ کیا مگر وہ بڑے پکے تھے مسلمان نہ ہوئے۔

اسی طرح جب مدینہ طیبہ سے یہود کو جلاوطن کیا گیا خیبر کی طرف تو ان کے ہاں جو

مسلمانوں کے بچے تھے وہ بھی ساتھ چلے گئے۔ ماں باپ نے خاصا زور لگایا کہ تم ہمارے بچے ہو۔ کہنے لگے نہیں ہم تمھارے نہیں ہیں اور وہ بچے بھی عاقل بالغ ہو چکے تھے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضرت! اب ہم کیا کریں؟ ہمارے بچے ہیں، کوئی یہودی ہے، کوئی عیسائی ہے اور ہم بڑا زور لگاتے ہیں مگر وہ ایمان کی طرف نہیں آتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ دین میں جبر کوئی نہیں ہے۔ تبلیغ ہے، ترغیب ہے، دین کی خوبیاں بیان کرو ان کے عقیدے کی خرابیاں بیان کرو مگر ڈنڈے کے زور پر کسی کو منوانا یہ صحیح نہیں ہے۔ تبلیغ کرو جن کے دل صاف ہوں گے یقیناً حق کو قبول کریں گے اور جو ضدی ہیں انھوں نے خدا کے پیغمبروں کی بھی باتیں نہیں مانیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور جبر اس لیے نہیں ہے کہ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ تحقیق کے ساتھ واضح ہو چکی ہے بھلائی مِنَ الْغَيِّ گمراہی سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں کے ذریعے، اپنے پیغمبروں کے ذریعے اور پیغمبروں کے نائبین کے ذریعے حق اور ہدایت کو خوب واضح کر دیا ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کفر ہے، گمراہی ہے، بدی ہے، یعنی نیکی اور بدی کی الگ الگ حقیقت بیان کر دی ہے۔

بعض لوگوں نے یہاں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو مرتد ہے اس کو سزا نہیں دینی چاہیے۔ شرعی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے اس کو تین دن کی مہلت دی جائے گی کہ اپنے شکوک وشبہات پیش کرے۔ اگر ایک عالم حل نہیں کر سکے گا دوسرا کرے گا۔ دوسرا نہیں کر سکے گا تیسرا کرے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ خدائی تعلیم ہو اور اس پر اعتراضات ہو ان کے جوابات نہ ہو۔ تین دن کے بعد بھی اگر وہ اپنے کفر پر ڈٹا رہا

تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں کوئی جبر نہیں ہے لہٰذا اس کو کیوں قتل کیا جاتا ہے اور اس کو کیوں اسلام پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ لیکن ان نادانوں نے بات کو سمجھا نہیں۔

ابتداءً کسی کافر کو اسلام پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ تو مسلمان ہو جا ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا، لیکن جو مسلمان ہو جائے اور اس کے بعد پھر مرتد ہو جائے وہ باغی ہے اور باغی کا مسئلہ الگ ہے۔ آج کوئی بھی حکومت اپنے باغی کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے تو جو شخص رب کا باغی ہو جائے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو جائے اس کو کس طرح معاف کیا جا سکتا ہے اور اس کو کس طرح نجات مل سکتی ہے۔

طاغوت کا معنیٰ :

فرمایا فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ پس جس نے طاغوت کا انکار کیا وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔ تو طاغوت کیا ہے؟ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ طاغوت کا معنیٰ شیطان بھی کرتے ہیں۔ اور طاغوت کا معنیٰ جادو بھی ہے اور صنم یعنی بت بھی ہے۔ اور طاغوت کا معنیٰ ساحر جادوگر بھی ہے۔ اور طاغوت کاہن، فال نکالنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ تو شیطان، بت، جادو اور جادوگر اور فال نکالنے والے یہ سب طاغوت ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كُلُّ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ سے ورے ورے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ مثلاً: لات ہے، منات ہے، عُزّیٰ ہے، کوئی ہو وہ سب طاغوت ہیں۔" اور مومن کا فریضہ ہے طاغوت کا انکار کرنا۔ شیطان کی اطاعت کا بتوں کی عبادت کا انکار کرنا، جادوگروں کے جادوؤں کا انکار کرنا۔ اسی طرح فال نکالنے والوں کے پاس جانے سے انکار کرنا۔

وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى
پس تحقیق انھوں نے پکڑ لیا مضبوط کڑا یا دستہ۔ گاڑیوں کے سفر تم نے کیے ہوں گے۔
پائیدانوں کے قریب مضبوط دستے لگے ہوتے ہیں۔ جو شخص اس دستے کو پکڑ لے گا اللہ
تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ وہ محفوظ رہے گا، گرے گا نہیں۔ اور جس دستے کو مومن نے
پکڑ لیا وہ ایسا ہے لَا انْفِصَامَ لَهَا اس دستے کے لیے ٹوٹنا نہیں ہے۔ تو جس نے اس
دستے کو پکڑ لیا مضبوطی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ محفوظ رہے گا۔

امیر شریعت کا دلچسپ واقعہ :

جو پرانے بزرگ ہیں اُنھوں نے امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ
بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہوگا اور ان کی تقریریں بھی سنی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تقریر کا
بہت بڑا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ پانچ پانچ، چھ چھ، سات سات، آٹھ آٹھ گھنٹے تقریر فرماتے
تھے۔ ہم نے ان کی تقریروں میں ہندوؤں اور سکھوں کو بھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔

گوجرانوالا میں ان کی تقریر تھی، بہت بڑا مجمع تھا تو کسی نے رقعہ دیا کہ تم لوگوں کو
ایمان کی دعوت دیتے ہو حالانکہ تم خود کافر ہو۔

اُن دنوں بریلویت کا زور تھا اور دیوبندیوں کو کھلے طور پر کافر کہتے تھے، اپنی
مسجدوں میں داخل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اگر کسی مسجد میں دیوبندی داخل ہوتا تو اُسے
دھو دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک دیوبندی مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ لید ہو جاتی ہے
اور اگر سو خنزیر داخل ہوں تو کچھ نہیں ہوتا۔

اب الحمد للہ! ملک میں وہ حالات نہیں ہیں۔ پہلے وہ اپنے جلسوں میں ان مسائل کا
یعنی حاضر ناظر وغیرہ کا باقاعدہ عنوان رکھتے تھے۔ عالم الغیب کا عنوان رکھتے تھے، مختارِ

کل کا عنوان رکھتے تھے۔ اب الحمدللہ! وہ قصے نہیں رہے۔ ہماری کتابوں نے خاصا اثر کیا ہے۔ اب یہ عنوان نہیں رکھتے۔ ہاں ضمنی طور پر اپنا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے چٹ پکڑا دی کہ تم تو کافر ہو۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بڑے ذہین اور حاضر جواب تھے۔ یہاں جین والی کھوہی کے مقام پر جلسہ تھا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ اس مجمع میں حضرت نے جنت کی خوبیاں بیان فرمائیں کہ جنت میں یہ ملے گا، یہ ملے گا۔ ایک بابا جی کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ حضرت شاہ جی! یہ بتائیں کہ جنت میں حقہ بھی ملے گا؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں! حقہ ملے گا لیکن آگ لینے کے لیے دوزخ میں جانا پڑے گا۔

تو حضرت نے رقعہ پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ میں کافر ہوں، کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ ہمارا اس وقت طالب علمی کا زمانہ تھا ہمیں بہت غصہ آیا کہ رقعہ والے نے بھی کہا ہے کہ تم کافر ہو اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاں میں کافر ہوں اور مجھے اپنے کفر پر فخر ہے۔ پھر حضرت نے اعوذ باللہ پڑھا اور بسم اللہ پڑھی اور قرآن پاک پڑھنا شروع کیا اور قرآن شریف پڑھنے کا حضرت کا انداز نرالا ہوتا تھا۔ جی چاہتا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پڑھتے رہیں اور آدمی سنتا رہے۔ تو حضرت نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ۔ فرمایا: میں کافر ہوں مگر طاغوت کا کافر ہوں، اللہ کا کافر نہیں ہوں اور میرے ہاتھ میں مضبوط دستہ ہے۔ پھر انگریز پر چڑھ گئے، بے تکٹے اور چھ سات گھنٹے انگریز کے خلاف تقریر کی۔ یہ اس وقت کے طاغوت تھے انھوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے تھے۔

وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور جانتا بھی ہے اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ

اللہ تعالیٰ آقا ہے، مددگار ہے ان لوگوں کا اٰمَنُوْا جو ایمان لائے یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اللہ تعالیٰ ان کو اندھیروں سے، کفر، شرک اور برائی کے اندھیروں سے نکالتا ہے اِلَى النُّوْرِ نور کی طرف۔ یعنی نورِ ایمان، نورِ توحید، نورِ اسلام اور نورِ حق کی طرف وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اور وہ لوگ جو کافر ہیں اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ان کے ساتھی اور دوست طاغوت ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ ہے۔ جادوگر، بت، شیطان یہ سب ان کے ساتھی ہیں یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ وہ ان کو نکالتے ہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف۔ ایمان سے کفر کی طرف لے جاتے ہیں وہ کفر کی تبلیغ کرتے ہیں، عقیدے بگاڑتے ہیں، اخلاق بگاڑتے ہیں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہ لوگ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے مناظرہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس دور میں پیدا ہوئے اس دور میں ایک قوم تھی عمالقہ، یہ عملیق کی نسل سے تھے۔ اس وقت ان کا اقتدار تھا۔ نمرود ابن کنعان یہ اس وقت بادشاہ تھا اور ملک عراق تھا۔ جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے وہ اس ملک کا دارالخلافی تھا اور اس کا نام تھا کُوسیٰ بروزن طُوبیٰ۔ آج کے جغرافیہ میں اس شہر کا نام ہے اُر۔ آج وہ چھوٹا سا قصبہ معلوم ہوتا ہے مگر اس زمانے میں وہ دارالخلافہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد جن کا نام آزر تھا وہ اس وقت وزیر مذہبی امور تھے۔ جس جگہ بت خانہ بنانا ہوتا تھا یا جہاں کہیں بت رکھنے ہوتے تھے یا کہیں مجاور رکھنے ہوتے تھے، یہ ان کی ذمہ داری تھی یعنی یہ محکمہ ان کے سپرد تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی شان دیکھو کہ باپ بت بنانے

والوں میں ہے اور بیٹا بت گرانے والوں میں ہے۔ وہ بت ساز ہے اور یہ بت شکن ہے۔ باپ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، قوم کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے، وقت کے بادشاہ کے ساتھ الگ مناظرہ ہو رہا ہے۔ اس وقت اس گفتگو کا ہے جو نمرود ابن کنعان کے ساتھ ہوئی۔

اَلَمْ تَرَ کیا تجھے معلوم نہیں ہے اِلَى الَّذِیْ اس شخص کا واقعہ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ جس نے جھگڑا کیا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فِیْ رَبِّهٖٓ اس کے رب کے بارے میں یہ جھگڑا کرنے والا نمرود ابن کنعان جو اس وقت کا بادشاہ تھا۔ اور جھگڑا اس بات پر ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو رب تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی کہ تم رب تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل ہو جاؤ۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اس لیے اس نے جھگڑا کیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو ملک دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرتا نہ یہ کہ رب تعالیٰ کے بارے میں جھگڑا شروع کرتا۔

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے مفسر ہیں، ان کی تفسیر خازن مشہور ہے۔ اپنی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے چار بادشاہ ہوئے ہیں۔ اِثْنَانِ کَافِرَانِ وَاِثْنَانِ مُسْلِمَانِ، دو کافر تھے جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک نمرود ابن کنعان اور ایک بُخْتُ نَصَّرَ ایرانی، یہ مجوسی کافر تھا۔ اور دو مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں جن کا ساری دنیا پر اقتدار قائم ہوا۔ ایک حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا واقعہ قرآن پاک کے سولہویں پارے میں آتا ہے۔ اسکندر ابن فیلقوس اس کا نام تھا۔ ان کی جائے پیدائش مقدونیہ ہے جو یونان کے ملک میں ایک جگہ ہے۔ ان کا زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کے قریب قریب تھا۔ جو بڑے مومن اور موحد تھے۔

تو نمرود ابن کنعان بڑی عمر کا تھا۔ بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اتنی عمر ہو سکتی ہے۔ لیکن تھا بڑا ضدی اور ہٹ دھرم۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جھگڑا کیا تو اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ کہ میرا رب وہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ قَالَ اس نمرود نے کہا اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس نے اس طرح کیا کہ ایک مجرم جس کو ماتحت عدالتوں نے موت کی سزا دی تھی اور اب صرف بادشاہ کے پاس رحم کی اپیل باقی تھی۔ وہ کہنے لگا کہ دیکھو جی عدالتیں اس کو موت کی سزا دے چکی ہیں۔ میں اس کو رہا کرتا ہوں لہٰذا میں نے مُردے کو زندہ کر دیا اور ایک بے چارہ بے گناہ سامنے آیا۔ اس کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ کہنے لگا میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔

حالانکہ اُحْیٖ وَاُمِیْتُ کا یہ مفہوم نہیں تھا۔ بلکہ مفہوم تو یہ تھا کہ ظاہری کوئی سبب نہ ہو پھر وہ مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے۔ جس طرح اس نے سمجھا اس طرح تو گولی سے بھی آدمی مار دیتا ہے تو پھر معاذ اللہ یہ سارے خدا بن گئے۔ جیسے چور، ڈاکو، غنڈے یہ سب بدمعاش آدمیوں کو مارتے ہیں تو یہ سارے خدا بن گئے؟ موت وحیات کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی ظاہری سبب کے مارنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نمرود اسباب کی طرف چلا گیا۔ حضرت علیہ السلام ابراہیم بجائے اس کے کہ اس کو موت وحیات کا معنیٰ سمجھانے میں الجھتے بلکہ اس سے واضح دلیل کی طرف منتقل ہو گئے۔

قَالَ اِبْرٰھٖمُ فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ پس بے شک اللہ تعالیٰ لاتا ہے سورج کو مشرق کی طرف سے اور مغرب کی طرف لے جاتا

ہے۔ تو اگر خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ پس تو لا مغرب کی طرف سے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عُذر لنگ کا اس کو یہاں بھی موقع تھا کہ وہ کہہ سکتا تھا کہ یہ سورج جو مشرق کی طرف سے طلوع ہوتا ہے یہ تو روزانہ میں کرتا ہوں۔ اے ابراہیم! اگر تیرا کوئی رب ہے تو اس کو کہو کہ مغرب کی طرف سے لائے۔ لیکن وہ اگر ایسا کہتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کے لیے سورج مغرب کی طرف سے طلوع کر کے دکھا دیتا۔

اور ایک وقت آئے گا کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مطلع بالکل صاف ہوگا لوگ دیکھیں گے کہ صبح صادق نہیں ہو رہی۔ بڑے حیران ہوں گے کہ بادل بھی نہیں دھند بھی نہیں سورج طلوع نہیں ہو رہا۔ اس دوران سورض مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور اس کے بعد اگر کوئی ایمان لائے گا تو اس کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہوگی۔ یہ سورج دوپہر تک آئے گا پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تو پہلے کی طرح مشرق سے طلوع ہو کر اپنی تاخیر کو پورا کرلے۔ تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جتنا وقت درمیان میں گزرا ہوگا سورج اپنی تاخیر پوری کرے گا۔ اس کے بعد دنیا تقریباً ایک سو بیس سال رہے گی، پھر اسرافیل علیہ السلام صور پھونک دیں گے۔

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ پس حیران ہو گیا وہ شخص جو کافر تھا۔ ہمارے حضرت مرحوم مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ ہمارے مرشد اور پیر ہیں اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، بہت بلند پایہ بزرگوں میں سے تھے۔ وہ اپنی میانوالوی بولی میں ترجمہ فرمایا کرتے تھے فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ "پس کافر بھر دی دا پچّی تھی گیا۔"

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو قوم کفر وشرک پر ڈٹی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ زبردستی کسی کو ہدایت نہیں دیتا۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ

وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْىِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِىْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ ع ۳۵

اَوْ كَالَّذِىْ یا اس شخص کی طرح ہے مَرَّ جو گزرا عَلٰى قَرْيَةٍ ایک بستی کے پاس سے وَّهِىَ خَاوِيَةٌ اور وہ گری ہوئی تھی عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل قَالَ کہا اس نے اَنّٰى کس طرح يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ آباد کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے تباہ ہو جانے کے بعد فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ پس اس کو اللہ نے موت میں رکھا مِائَةَ

عَامٍ سوسال ثُمَّ بَعَثَهٗ پھراس کو زندہ کیا قَالَ فرمایا كَمْ

لَبِثْتَ کتنا عرصہ تم مرے رہے ہو قَالَ کہا اس نے لَبِثْتُ يَوْمًا

اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ مرا رہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا رب

تعالیٰ نے بَلْ لَّبِثْتَ بلکہ تو مرا رہا مِائَةَ عَامٍ سوسال فَانْظُرْ اِلٰى

طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی طرف وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی

چیز کی طرف لَمْ يَتَسَنَّهْ وہ متغیر نہیں ہوئی وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور

دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً اور تا کہ بنائیں ہم تجھے نشانی

لِّلنَّاسِ لوگوں کے لیے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ اور دیکھ ہڈیوں کی طرف

كَيْفَ نُنْشِزُهَا کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ہم

چڑھاتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ پس جب اچھی طرح

واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں

جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہر چیز پر

قادر ہے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ اور جس وقت فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ

اَرِنِيْ اے میرے رب تو مجھے دکھا كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى کس طرح تو

زندہ کرے گا مُردوں کو قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوَلَمْ تُؤْمِنْ

کیا تو ایمان نہیں لایا قَالَ بَلٰى فرمایا ہاں ایمان لایا ہوں وَلٰكِنْ

لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ اور لیکن تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے قَالَ فرمایا

رب تعالیٰ نے فَخُذْ پس پکڑ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ چار پرندے فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ پس ان کو مانوس کرلے اپنے ساتھ ثُمَّ اجْعَلْ پھر رکھ تو عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ ہر پہاڑ پر ان میں سے جُزْءًا حصہ ثُمَّ ادْعُهُنَّ پھر تم ان کو بلاؤ يَأْتِينَكَ سَعْيًا آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے وَاعْلَمْ اورتو جان لے اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ عَزِيزٌ حَكِيمٌ غالب ہے حکمت والا ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود ابن کنعان کا مکالمہ بیان فرمایا۔اور آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعے بیان فرمائے ہیں۔

صہیونیت کا معنیٰ :

پہلا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک پہاڑ ہے جس کا نام ہے صہیون ۔ آج کل اخبارات میں اس کا تلفظ غلط تحریر کیا جاتا ہے صیہون لکھتے ہیں پہلے ی پھر ہا۔قاموس وغیرہ میں تصریح ہے صہیون یعنی پہلے ہا ہے پھر یا ہے، بروزن فِرزَون ۔ یہ پہاڑ سمندر کی سطح سے تقریباً پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔جیسے ہمارے ہاں کوہ مری ہے۔اس پہاڑ پر شہر تھا بیت المقدس۔مُقدس اسم مفعول کے صیغے کے ساتھ بھی درست ہے اور مَقدِس بھی درست ہے۔جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں تصریح فرمائی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ :

یہ شہر بڑا مشہور اور مرکزی تھا اور کافی آبادی تھی۔ حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک سفر میں اس کے پاس سے گزرے۔ اس شہر کو بُختِ نَصَّر ایرانی نے جو بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا حملہ کر کے تباہ و برباد کر دیا تھا۔ تفسیر ابو سعود وغیرہ میں ہے کہ چالیس ہزار علماء جو تورات کے حافظ تھے ان کو قتل کر دیا۔ یہ چونکہ مجوسی تھا اس واسطے تورات کو ختم کر دیا۔ قتل وغارت کے ساتھ مکان بھی گرا دیئے، بالکل کھنڈرات بن گئے اور حضرت عُزیر علیہ السلام نے اس شہر کو بڑا آباد دیکھا تھا۔

(جیسے کوئٹہ پہلے بڑا اہم شہر ہوتا تھا۔ اکتیس مئی ۱۹۳۵ء میں جب وہاں زلزلہ آیا تو کوئٹہ تباہ ہو گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ تباہ و برباد ہو گئے۔ مجھے باسٹھ سال بعد پھر کوئٹہ جانا پڑا۔ میں نے غرق ہونے سے پہلے کوئٹہ دیکھا تھا۔ اب جب کہ دیکھا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ بارونق تھا۔)

اور اب حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا تو بالکل تباہ و برباد اور کھنڈر بن چکا تھا۔ عُزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار تھے اور کھانے کے لیے انجیر ان کے پاس تھی اور کچھ پھلوں سے نکلا ہوا جوس یعنی نبیذ بھی ان کے پاس تھی۔ جب وہاں سے گزرے اور شہر کی تباہی اور بربادی دیکھی تو حیران ہوئے اور تعجب کے ساتھ کہا کہ یہ شہر پھر آباد ہوگا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس کو پھر آباد کرے گا اور کس طرح کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو وفات دے دی۔ وہ سو سال مُردہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے پاس جو انجیر اور جوس تھا وہ سو سال تک خراب نہ ہوئے۔ حالانکہ تمام پھلوں میں جلدی خراب ہونے والا پھل انجیر ہے۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۔ اللہ تعالیٰ نے تین (انجیر) میں

بڑی خصوصیات رکھی ہیں۔ یہ معدے کو درست کرتا ہے، بواسیر کے لیے بڑا مفید ہے۔ خون کی اصلاح کے لیے بہت عمدہ ہے۔ گھٹنوں کے درد اور دیگر جسم کے دردوں کے لیے بڑا مفید ہے مگر زیادہ دیر رہ نہیں سکتا۔ البتہ لوگ خشک کر کے رکھتے ہیں اور جوس بھی زیادہ دیر صحیح نہیں رہتا خراب ہو جاتا ہے۔ اور گدھا مرا ہوا اور اس کی ہڈیاں بکھری پڑی تھیں حالانکہ گدھا زیادہ دیر زندہ رہ سکتا ہے مگر یہ رب تعالیٰ کی قدرت تھی جو چیز جلد خراب ہونے والی تھی وہ محفوظ اور جو دیر تک رہ سکتی ہے اس کی ہڈیاں بکھری پڑی ہیں۔

سو سال کے بعد جب رب تعالیٰ نے ان کو اُٹھایا تو فرمایا کہ تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو؟ تو فرمایا پروردگار! ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ یعنی اگر وہی دن ہے تو دن کا کچھ حصہ ہے اور اگر دوسرا دن ہے تو پھر مکمل دن ہے۔ قَالَ رب تعالیٰ نے فرمایا بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ دیکھو اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ اپنے انجیر کو اور جوس کو لَمْ يَتَسَنَّهْ ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور اپنے گدھے کو۔ تیرے سامنے ہم اس کی بکھری ہوئی ہڈیوں کو جوڑیں گے اور ان پر گوشت چڑھائیں گے، چمڑا چڑھائیں گے تیرا گدھا بن جائے گا۔

سو سال کے بعد جب واپس گئے تو جس شہر میں آباد تھے اس کا حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ ان کے پڑوس میں ایک عورت تھی وہ اس وقت جوان ہوتی تھی جس وقت حضرت عزیر علیہ السلام یہاں سے گئے تھے۔ اب وہ بوڑھی اور آنکھوں سے نابینا ہو گئی تھی۔ اور بے چاری کے گھٹنے، ٹخنے جُڑ (پتھرا) گئے تھے چل پھر نہیں سکتی تھی۔ اس بوڑھی کو بیٹھے دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا اَيْنَ بَيْتُ عُزَيْرٍ کہ عزیر علیہ السلام کا گھر کہاں ہے؟ تو اس نے کہا تم کون ہو؟ فرمایا میں عزیر ہوں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اُس نے کہا کہ عزیر اس وقت کہاں سے

آ گئے وہ تو کہیں فوت ہو گئے ہوں گے۔ فرمایا نہیں میں عزیر ہوں۔ بوڑھی کہنے لگے وہ تو بڑے مقبول الدعا تھے۔ اگر واقعی تو عزیر ہے تو میرے واسطے دعا کر کہ میری آنکھیں درست ہو جائیں تا کہ میں تجھے بھی دیکھوں اور دوسری چیزوں کو بھی دیکھوں اور میں اپاہج ہو گئی ہوا ُٹھ نہیں سکتی دعا کر کہ رب مجھے درست کر دے۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بوڑھی کی آنکھیں درست فرما دیں اور پاؤں بھی تندرست ہو گئے اور وہ چلنے پھرنے لگ گئی۔ وہ ان کو لے کر گئی کہ آؤ میں تمھیں تمھارا گھر دکھاتی ہوں۔ پہلے حضرت عزیر علیہ السلام کا گھر کنارے پر تھا مگر اب آبادی کے پھیل جانے کی وجہ سے درمیان میں آ گیا تھا۔ اس وقت حضرت عزیر علیہ السلام کا ایک بیٹا زندہ تھا۔ جس کی عمر ایک سو اٹھارہ سال تھی۔ پوتے پڑپوتے بھی بوڑھے ہو گئے تھے۔ اُس مائی نے دکھایا کہ یہ تمھارا گھر ہے۔ جب عزیر علیہ السلام اندر داخل ہونے لگے تو پوتے پڑپوتوں نے کہا کہ بابا کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا کہ میں اپنے گھر جا رہا ہوں۔ کہنے لگے واپس جا یہاں تیرا گھر کہاں سے آ گیا؟ اس بوڑھی نے کہا کہ تمھارا باپ ہے، دادا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بیٹے نے کہا کہ ہمیں باپ کی دو چیزیں یاد ہیں۔ ان کے بین الکتفین، دونوں کندھوں کے درمیان چاند کی طرح ایک نشان تھا اور دوسری چیز یہ ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔ چنانچہ ان کا کرتہ اُٹھایا گیا تو دونوں کندھوں کے درمیان چاند کا نشان موجود تھا۔ اور انھوں نے تورات کھول کر آپ علیہ السلام کے آگے رکھی کہ سنائیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ساری تورات سنا دی تو سب کو یقین آ گیا کہ واقعی حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔ اُن کے ان معجزوں کو دیکھ کر یہود نے ان کو رب کا بیٹا بنا دیا۔ **وَقَالَتِ الْيَهُودُ**

عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ "اور کہا یہود نے کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔" وہ اللہ تعالیٰ کے صاحب معجزات پیغمبر تھے۔ یہ ان کا ذکر ہے۔

اَوْ كَالَّذِيْ یا اس شخص کی مثال مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ جو گزرا ایک بستی کے پاس سے۔ وہ بیت المقدس کی بستی تھی وَّهِيَ خَاوِيَةٌ اور وہ بستی گری ہوئی تھی عَلٰى عُرُوْشِهَا اپنی چھتوں کے بل۔ وہ اس طرح کہ پہلے چھتیں گریں پھر ان کے اوپر دیواریں گریں قَالَ فرمایا اَنّٰى کس طرح يُحْيٖ زندہ کرے گا آباد کرے گا هٰذِهِ اللّٰهُ اس شہر کو اللہ تعالیٰ بَعْدَ مَوْتِهَا اس کے مر چکنے کے بعد یعنی تباہ ہونے کے بعد فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو مُردہ رکھا سو سال ثُمَّ بَعَثَهٗ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اُٹھایا قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا كَمْ لَبِثْتَ کتنا دیر تو ٹھہرا رہا قَالَ فرمانے لگے لَبِثْتُ يَوْمًا ٹھہرا میں ایک دن اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ یا دن کا کچھ حصہ قَالَ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ بلکہ تم ٹھہرے ہو موت کی حالت میں سو سال فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ پس دیکھ تو اپنے کھانے کی چیز کی طرف جو کہ انجیر کے دانے تھے وَشَرَابِكَ اور اپنے پینے کی چیز کی طرف، جو کہ جوس تھا لَمْ يَتَسَنَّهْ نہ کھانا متغیر ہوا اور نہ جوس خراب ہوا وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً اور تاکہ بنائیں ہم تجھے نشانی لِّلنَّاسِ لوگوں کے واسطے وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا اور دیکھ ہڈیوں کی طرف کیسے ہم ان کو جوڑتے ہیں ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا پھر ہم پہناتے ہیں ان ہڈیوں پر گوشت فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ پس جب اچھی طرح واضح ہوئی حقیقت اس کے سامنے قَالَ کہا اس نے اَعْلَمُ میں جانتا ہوں اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

دوسرا واقعہ: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ اور جب فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اَرِنِیْ تو مجھے دِکھا کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی تو کس طرح مُردوں کو زندہ کرے گا۔ یعنی مُردوں کو زندہ کرنے کی کیفیت کیا ہے؟ کَیْفَ کے لفظ ہیں قَالَ فرمایا اَوَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو ایمان نہیں لایا کہ میں مُردوں کو زندہ کیا کرتا ہوں قَالَ بَلٰی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے پروردگار! میرا ایمان ہے کہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے وَلٰکِنْ اور لیکن (کیفیت دیکھ کر) لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ تا کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔ نفسِ احیاءِ موتی کا تو مجھے یقین ہے لیکن کیفیت دیکھ کر مزید میں اطمینان اور تسلی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

قَالَ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ پس پکڑ لے تو چار پرندے فَصُرْھُنَّ اِلَیْکَ پس مانوس کر تو ان کو اپنے ساتھ۔ وہ چار پرندے کیا تھے؟ تفسیر بیضاوی، ابو السعود، معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ ایک مور تھا جس کو اپنے حسن پر بڑا گھمنڈ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی خوب صورت شکل بنائی ہے۔ پاؤں ذرا بدصورت سے ہوتے ہیں۔

❀ دوسرا ان میں سے مرغا تھا۔ اور مرغے میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔

❀ تیسرا ان میں سے غُراب (کوا) یہ خسیس الطبع ہوتا ہے۔ طبعی شرافت سے محروم ہوتا ہے۔

❀ چوتھا کبوتر تھا اور کبوتر اپنی مراد حاصل کرنے میں جلدی کرتا ہے۔ اور انسان انھی چیزوں سے مرکب ہے۔ شہوت اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھی ہے۔ اپنے حسن و جمال پر مغرور رہتا ہے۔ خسیس الطبع بھی ہے اِلَّا مَا شَآءَ اللہ، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی

دنیا میں موجود ہیں لیکن اکثر خسیس الطبع ہیں۔اور ہر آدمی اپنی مراد حاصل کرنے میں جلد بازی سے کام لیتا ہے۔تو یہ چار جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لیے اور اُن کو اپنے ساتھ مانوس کیا۔اور جانور بھی آدمی کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں۔طوطا دیکھو، مَینا دیکھو، انکو مانوس کرو تمھارے ساتھ بیٹھیں گے بلکہ تمھارے ہاتھ سے چیزیں چھین لیں گے۔

جب وہ مانوس ہو گئے جس وقت ان کو بلاتے وہ جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ جاتے۔تو فرمایا اب تو اِن جانوروں کو ذبح کر اور ان کے سر اپنے پاس رکھ لے اور باقی جو گوشت ہے اس کا قیمہ بنا اور اس قیمے میں ہڈیاں، پَر، ٹانگیں، ہر چیز ملا دے اور سب کا اکٹھا قیمہ بنانا ہے اور پھر قریب قریب جو پہاڑ ہیں وہ قیمہ شدہ گوشت تھوڑا تھوڑا کر کے رکھ دے سروں کے بغیر۔جب ابراہیم علیہ السلام نے رکھ دیا تو فرمایا اب تو ان کو بلا۔مثلاً: پہلے مرغ کو آواز دے کہ اے مرغ! آجا۔چونکہ سب کا گوشت کاٹ کاٹ کر اکٹھا قیمہ بنایا تھا تو انھوں نے دیکھا کہ فضا میں مرغ کا گوشت دوسروں سے الگ ہو کر مرغ کے سر کے ساتھ جڑ گیا۔اور رب نے اس میں جان ڈال دی۔وہ مرغا اسی طرح بولنے لگا جس طرح پہلے بولتا تھا۔

اسی طرح کوے کا گوشت بھی دوسروں سے الگ ہو کر اپنے سر کے ساتھ آملا۔اسی طرح مور کا گوشت مور کے سر کے ساتھ مل گیا اور وہ زندہ ہو گیا۔تو چاروں پرندے جس طرح پہلے تھے اسی طرح ہو گئے۔یہ ان تفسیروں کا خلاصہ ہے جو بیضاوی معالم التنزیل، مدارک،، ابوسعود وغیرہ میں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ اے ابراہیم علیہ السلام! پس تو پکڑ چار پرندے فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ پس تو ان کو اپنی طرف مانوس کر۔ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی

كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا پھر ذبح کر کے ان کو رکھ دے۔ آس پاس کی تمام پہاڑیوں پر ان کے ٹکڑے رکھ دے ثُمَّ ادْعُهُنَّ پھر تو ان کو بلا يَأْتِينَكَ سَعْيًا وہ زندہ ہو کر تیرے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ تو رب تعالیٰ نے کیفیت بیان فرمائی اِحیاءِ موتی کی۔ کیوں کہ نفس موتی کے احیاء پر تو یقین تھا مگر اس کی کیفیت نہ دیکھی تھی کہ اجزاء کس طرح جڑتے ہیں اور ان میں جان کس طرح ڈالی جاتی ہے۔ وہ سب کچھ آنکھوں کے ساتھ دیکھ لیا وَاعْلَمْ اور اے ابراہیم! جان لے اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ غالب بھی ہے حکمت والا بھی ہے۔ وہ جو چاہے کرے اُس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ
حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ
وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ
يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا
مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ
صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ
مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ
كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۗ
لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں

اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ

حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْۢبَتَتْ جس دانے نے اُگائے سَبْعَ

سَنَابِلَ سات خوشے فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ ہر خوشے میں مِّائَةُ حَبَّةٍ سو

دانے ہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ اور اللہ بڑھاتا ہے لِمَنْ يَّشَآءُ جس کے

لیے چاہے وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ کشائش کرنے والا ہے

عَلِیۡمٌ جاننے والا ہے اَلَّذِیۡنَ وہ لوگ یُنۡفِقُوۡنَ جو خرچ کرتے

ہیں اَمۡوَالَهُمۡ اپنے مال فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں

ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ پھر نہیں جتاتے اُس کے پیچھے مَاۤ اَنۡفَقُوۡا جو اُنھوں نے

خرچ کیا مَنًّا احسان وَّلَاۤ اَذًى نہ اذیت دیتے ہیں لَّهُمۡ

اَجۡرُهُمۡ ان کے واسطے ان کا اجر ہے عِنۡدَ رَبِّهِمۡ اُن کے رب کے

ہاں وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ

اور نہ وہ غم کریں گے قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ بات اچھی وَّمَغۡفِرَةٌ اور درگزر

کرنا خَيۡرٌ بہتر ہے مِّنۡ صَدَقَةٍ اس صدقے سے يَّتۡبَعُهَاۤ اَذًى

جس صدقے کے پیچھے دکھ اور اذیت ہو وَاللّٰهُ غَنِىٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پروا

ہے حَلِيۡمٌ تحمل کرنے والا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا اے وہ لوگو جو

ایمان لائے ہو لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ نہ باطل کرو اپنے صدقات کو

بِالۡمَنِّ احسان جتلا کر وَالۡاَذٰى اور اذیت پہنچا کر كَالَّذِىۡ اس

شخص کی طرح يُنۡفِقُ مَالَهٗ جو خرچ کرتا ہے اپنا مال رِئَآءَ النَّاسِ

لوگوں کو دکھانے کے لیے وَلَا يُؤۡمِنُ اور نہیں ایمان لاتا بِاللّٰهِ اللہ

تعالیٰ پر وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر فَمَثَلُهٗ پس اس کی

مثال كَمَثَلِ صَفۡوَانٍ جیسے مثال ہے ایک چٹان کی عَلَيۡهِ تُرَابٌ اس

چٹان پر مٹی ہے فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر زور کی بارش فَتَرَكَهٗ

صَلۡدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف لَا یَقۡدِرُوۡنَ نہیں قادر عَلٰی شَیۡءٍ کسی چیز پر مِّمَّا كَسَبُوۡا جو انھوں نے کمائی وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِیۡنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو کفر پر اڑی رہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی شرائط:

اس سے دو رکوع پہلے ذکر تھا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰكُمۡ "اے ایمان والو! خرچ کرو اس مال میں سے جو ہم نے تمھیں دیا ہے۔" اب مال کے قبول ہونے کی شرائط کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کچھ شرائط اس رکوع میں بیان ہوں گی اور کچھ اگلے رکوع میں۔ اے ایمان والو! جو مال تم خرچ کرتے ہو اس کے واسطے کچھ شرائط بھی ہیں۔ اگر وہ شرائط پائی گئیں تو پھر تمھارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں قبول ہوگا۔ ان تمام شرائط کا میں خلاصہ بیان کرتا ہوں۔ تمام اعمال کے لیے پہلی اور بنیادی شرط ایمان ہے۔ اگر ایمان ہے تو نماز بھی قبول ہے، خیرات بھی قبول ہے، روزہ اور حج بھی قبول ہے۔ غرضیکہ جو بھی نیکی کرو گے قبول ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایمان کی حالت میں جو بھی نیکی کرو گے قبول کروں گا۔ اگر ایمان نہیں تو کوئی نیکی قبول نہیں ہے۔

تیرھویں پارے میں رب تعالیٰ نے مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے مَثَلُ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِرَبِّهِمۡ اَعۡمَالُهُمۡ كَرَمَادِ اشۡتَدَّتۡ بِهِ الرِّیۡحُ فِیۡ یَوۡمٍ عَاصِفٍ [ابراہیم:۱۸] "جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا اُن کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے تو اُسے اُڑا کر لے جاتی ہے۔" کیوں کہ اس میں ٹھہرنے کی قوت نہیں ہے۔ اسی طرح کافروں کے اعمال ہیں کہ وہ ایمان کے بغیر راکھ کے ڈھیر کی طرح ہیں کیوں کہ کافر بھی اچھے کام کرتے ہیں۔ انھوں نے ہسپتال بنائے، سڑکیں اور

پُل بناتے ہیں یعنی رفاہِ عام کے کام وہ کرتے ہیں۔ بلکہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ مسلمان قوم سے بڑھ چڑھ کر کرتے ہیں۔ اس واسطے وہ کہتے تھے کہ ہم جو نیک کام کرتے ہیں کیا ہمیں ان کا اجر نہیں ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کفر کی حالت میں جو کام کرتے ہیں وہ راکھ کے ڈھیر کی مانند ہیں۔

تو اعمال کی بنیاد ایمان ہے اور ایمان میں جتنی قوت ہوگی عمل اُتنا ہی وزنی ہوگا۔ دوسری شرط ہے اخلاص۔ اگر عمل ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تو اس کا اجر ملے گا۔ اور اگر ریاکاری کے لیے ہے تو اس کے متعلق فرمایا كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ اس شخص کی طرح جس نے خرچ کیا لوگوں کو دکھانے کے لیے تو وہ برباد ہے اس کا کوئی اجر نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ تیسری شرط ہے اتباعِ سنت یعنی اگر عمل سنت کی پیروی میں ہوگا تو قبول ہوگا اور اگر ظاہری طور پر عمل اچھا نظر آتا ہے مگر سنت کی مہر نہیں لگی ہوئی تو وہ برباد اور بے کار ہے۔ ایمان، اخلاص اور اتباعِ سنت۔ اگر یہ تین شرطیں موجود ہیں تو اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہیں۔ پھر آگے مال کے لیے یہ شرط بھی آئے گی کہ حلال اور طیب بھی ہو۔ کیوں کہ حرام کے مال کا صدقہ خیرات قبول نہیں ہے۔ اس مقام پر ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِیْنَ ان لوگوں کے خرچ کرنے کی مثال یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔ عام حالات میں ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس نے نیکی کی پس اس کو دس گنا اجر ملے گا۔ مثلاً: ایک مرتبہ کہتا ہے سبحان اللہ! تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی دس نیکیاں لکھی گئیں۔ اسی طرح ایک مرتبہ کسی مسلمان بھائی کو کہتا ہے السلام علیکم! دس نیکیاں مل گئیں یا سلام کا جواب دیتا ہے وعلیکم السلام! اللہ تعالیٰ کے

فضل وکرم سے دس نیکیاں مل گئیں اور فی سبیل اللہ کی مد میں ادنیٰ نیکیاں سات سو گنا ہیں اور فی سبیل اللہ کی کافی مدات ہیں۔

پہلے نمبر کی مد علم دین حاصل کرنا ہے۔ جو حضرات دین کا علم حاصل کرتے ہیں یعنی طالب العلم ہیں ان پر خرچ کرنے والے کو ایک پیسہ کا سات سو پیسہ اور ایک روپیہ کا سات سو روپیہ کے حساب سے ملے گا۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے زیادہ جس کو چاہے رب تعالیٰ دے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص علم حاصل کرنے کے لیے ایک قدم بھی رکھے گا تو اس کو سات سو نیکیاں ملیں گی۔ مثال کے طور پر تم صبح گھر سے چلے ہو یہ ارادہ لے کر کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم نے قرآن پاک کا یا حدیث شریف کا درس سننا ہے۔ کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ تو ایک ایک قدم پر سات سات سو نیکیاں ہیں اور قدم دونوں طرف کے شمار ہوں گے۔ یعنی آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔ اور اگر کسی شخص نے کرایہ خرچ کیا ہے یا سکوٹر وغیرہ میں تیل ڈلوایا ہے تو جتنا خرچ کیا ہے ایک روپے کے سات سو روپے کے حساب سے ملے گا۔

فی سبیل اللہ کی دوسری مد تبلیغ دین ہے۔ یعنی دین کی تبلیغ کے لیے نکلنا۔ تو وہ لوگ جو دین کی تبلیغ کر رہے ہیں ان کا سفر اور ان کا پیسہ خرچ کرنا یا ان پر پیسہ خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ فی سبیل اللہ کی تیسری مد جہاد ہے۔ اِعلاء کلمۃ اللہ کے لیے کافروں سے لڑنا۔ اور جہاد بھی اسلام کا جزء ہے۔ جس طرح تبلیغ ایک شعبہ ہے اسی طرح جہاد بھی ایک شعبہ ہے۔ فی سبیل اللہ کی چوتھی مد باطل کی تردید کے لیے تحریر کرنا ہے یعنی جہاد بالقلم۔ اسی طرح جو لوگ دین کی حمایت میں چندہ دیتے ہیں وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔ اسی طرح جو حاجی حج کے لیے جا رہا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں

ہیں۔ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق جو آدمی جمعہ پڑھنے کے لیے جاتا ہے اس کے قدم بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہیں۔ اسی طرح وہ شخص جو جائز کمائی کے لیے گھر سے نکلتا ہے چاہے وہ تجارت کرتا ہے، زراعت کرتا ہے، ملازمت کرتا ہے یا مزدوری کرتا ہے بشرطیکہ کام جائز ہو اور عقیدہ بھی صحیح ہو اور نماز روزے کا بھی پابند ہو تو اس کا جو قدم ہوگا وہ بھی فی سبیل اللہ کی مد میں ہے۔

تو فرمایا مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مالوں کو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں كَمَثَلِ حَبَّةٍ جیسے مثال ہے دانے کی اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ اُگاتا ہے وہ دانہ سات خوشے۔ سَنَابِلَ جمع ہے سُنْۢبُلَةٌ کی، خوشہ۔ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ہر خوشے کے ساتھ سو دانے ہیں۔ ہم نے پہاڑی علاقوں میں مکئی کو دیکھا ہے۔ بسا اوقات ایک ایک پودے کے ساتھ سات سات، آٹھ آٹھ خوشے بھی لگے ہوتے ہیں اور ایک ایک خوشے سے سو سو سے زیادہ دانے بھی نکلتے ہیں۔ تو کسان نے زمین میں ایک دانہ ڈالا ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے جو پودا اُگایا ہے اس کے سات خوشے لگے ہوتے ہیں اور ہر خوشے میں سو سو دانے ہیں۔ تو جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کو اسی طرح سمجھو کہ جو بھی نیکی کرے گا وہ سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے اور اسی پر بس نہیں وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اس سے بڑھا دے وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے عَلِيْمٌ سب کچھ جاننے والا ہے۔ اس سے زیادہ علم کس کے پاس ہے۔

صدقہ کے بعض احکام :

آگے صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط کا ذکر ہے۔ ایمان، اخلاص، اتباع سنت یہ شرطیں ہیں قبولیت کی۔ اور صدقات کو باقی رکھنے کی شرائط یہ ہیں۔ اور یہ شرائط بڑی سمجھنے والی ہیں اور یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ پھر پیچھے نہ لگائے مَآ اس چیز کے اَنْفَقُوْا جو انھوں نے خرچ کی مَنًّا احسان۔ یعنی احسان نہیں جتلاتے کہ میں نے تیرے ساتھ یہ بھلائی کی ہے وَّلَآ اَذًى اور نہ اذیت دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے خاصی رقم اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی شخص کو دے دی۔ اگر اس شخص نے یہ نیکی ایمان، اخلاص اور اتباع سنت کے ساتھ کی ہے تو اسے امید رکھنی چاہیے کہ اسے اجر ملے گا۔ لیکن ایک ماہ گزرنے کے بعد یا پانچ سال کے بعد یا دس سال کے بعد یا بیس سال کے بعد یا پچاس سال کے بعد اس نے اس کو احسان جتایا کہ میں نے تجھے فلاں وقت اتنی رقم دی تھی، نیکی ضائع ہو گئی۔ اور اس احسان جتانے کا گناہ الگ ہے۔ چاہے پہلے دن احسان جتلائے یا سو سال بعد جتلائے۔

اور دوسری چیز ہے اذیت دینا۔ اور اذیت دینا یہ ہے کہ مثال کے طور پر کسی آدمی نے جس پر احسان کیا ہے اُس نے کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف کر دی اور اس نے کہا میرا کھانے والے میرے سامنے باتیں کرتا ہے اور بولتا ہے۔ تو ایسا کرنے سے اس کے صدقے کا اجر بالکل باطل ہو گیا۔ یا ویسے اس کو حقیر سمجھے کہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے کہ جس میں اس کی حقارت اور ذلت ہو۔ کیوں کہ اذیت قولی بھی ہوتی ہے اور فعلی

بھی۔

تو جو نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے اُن کے رب کے پاس وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اچھی بات وَّ مَغْفِرَةٌ اور درگزر کر دینا خَيْرٌ بہتر ہے مِّنْ صَدَقَةٍ اس صدقے سے يَّتْبَعُهَآ اَذًى کہ جس کے پیچھے اذیت دی جائے۔ مثال کے طور پر کسی آدمی نے کسی کو پانچ دس روپے دیئے اور دینے کے بعد اسے کوستا ہے ذلیل کرتا ہے کہ تو موٹا تازہ، ہٹا کٹا ہے مانگتا پھرتا ہے۔ تو دینے کے بعد ایسے الفاظ کہنے سے بہتر ہے کہ دینے سے پہلے کہہ دے بابا معاف کر۔ اور اگر مقصد سمجھانا ہے تو پہلے سمجھائے کہ بھائی جی! تم اچھے بھلے ہو آنکھیں تمھاری صحیح ہیں، ہاتھ پاؤں تمھارے درست ہیں، صحت مند ہو، مانگنا اچھی عادت نہیں۔ دینے کے بعد اذیت نہ پہنچاؤ کہ اس طرح صدقہ بھی باطل ہو گیا اور اس کی دل آزاری کا گناہ الگ ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے کہ وہ تمھارے صدقات کا محتاج نہیں ہے حَلِيْمٌ حوصلے والا ہے کہ اگر تمھیں فوری طور پر سزا نہیں دیتا تو وجہ یہ ہے کہ تحمل والا ہے، جلد باز نہیں ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ نہ ضائع کرو اپنے صدقات کو بِالْمَنِّ احسان جتلا کر وَالْاَذٰى اور اذیت دے کر۔ تو یہ نص قطعی واضح کر رہی ہے کہ صدقہ کرنے کے بعد احسان جتلائے گا یا اذیت پہنچائے گا تو صدقہ ضائع ہو جائے گا كَالَّذِيْ اس شخص کی طرح (اپنے صدقات کو باطل نہ کرو) يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو

دکھانے کے لیے وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ اور نہیں ایمان لاتا اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر۔ یعنی جس طرح اس شخص کے صدقات باطل ہیں جو ریا اور دکھاوے کے طور پر خرچ کرتا ہے اُسی طرح تم اپنے صدقات، احسان اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔ سبق کے طور پر بات کو یاد رکھنا کہ جس کے ساتھ تم نے نیکی کی ہے اگر وہ بعد میں بگڑ بھی جائے۔ (کیوں کہ ہم نے ایسے دیکھے ہیں کہ جن کی پرورش ہوتی ہے لیکن بعد میں بگڑ جاتے ہیں۔) تو تم نے اس پر جو نیکی کی ہے وہ یاد نہیں کرانی کیوں کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی۔ مثلاً: کسی ایسے شخص کو جس کی پرورش تم نے کی ہے یہ کہو کہ آج تو باتیں کرتا ہے حالانکہ ہمارا ہی کھا کے تو جوان ہوا ہے۔ بس اتنے الفاظ سے صدقہ باطل ہو گیا۔

آگے اللہ تعالیٰ ایک مثال کے ذریعے سمجھانا چاہتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ ایک بہت بڑی چٹان ہے اور اس پر کافی مٹی پڑی ہوئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مٹی میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس میں چیزیں اُگتی ہیں۔ کسی آدمی نے اس مٹی میں کوئی چیز کاشت کی پھر بارش ہوئی وہ اُگ گئی اب اُمید تھی کہ سبزی کھائیں گے فصل کاٹیں گے اور فائدہ ہوگا، لیکن بعد میں اتنی زور کی بارش ہوئی کہ چٹان پر جو مٹی تھی اس کو بہا کر لے گئی۔ تو جب مٹی ہی نہ رہی تو فصل کہاں رہی؟ پس وہ چٹان صاف ہو گئی۔ اسی طرح تم صدقہ خیرات کرتے ہو اور اس میں اخلاص نہیں محض دکھاوا ہے تو اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک چٹان ہے اور اس پر مٹی ہے اور اس میں تم نے سبزی وغیرہ کاشت کی ہے پھر احسان جتانے کی اور اذیت پہنچانے کی بارش آئی اور سب کچھ ضائع ہو گیا۔ یعنی وہ فصل جو صدقہ و خیرات کی صورت میں کاشت کی تھی وہ ضائع ہو گئی تمھارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

فرمایا فَمَثَلُهٗ پس مثال اس احسان جتلانے والے اور اذیت دینے والے کی ایسے ہی ہے کَمَثَلِ صَفْوَانٍ جیسے مثال ہے چٹان کی عَلَيْهِ تُرَابٌ اس پر مٹی ہے اوراس میں چیزیں ہیں فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ پس پہنچی اس پر موسلا دھار بارش فَتَرَكَهٗ صَلْدًا پس چھوڑ دیا اس چٹان کو صاف، ساری مٹی بہا کر لے گئی۔ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا نہ قادر ہوئے وہ کسی شے پر اس میں سے جو انھوں نے کمایا ہے۔ تو جس طرح اس شخص کی محنت ضائع ہوگئی اسی طرح تم نیکی (صدقہ وخیرات) کرنے کے بعد احسان جتلاؤ گے یا اذیت پہنچاؤ گے تو تمھاری نیکی ضائع ہو جائے گی وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ جبراً ہدایت نہیں دیتا کافر قوم کو اس نے انسانوں کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ۙۖ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ وَمَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال ان لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل

کرنے کے لیے وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے
كَمَثَلِ جَنَّةٍ اس باغ کی طرح ہے بِرَبْوَةٍ جو بلندی پر واقع ہے
اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ پس
وہ اپنا پھل دُگنا دے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ پس اگر نہ پہنچے اس کو زور کی
بارش فَطَلٌّ تو پھوار ہی اس کے لیے کار آمد ہوگی وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ جو کچھ تم کرتے ہو خوب دیکھتا ہے اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ
کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس
کا باغ مِّنْ نَّخِيْلٍ کھجوروں کا وَّاَعْنَابٍ اور انگوروں کا تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ
اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ اور ہو اس کی اولاد
ضُعَفَآءُ کمزور فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيْهِ نَارٌ
اس میں آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ پس وہ بگولا اس کو جلا دے گا كَذٰلِكَ
اسی طرح يُبَيِّنُ اللّٰهُ بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ لَكُمُ تمھارے
واسطے الْاٰيٰتِ احکامات لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ تم غور و فکر کرو
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم
مِنْ طَيِّبٰتِ پاکیزہ چیزیں مَا كَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں وَمِمَّآ

25

اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ اور اس میں جو ہم نے تمھارے لیے نکالی ہے مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے وَلَا تَيَمَّمُوا الۡخَبِيۡثَ مِنۡهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس سے تُنۡفِقُوۡنَ کہ خرچ کرو تم وَلَسۡتُمۡ بِاٰخِذِيۡهِ اور تم خود اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہو اِلَّاۤ اَنۡ تُغۡمِضُوۡا فِيۡهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کرلو وَاعۡلَمُوۡۤا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ غَنِىٌّ بے پروا ہے حَمِيۡدٌ تعریفوں والا ہے اَلشَّيۡطٰنُ يَعِدُكُمُ شیطان تمھیں ڈراتا ہے الۡفَقۡرَ غربت سے وَيَاۡمُرُكُمۡ بِالۡفَحۡشَآءِ اور تمھیں حکم دیتا ہے برائی کا وَاللّٰهُ يَعِدُكُمۡ مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا اپنی طرف سے وَفَضۡلًا اور فضل کا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے عَلِيۡمٌ جاننے والا ہے يُّؤۡتِى الۡحِكۡمَةَ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت کرتا ہے مَنۡ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ اور جس کو حکمت اور دانائی ملی فَقَدۡ اُوۡتِىَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا پس تحقیق دی گئی اس کو زیادہ بھلائی وَمَا يَذَّكَّرُ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ مگر عقل مند وَمَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو مِّنۡ نَّفَقَةٍ کوئی بھی خرچہ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ یا کوئی نذر مانتے ہو نذر ماننا فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک اللہ تعالیٰ يَعۡلَمُهٗ اس کو جانتا ہے وَمَا اور نہیں ہے لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ظالموں کا کوئی مددگار۔

اس سے پہلی آیات میں ان لوگوں کا ذکر تھا جو مال کو ریا کاری کے طور پر خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ اور اب ان کا ذکر ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

فرمایا وَمَثَلُ الَّذِيْنَ اور مثال اُن لوگوں کی يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اصل مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا وہ ہر چیز سے محروم ہو گیا۔ تو فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال خرچ کرتے ہیں وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اور اپنے دلوں کی پختگی کے لیے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ ساتھ ان کا مقصد اصلاحِ نفس بھی ہوتا ہے تاکہ دل انفاق فی سبیل اللہ اور نیکی کے دوسرے کاموں پر ثابت قدم رہے اور ان کے دلوں سے بخل کا مادہ دور ہو جائے۔ فرمایا ایسے لوگوں کی مثال كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اس باغ جیسی ہے جو اُونچی جگہ پر واقع ہو اَصَابَهَا وَابِلٌ پہنچے اس کو موسلا دھار بارش فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ تو وہ دُگنا پھل دے فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ پس اگر تیز بارش نہ پہنچے تو پھوار بھی اس کے لیے کارآمد ہوگی۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ یہاں پر تیز بارش سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص فیاضی کا خوب مظاہرہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھل کر خرچ کرتا ہے تو اس مثال کے مطابق وہ کئی گنا زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے۔ اور معمولی بارش یعنی تھوڑی مقدار میں خرچ کرتا ہے تو اس کی کامیابی کے لیے وہ بھی کافی ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت درست ہو یعنی احسان جتلانے، اذیت دینے اور ریا سے پاک ہو۔ نیت بمنزلہ زمین کے ہے۔

اگر زمین زرخیز ہے یعنی نیت درست ہے تو تھوڑا خرچ کرنا بھی اس کے لیے مفید ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَخْلِصْ فِیْ دِیْنِكَ یَكْفِیْكَ قَلِیْلٌ مِّنَ الْعَمَلِ "اپنے دین میں اخلاص پیدا کرلو تو تھوڑا عمل بھی کفایت کرے گا۔" لہٰذا نیکی کے ہر کام میں رضائے الٰہی پیش نظر ہونی چاہیے۔ قبولیت کا یہی معیار ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھ رہا ہے۔ وہ تمھارے کسی عمل سے غافل نہیں ہے تمھارے دلوں کے حالات اور نیت سے واقف ہے۔

بخل اور ریاکاری کا نتیجہ:

کسی متوقع نعمت کے ضائع ہو جانے پر کس قدر پریشانی ہوتی ہے اس کی وضاحت چٹان والی مثال میں ہو چکی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ اس قسم کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں جس میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہی پر انحصار ہو اور وہ ضائع ہو جائے تو انسان کو کس قدر دکھ ہوتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص نیکی کا کام کرنے کے باوجود بعض وجوہ کی بنا پر اس کے اجر و ثواب سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کے لیے کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔

فرمایا اَیَوَدُّ اَحَدُكُمْ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ یہ کہ ہو اس کے لیے ایک باغ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ کھجوروں اور انگوروں کا۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بہتی ہوں گی اس کے نیچے نہریں لَهٗ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اس کے واسطے اس باغ میں ہر طرح کے پھل موجود ہوں وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ اور پہنچ جائے اس کے مالک کو بڑھاپا وَلَهٗ ذُرِّیَّةٌ ضُعَفَآءُ اور اس کی اولاد

کمزور ہو۔ یعنی اس کے لیے اور کوئی ذریعہ معاش بھی نہ ہو اور ایسی حالت میں فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ پس پہنچے اس باغ کو بگولا فِيْهِ نَارٌ اس میں آگ ہو فَاحْتَرَقَتْ پس وہ آگ کا بگولا اس کو جلا کر راکھ کر دے تو اندازہ کیجیے ایسی صورت میں اس باغ کے مالک کی کیا حالت ہوگی کہ یہی باغ اس کا ذریعہ معاش تھا اور یہی باغ اس کی کل پونجی تھی۔ جس پر اس کا اور اس کی اولاد کا انحصار تھا۔ جب یہی سارا جل کر راکھ ہو گیا تو وہ کس طرح ہر چیز سے محروم ہو گیا۔ فرمایا احسان جتلانے والے، ایذا پہنچانے والے اور ریا کاری کے لیے خرچ کرنے والے کی حالت بھی قیامت کے دن ایسی ہوگی۔ جس طرح وہ باغ اپنے مالک کا بڑھاپے کا سہارا تھا اسی طرح یہ شخص اپنے خرچ کردہ مال کے اجر و ثواب کی امید لگائے بیٹھا تھا مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو ایسا شخص اسی طرح ثواب سے محروم ہو جائے گا جس طرح باغ کا مالک باغ کے جل جانے کے بعد اس کے پھلوں سے محروم ہو گیا۔ اور وہاں پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

فرمایا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۔ اسی طرح بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے احکامات لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ تم غور و فکر کرو اور اچھی اور بری چیز کا امتیاز کر سکو۔ صدقات کے باقی رہنے کے متعلق تین شرائط کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کسی کو خیرات دے کر نہ تو اس پر احسان جتلایا جائے، نہ اسے تکلیف پہنچائی جائے اور نہ خرچ کرتے وقت ریا کاری کا عنصر شامل ہو۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں پاک مال خرچ کرو :

آج کے درس میں باقی رہنے کی چوتھی شرط مال کی پاکیزگی کا بیان ہے۔ فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اَنْفِقُوْا خرچ کرو تم مِنْ طَيِّبٰتِ

پاکیزہ چیزیں مَا کَسَبْتُمْ وہ جو تم نے کمائی ہیں۔ گویا قبولیت صدقہ کے لیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ صاف ستھری اور بہتر چیز اللہ کے راستے میں دی جائے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ نے طَیِّبٰتِ کی تفصیل میں دو چیزیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مال حلال ہو۔ حرام مال سے ادا کردہ صدقہ قابل قبول نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص چوری، ڈاکا یا رشوت کا مال صدقہ کرتا ہے تو وہ بارگاہِ ایزدی میں کیسے قبول ہوگا؟ بلکہ ایسا کرنے سے اُلٹا گنہ گار ہوگا۔ مسند احمد کی روایت میں ہے جو شخص حرام کمائی کی خوراک کھائے یا لباس پہنے گا نہ اس کی عبادت قبول ہوگی اور نہ اس کا صدقہ خیرات قبول ہوگا۔

طَیِّبٰتِ کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز تم اللہ تعالیٰ کے راست میں خرچ کرو وہ اعلیٰ اور بہتر ہو، نکمی اور ردی نہ ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اچھی چیز اپنے لیے رکھ لی جائے اور کمتر چیز صدقات خیرات میں دی جائے۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو کھجور کے اچھے گچھے اپنے واسطے محفوظ کر لیتے ہیں اور نکمے گچھے اصحابِ صفہ کے لیے لٹکا دیتے ہیں۔ جب تم خود ردی چیز کو پسند نہیں کرتے تو اللہ اسے کیسے پسند کرے گا۔ لہٰذا زکوٰۃ، صدقات میں بہتر اور اچھی چیز دینی چاہیے نہ کہ گھٹیا۔ کیوں کہ دینے والا تو وہ خود ہی ہے براہِ راست محنت کر کے کمانے کے علاوہ ایک ذریعہ آمدنی زرعی پیداوار بھی ہے۔ آگے اس کے متعلق فرمایا کہ اس میں سے خرچ کرو۔

وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ اور اس میں سے بھی خرچ کرو جو ہم نے تمھارے لیے زمین سے نکالا۔ مثلاً: گندم، جو، چاول، مکئی، باجرہ، دالیں اور جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں عشر آئے گا۔ تو وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ سے مراد صرف فصلیں اور پھل ہی نہیں ہیں بلکہ یہ حکم سب چیزوں کے لیے ہے۔ مثلاً:

پیاز، لہسن، گوبھی، آلو، مرچ، غرضیکہ جو چیز بھی زمین سے حاصل ہوتی ہے۔ اس سے عشر نکالنا پڑے گا۔ مثلاً: اگر کوئی چیز دس کلو نکلی ہے تو ایک کلو دینا پڑے گا۔ دس پیازوں میں سے ایک پیاز دینا پڑے گا، دس مرچوں میں سے ایک مرچ دینی پڑے گی، اگرچہ یہ چیزیں کسی نے گھر ہی میں کیوں نہ لگائی ہوں ان میں سے بھی عشر دینا پڑے گا۔ کیوں کہ قرآن پاک کے الفاظ ہیں: وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ اور اس سے جو کچھ ہم نے تمھارے لیے نکالی ہے، پیدا کی ہے مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے۔ تو جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے اس میں باقاعدہ عشر ہے۔ البتہ اس مد میں دو حصے ہیں، بارانی زمین یعنی جو زمین مالک کی مشقت کے بغیر سیراب ہوتی ہے اس میں دسواں حصہ ہے اور اگر ٹیوب ویل، نہر یا نلکے کے ذریعے پانی دیا گیا ہے تو بیسواں حصہ ہے۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ اور نہ ارادہ کرو ادنیٰ چیز کا اس کمائی میں سے۔ وہ کمائی تجارت کے ذریعہ ہے یا کھیتی باڑی کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ناقص چیز نہ دو تُنْفِقُوْنَ خرچ کرو وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اور خود تم اس کو لینے کے لیے تیار نہیں ہو اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ مگر یہ کہ تم آنکھیں بند کر لو یعنی اگر تم چشم پوشی کر لو تو الگ بات ہے لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں دو تو بیکار اور ناقص چیز نہ دو وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ بے شک اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے تمھارے صدقے خیرات کا محتاج نہیں ہے۔ ساری کائنات کا خالق مالک ہے اس کے خزانے بڑے وسیع ہیں حَمِيْدٌ قابل تعریف ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ فِيْ حَدِّ ذَاتِهٖ قابل تعریف ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ [بنی اسرائیل: ۴۴] "اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کرتی ہو۔" کوئی زبانِ حال سے تعریف کرتی ہے اور کوئی زبان قال سے۔

تو اللہ تعالیٰ تمھاری تعریفوں کا محتاج نہیں ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ شیطان تمھیں غربت سے ڈراتا ہے۔ یعنی جب تم زکوٰۃ اور عشر دیتے ہو یا عام صدقہ خیرات کرتے ہو تو شیطان تمھارے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ مال کم ہو جائے گا اور فقیر ہو جاؤ گے۔ یہ کام وہی کرے گا جس کا ایمان کامل ہوگا یعنی زکوٰۃ بھی دے گا، عشر بھی نکالے گا اور اللہ تعالیٰ کے جتنے حقوق ہیں ادا کرے گا۔ اس پر شیطان کا کوئی اثر نہیں ہوگا وَیَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ اور تمھیں حکم دیتا ہے بُرائی کا۔ بُرے کاموں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔

دیکھو! لوگ شادیاں کرتے ہیں ان میں بینڈ باجے ہوتے ہیں، ڈھول تماشے ہوتے، ضرورت سے زیادہ روشنی ہوتی ہے، مرچوں اور قمقموں سے گلیاں سجائی جاتی ہیں۔ یہ سب تبذیر (فضول خرچی) ہے۔ اور قرآن کریم میں ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ [بنی اسرائیل: ۲۷] "بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔" پھر عام رواج ہونے کی وجہ سے ان کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا۔ کہتے ہیں کہ جی خوشی کا موقع ہے۔

تین چار دن ہو گئے ہیں میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ اوکاڑہ کے علاقہ میں ایک بوڑھی عورت فوت ہو گئی۔ اُس کے تیجے پر فیصل آباد سے بھانڈ منگوا کر بھنگڑا ڈلوایا گیا اور اس کا ثواب اُس مائی کو پہنچایا گیا۔ یہ مسلمانوں کے کارنامے ہیں۔ اسی طرح آج سے چند سال پہلے اسی علاقے میں ایک بوڑھا بابا فوت ہوا۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے جنازے کے ساتھ بھنگڑا ڈالنے والے اور ناچنے والے ضرور ہوں۔ یعنی میرا جنازہ ڈھول کی تھاپ اور بھنگڑے کے ساتھ جائے۔ (حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ ان

شاء اللہ بابے کو فائدہ دیں گے۔)

مسلمانوں کا ذہن گندہ ہو گیا کہ خدا پناہ! ہندوؤں اور سکھوں والی ساری رسمیں چھلانگیں لگا کر ان میں آ گئی ہیں وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہے مغفرت کا مِنْهُ اپنی طرف سے وَفَضْلًا اور فضل کا یعنی اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرے گا۔

یاد رکھنا! استاد کے بغیر بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں وہ یہ کہ جن کو تھوڑی بہت سمجھ ہے ان کے دل میں ضرور یہ بات آئی ہو گی کہ پہلے يَعِدُ کا معنیٰ کیا ڈرانے کا اور دوسرے يَعِدُ کا معنیٰ کیا ہے وعدے کا۔ جب کہ لفظ ایک جیسے ہیں۔ تو یاد رکھنا! گرائمر کے بغیر قرآن شریف صحیح معنیٰ میں سمجھ آ ہی نہیں سکتا۔ باقی طوطے والی رٹ تو ہو سکتی ہے۔

علم صرف والے فرماتے ہیں کہ مصدر بدلنے سے باب کا معنیٰ بدل جاتا ہے۔ تو اگر وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر وَعِيْدٌ آئے تو معنیٰ ہو گا ڈرانا۔ اور اگر وَعَدَ يَعِدُ کا مصدر وَعْدًا آئے تو اس کا معنیٰ ہو گا وعدہ کرنا۔ تو پہلا يَعِدُ وَعِيْد سے اور دوسرا يَعِدُ وَعْدًا سے ہے۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا ہے جاننے والا ہے۔

حکمت کا معنیٰ:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ حکمت عنایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

حکمت کا معنیٰ اہل علم بیان کرتے ہیں اَلْعِلْمُ النَّافِعُ اَلْمُؤَدِّيْ اِلَى الْعَمَلِ "ایسا نافع علم جو عمل تک پہنچائے۔" یعنی ایسا نافع علم کہ جس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ ایک خالی علم

ہے کہ چیزوں کی معلومات ہیں مگر عمل نہیں ہے اس کو حکمت نہیں کہتے۔

فرمایا وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا اور جس کو حکمت اور دانائی ملی یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم نافع دیا اور علم پر عمل کی بھی توفیق عطا فرمائی تو اس کو بہت بڑی خیر مل گئی وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل مند یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے صحیح عقل دی ہے نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں پتھر کو جونک نہیں لگتی۔ اسی طرح نادان آدمی پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہے۔ آنے والی بات کو اچھی طرح سمجھنا۔

وَمَآ اَنْفَقْتُمْ اور جو چیز بھی تم خرچ کرتے ہو مِّنْ نَّفَقَۃٍ کوئی بھی خرچہ۔ وہ چاہے تم جائز طریقے پر کرو یا ناجائز طریقے پر کرو اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ یا کوئی نذر مانو نذر ماننا۔ تو یاد رکھنا! فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ تم جو خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جس نیت کے ساتھ خرچ کرتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے اور جس مال سے کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے۔ اور جو نذر تم مانتے ہو رب اس کو بھی جانتا ہے۔

نذر و منت کے بعض احکام :

نذر کا معنیٰ سمجھ لو۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَلنَّذْرُ لَا یَاْتِیْ اِبْنَ اٰدَمَ بِشَیْءٍ نذر ماننا اچھی شے نہیں ہے۔ نذر یہ ہے کہ بیمار آدمی نذر مانتا ہے کہ اگر میں صحت یاب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے راستے میں دیگ دوں گا یا کوئی مقدمے میں پریشان ہے اور کہتا ہے کہ اگر مجھے مقدمہ میں کامیابی نصیب ہوئی تو دس آدمیوں کو کھانا کھلاؤں گا یا یہ کہتا ہے کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہو گیا تو اتنے روزے رکھوں گا یا کہتا ہے کہ اگر تجارت میں نفع

ہوا تو پانچ سو روپے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دوں گا، اس کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ اس لیے کہ اس میں ایک قسم کی سودا بازی ہے اور مومن کامل تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے یا نہ کرے تُو اُس کا بندہ ہے کر۔

لیکن اگر کسی نے نذر مانی اور اس کا کام ہو گیا تو نذر کا پورا کرنا واجب ہے اور نذر کے مال کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ یعنی مال دار نہیں کھا سکتا، کافر نہیں کھا سکتا، سید نہیں کھا سکتا۔ جو لوگ نذر کی دیگ محلے میں تقسیم کرتے ہیں نادانی کرتے ہیں۔ اس طرح سر سے ذمہ نہیں اُترتا۔ اس کے لیے مستحق لوگوں کو تلاش کر کے کھلانا پڑے گا۔ بلکہ مسئلہ یہ ہے اگر دیگ کا نمک مسالا چکھنا ہے تو اس کو نگل نہیں سکتا تھوک دے۔ اگر مال دار کھائیں گے تو حرام کھائیں گے۔ اور ایک غیر اللہ کی نذر ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میرا کام ہو گیا تو میں حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اتنی دیگیں چڑھاؤں گا۔

تو فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ قطعی کافر ہو گیا اور اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق میں سے کسی کے واسطے جائز نہیں ہے۔ لوگ بڑی تاویل یہ کرتے ہیں کہ ہمارا مقصود تو اللہ کی رضا ہے البتہ وہاں اس واسطے تقسیم کرتے ہیں کہ فقیر اکٹھے مل جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ مصرف ہی نہیں ہیں کہ ان میں اکثر گندے عقیدے کے اور بے نماز ہوتے ہیں۔ پھر ان میں اکثر نشئی ہوتے ہیں ان کو دینا کس طرح جائز ہے؟

فَإِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُ پس بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو جانتا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

اِنْ

تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ۚ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ بھی اچھا ہے وَاِنْ تُخْفُوْهَا اگر تم چھپا کر دو تو یہ خوب تر ہے وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور دو تم صدقات فقراء اور مساکین کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو وہ تمھارے لیے بہت ہی بہتر ہے وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور اللہ تعالیٰ مٹا دے گا تم سے تمھاری خطائیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ

جانتا ہے اُس عمل کو جو تم کرتے ہو لَيْسَ عَلَيْكَ ۔ نہیں ہے آپ کے ذمے
هُدٰىهُمْ ان کی ہدایت وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اور لیکن اللہ تعالیٰ يَهْدِيْ
ہدایت دیتا ہے ۔ مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو
بھی تم خرچ کرو گے بھلائی (مال) فَلِاَنْفُسِكُمْ پس تمھاری اپنی جانوں
کے لیے ہے وَمَا تُنْفِقُوْنَ اور تم نہیں خرچ کرتے اِلَّا مگر ابْتِغَآءَ
وَجْهِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے ہوئے وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور
جو بھی خرچ کرو گے مال يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا
وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ یہ
صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں اُحْصِرُوْا جو روکے گئے فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں ۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے
ضَرْبًا چلنے کی فِي الْاَرْضِ زمین میں يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ
ناواقف آدمی ان کو سمجھتا ہے اَغْنِيَآءَ غنی مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے
بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان کو پہچانے گا بِسِيْمٰهُمْ ان کی
علامتوں کے ساتھ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ نہیں سوال کرتے لوگوں سے
اِلْحَافًا چمٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اَلَّذِيْنَ وہ لوگ
يُنْفِقُوْنَ جو خرچ کرتے ہیں اَمْوَالَهُمْ اپنے مال بِالَّيْلِ رات کو

وَالنَّهَارِ اوردن کو سِرًّا پوشیدہ طور پر وَّعَلَانِيَةً اور ظاہری طور پر فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ پس ان کے لیے ان کا اجر ہوگا عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے۔

پہلے سے صدقات وخیرات کا ذکر چلا آرہا ہے اور صدقے کی قبولیت کی شرائط بھی بیان ہوئی ہیں کہ ایمان، اخلاص، اتباعِ سنت کے ساتھ ساتھ مال کا حلال اور طیب ہونا اور بھی ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو صدقے کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔ اور اگر صدقہ مذکورہ شرائط کے ساتھ دیا تو پھر اس کے باقی رہنے کی شرط کہ احسان نہ جتلائے اور اذیت نہ پہنچائے آگے بھی اسی کے متعلق بیان ہے۔

مخفی صدقہ کے فوائد :

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ اگر تم ظاہری طور پر صدقات دو فَنِعِمَّا هِيَ تو یہ بھی اچھا ہے۔ اگر دینے والے کی نیت ریا کی نیت نہیں ہے اور لوگوں کے سامنے صدقہ دیتا ہے اور دل میں یہ ہے کہ رب میرے سے راضی ہو جائے تو اس طرح صدقہ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ ریا کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور فقیر کی حاجت کو پورا کرنا ہے وَاِنْ تُخْفُوْهَا اور اگر تم صدقات مخفی طور پر دو وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ اور دو فقیروں اور محتاجوں کو فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو یہ مخفی طریقہ پر دینا بہت بہتر ہے اور اس کے بہتر ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ریا سے پاک ہوگا۔ اس لیے کہ کوئی دیکھنے والا ہی نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے معاشرے میں ہر طرح کے آدمی ہوتے ہیں، نیک بھی ہوتے

ہیں اور بد بھی ہوتے ہیں، چور، ڈاکو بھی ہوتے ہیں تو یہ جب سب کے سامنے کسی مستحق کو ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ دے گا تو دیکھنے والا چور ڈاکو حساب لگائے گا کہ اس نے ایک ہزار روپیہ زکوٰۃ کا دیا ہے تو اتالیس ہزار اس کے گھر میں پڑا ہے لہٰذا وہ چوری ڈکیتی کا منصوبہ بنائے گا۔ اگر مخفی طریقے پر دے گا تو ان کے شر سے بھی محفوظ رہے گا۔ جس زمانے میں قرآن کریم نازل ہوا اس زمانے میں بینکوں کا تصور بھی نہیں تھا لہٰذا لوگوں کے پاس جو کچھ ہوتا تھا گھروں میں محفوظ کرتے تھے اور آج کل تو بینک بھی محفوظ نہیں ہیں۔ لوگ بدی (برائی) میں بہت آگے نکل گئے ہیں۔

وَيُكَفِّرُ عَنكُم مِّن سَيِّئَاتِكُمْ اور ان صدقات خیرات کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھاری خطائیں معاف فرمادے گا۔ اس موضوع پر کافی احادیث ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بندے سے ناراض ہے اور وہ بندہ صدقہ خیرات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے۔ اور یہ حدیث بھی آتی ہے کہ اَلصَّدَقَةُ تَدْفَعُ الْبَلَايَا صدقہ اور خیرات کی برکت سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ تو صدقہ اچھی چیز ہے مگر لوگوں نے اس کا مفہوم نہیں سمجھا۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کالی سری دے دو تو مصیبتیں ٹل جاتی ہیں یا اس سے آگے بڑھیں گے تو کالا بکرا دے دیں گے۔ تو یاد رکھنا! اصل صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ اب غریب کی ضرورت کپڑا ہے، جوتا ہے۔ بیمار ہے تو دوا کی ضرورت ہے۔ اس کے بچے پڑھتے ہیں کتابوں کی ضرورت ہے تو وہ کالی سری کہاں کہاں کام آئے گی۔ یہ سری اور گوشت دینا فی الجملہ صدقہ ہے۔ حقیقی صدقہ غریب کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ بعض ایسے جاہل ہیں کہ بیمار کی طرف سے صدقہ دینے سے پہلے

صدقہ کو بیمار کے سر کا طواف کراتے ہیں۔ بھائی! معاملہ تمھارا رب کے ساتھ ہے وہ تمھاری نیتوں کو جانتا ہے کہ صدقہ کس لیے تم نے دیا ہے۔ رب کو بتانا چاہتے ہو کہ اس کی طرف سے دے رہے ہیں وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خبر دار ہے۔ معاملہ تمھارا رب کے ساتھ ہے۔ وہ ظاہر باطن کو جاننے والا ہے۔

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صدقہ خیرات غیر مسلم کو دیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ نفلی صدقہ کافر کو دیا جاسکتا ہے مگر اس کے لیے شرط ہے کہ وہ محارب (مسلمانوں کے خلاف لڑنے والا نہ ہو۔) کیوں کہ ایسا کافر جو مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے اس کو نفلی صدقہ دینا جائز نہیں اگر چہ وہ محتاج ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ایسے کافر کو بھی دینا جائز نہیں ہے جو کفر کی تبلیغ کرتا ہو اور مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہو۔ البتہ وہ صدقات جو فرض ہیں وہ کافروں کو دینا جائز نہیں ہیں۔ مثلاً: زکوٰۃ، فطرانہ، عشر، قسم کا کفارہ، نماز روزے کا فدیہ۔

شروع شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالی طور پر کمزور کافروں کو نفلی صدقہ خیرات دے دیتے تھے۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نظریہ کے تحت روک لیا کہ شاید تنگ ہو کر ایمان قبول کرلیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا لَیْسَ عَلَیْكَ هُدٰىهُمْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کو ہدایت دینا آپ کے ذمے نہیں ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ تو ان کو صدقات خیرات اس واسطے روکنا کہ وہ مجبور ہو کر ایمان لے آئیں، یہ مناسب نہیں ہے۔ کیوں کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت کے متعلق اس کا قانون ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ "تو جو چاہے ایمان لائے اور جو

چاہے کفر میں رہے۔" یعنی جس کا جی چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے ایمان لائے اور جو چاہے اپنی مرضی اور اختیار سے کفر اختیار کرے۔ لہٰذا ایمان لانے میں بھی آدمی کی مرضی کا دخل ہے اور کفر اختیار کرنے میں بھی ارادے کا دخل ہے۔ اور ہدایت اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے مَنۡ یُّنِیۡبُ جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے ہدایت طلب کرتا ہے فَلَمَّا زَاغُوۡۤا اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوۡبَہُمۡ [صف:۵] "تو جب ان لوگوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔" یعنی جو لوگ پیٹھ پھیر کر کفر کی طرف جائیں تو رب تعالیٰ ایسے لوگوں کو جبراً ہدایت نہیں دیں گے۔

صدقہ کا دس گنا اجر ہے:

وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے فَلِاَنۡفُسِکُمۡ تو تمھارے اپنے لیے ہے یعنی اس کا ثواب تمھیں ہی ملے گا وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ اور نہیں خرچ کرتے تم مگر رب تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لیے۔ اس میں ترغیب ہے کہ صدقہ خیرات رب تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کرو شہرت، دکھاوا، بڑائی کے لیے نہ کرو وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ اور جو بھی تم مال خرچ کرو گے یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ عام بدلہ ہے دس گنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِہَا جو ایک نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو دس گنا اجر عطا فرمائے گا۔ اور وہ نیکی جو فی سبیل اللہ کی مد میں ہے اس کا ادنیٰ ترین بدلہ سات سو ہے وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ تمھاری کوئی نیکی کم نہیں کی جائے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ صدقہ خیرات کن لوگوں کو دینا ہے؟

تو فرمایا لِلۡفُقَرَآءِ الَّذِیۡنَ اُحۡصِرُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ان محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دو جو رب تعالیٰ کے راستہ میں روکے گئے ہیں لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ضَرۡبًا فِی الۡاَرۡضِ وہ زمین میں چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

اصحاب صفہ۔ صُفّہ کے معنیٰ ہیں چھپّر۔ تو اصحابِ صفہ کے معنیٰ ہوئے چھپّر والے۔ یہ مسجد نبوی کے اندر ہی ایک کونے میں ایک جگہ تھی جہاں سائے کے لیے انھوں نے ایک چھپر بنایا تھا اس کے نیچے اس وقت کے طلبہ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے اور دین سیکھتے اور اگر ضرورت پیش آتی تو جہاد پر بھی چلے جاتے تھے۔ تو ظاہر بات ہے جو دین سیکھے گا اور جہاد پر جائے گا تو وہ اور کوئی کام تو نہیں کر سکتا۔ تو ایسے لوگوں کے لیے حکم دیا گیا ہے جو دین کے لیے وقف ہیں یا تبلیغ کے لیے وقف ہیں یا کفار کے مقابلے میں جہاد کرتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے اور ہیں بھی ضرورت مند تو تمھارے صدقے خیرات ان لوگوں کے لیے ہیں۔

دینی تعلیم کی اہمیت :

اُس وقت دینی تعلیم حاصل کرنے والے غریب لوگ تھے اور اب بھی ہمارے علاقوں میں دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کی اکثریت غریبوں کی ہے۔ البتہ کراچی میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہاں امیر لوگ بھی دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ افریقہ میں بھی مال داروں کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر ہمارے علاقوں میں وہ دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو سکولوں کی فیسیں نہیں دے سکتے، کتابیں نہیں خرید سکتے۔ بلکہ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے یہ حالت تھی کہ جو نابینا ہوتے انہیں ہمارے حوالے کیا جاتا کہ ان کو قرآن کریم حفظ کراؤ اور جو بچے اچھے بھلے ہوتے انھیں سکولوں، کالجوں میں بھیجتے

تھے۔اب اتنا انقلاب آیا ہے کہ آنکھوں والے بھی قرآن حفظ کرتے ہیں اور مال داروں کے بچے بچیاں قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں۔اب قرآن کریم امیروں کے گھروں میں داخل ہو گیا ہے۔اور مزید انقلاب آئے گا ان شاءاللہ تعالیٰ۔

آج سے تقریباً پچپن سال پہلے سیٹھی محمد یوسف صاحب (مرحوم) میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجھے وقت دیں، ملک کا دورہ کریں۔میں نے پوچھا دورہ کس کام کے لیے کرنا ہے؟ تو کہنے لگے کہ جب رمضان شریف کا مہینہ آتا ہے ہمیں قرآن سنانے کے لیے حافظ نہیں ملتے کیوں کہ حافظوں کی تعداد بہت کم ہے۔کیمل پور موجودہ اٹک اور میاں والی کے علاقوں سے چند حافظ مل جاتے ہیں مگر ضرورت زیادہ حفّاظ کی ہوتی ہے۔پھر جو ملتے ہیں تجوید و قرأت کے بغیر سادہ قرآن پڑھے ہوتے ہیں لہٰذا لوگوں کو ترغیب دیں کہ وہ بچوں کو حفظ کے لیے بھیجیں اور یہ بھی بتائیں کہ قرآن کریم صرف غریبوں کے لیے نہیں ہے امیروں کے لیے بھی ہے۔تاکہ مال دار لوگ بھی اپنے بچوں کو حفظ کرائیں اور صرف اندھوں کے لیے نہیں بلکہ آنکھوں والوں کے لیے بھی ہے۔

چنانچہ میں ان کے ساتھ گیا اور ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کیے۔ایک جگہ میں نے اپنا دامن پھیلا دیا اور کہا میں تم سے چندہ وصول کرنے کے لیے آیا ہوں مگر روپے، پیسے اور کپڑے وغیرہ کا چندہ نہیں بلکہ چندہ بچوں کا لینا ہے۔لوگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ مولوی ہمارے بچوں کو جھولی میں ڈال کر کہاں لے جائے گا؟ میں نے کہا پریشان نہ ہوں تمھارے بچے یہیں رہیں گے، تم پڑھنے کے لیے بچے دو ہم معلم دیں گے۔سیٹھی صاحب کافی مخیر آدمی تھے۔اس سلسلے میں انھوں نے کافی کام کیا۔

اب تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ملک میں مدرسوں کا جال بچھا ہوا ہے۔صرف ہمارے

گکھڑ میں دس مدرسے ہیں اور ہماری انجمن کے تحت جو بچے حفظ کر رہے ہیں تقریباً دو سَو ہیں۔ گوجرانوالہ میں مدرسہ جامعہ قاسمیہ ہے میں اس کا برائے نام سرپرست ہوں اور میرے نام کی تختی بھی لگی ہوئی ہے۔ اس میں بچوں کے علاوہ تقریباً تین سو بچیاں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور ان میں امیر گھرانوں کی بچیاں بھی ہیں۔ جہلم میں جامعہ حنفیہ میں میری درمیانی بچی پڑھاتی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً چار سو بیرونی بچیاں ہیں جو قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اس مدرسہ میں حفظ وقرأت کے ساتھ ساتھ درس نظامی کا شعبہ بھی ہے۔

امریکہ کا یہ خیال تھا کہ پاکستان میں ہم انھیں بے دین بنا دیں گے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ علماء نے اس کا راستہ روکا ہے اور لوگ دین کو پہلے سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ اور بہ نسبت پہلے کے دین کی طرف مائل بھی زیادہ ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ دین کا نام تک سننے کے لیے تیار نہیں تھے ان کے بچے بھی قرآن کریم کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ تو وہ مسافر غریب بچے جوان مدرسوں میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور وہ مدرسہ میں پابند ہو کر رہ گئے ہیں یہ تمھارے صدقہ وخیرات کا مصرف ہیں۔

تو فرمایا لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ یہ صدقات ان محتاجوں کے لیے ہیں اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ جو روک دیئے گئے ہیں اللہ کے راستے میں لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نہیں طاقت رکھتے ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ زمین میں چلنے کی یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ ناواقف آدمی ان کو سمجھتا ہے اَغْنِیَآءَ مال دار ہیں مِنَ التَّعَفُّفِ سوال سے بچنے کی وجہ سے تَعْرِفُهُمْ تو ان لوگوں کو پہچانے گا بِسِیْمٰهُمْ اُن کی علامتوں کے ساتھ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا نہیں سوال کرتے لوگوں سے چمٹ کر وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ

اور جو بھی تم مالی خرچ کرو گے فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ اُن کو جانتا ہے۔

اب آگے یہ مسئلہ بیان ہو رہا ہے کہ صدقات وخیرات کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ فرمایا اَلَّذِينَ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات کو اور دن کو یعنی صدقہ وخیرات کے لیے کوئی کاص وقت متعین نہیں ہے بلکہ چوبیس گھنٹوں میں جب چاہو خرچ کرو۔ ہم لوگوں نے تو صدقہ وخیرات کے لیے جمعرات متعین کی ہوئی ہے کہ جمعرات آئے گی تو صدقہ کریں گے۔ یا دسواں، چالیسواں ہوگا تو خیرات ہوگی۔ قرآن کا حکم ہے کہ رات کو کرو دن کو کرو سِرًّا مخفی طریقہ پر کرو وَّعَلَانِيَةً اور ظاہر کر کے کرو نیت صاف ہے تو جس طرح چاہو خرچ کرو کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! تم نے کسی مسکین کو دس روپے دیئے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ اے پروردگار! اس کا ثواب میرے والدین کو پہنچا دے تو جتنا ثواب اس کے والدین کو ملے گا اتنا اس دینے والے کو بھی ملے گا۔ تم نے تین دفعہ سورۂ اخلاص پڑھی اور نیت کی ک اس کا ثواب ہمارے والدین کو دادا دادی، نانا نانی کو یا جتنے لوگوں کی نیت کرد گے ان سب کو برابر، برابر ثواب ملے گا اور پڑھنے والوں کو بھی پورا ثواب ملے گا خسارے والی کوئی بات نہیں ہے کہ تم نے خیرات کر کے یا پڑھ کر ثواب پہنچایا تو تم محروم ہو گئے اور سارا ثواب آگے چلا گیا، بلکہ سب کو برابر ملے گا۔ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ پس ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں اجر ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ اور نہ ان پر خوف ہوگا قیامت والے دن اور نہ وہ غم کریں گے۔

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا

لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

اَلَّذِیْنَ وہ لوگ یَاْكُلُوْنَ جو کھاتے ہیں الرِّبٰوا سود لَا یَقُوْمُوْنَ نہیں کھڑے ہوں گے اِلَّا مگر كَمَا یَقُوْمُ جیسا کھڑا ہوتا ہے الَّذِیْ وہ شخص یَتَخَبَّطُهُ جس کو بدحواس کردیا ہو الشَّیْطٰنُ جن نے مِنَ الْمَسِّ چمٹ کر ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس لیے

کہ بے شک انھوں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّمَا پختہ بات ہے اَلْبَیْعُ
خرید وفروخت مِثْلُ الرِّبٰوا سود کی طرح ہے وَاَحَلَّ اللّٰهُ اور حالانکہ
حلال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اَلْبَیْعَ بیچنا وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حرام کیا ہے
اللہ تعالیٰ نے سود کو فَمَنْ پس وہ شخص جَآءَهٗ جس کے پاس آئی
مَوْعِظَةٌ نصیحت مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهٰى
پس وہ باز آ گیا فَلَهٗ پس اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا
وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ اور معاملہ اس کا اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے وَمَنْ عَادَ اور
جو شخص پھر لینے لگا فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ پس وہ دوزخ والے ہیں هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا مٹاتا
ہے اللہ تعالیٰ سود کو وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ اور بڑھاتا ہے صدقات کو وَاللّٰهُ
اور اللہ تعالیٰ لَا يُحِبُّ نہیں محبت کرتا كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ کسی ناشکری
کرنے والے گناہ گار سے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو
ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور انھوں نے عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ اور قائم کی انھوں نے نماز وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور دی انھوں نے
زکوٰۃ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب
کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور نہ خوف ہوگا ان پر وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
اور نہ وہ غم کریں گے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو

اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ تعالیٰ سے وَذَرُوْا اور چھوڑ دو مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا جو باقی ہے سود اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر ہو تم مومن فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہیں کرو گے فَاْذَنُوْا تو اعلان سن لو تم بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑنے کا وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے ساتھ وَاِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ تو تمھیں تمھارے اصل مال مل جائیں گے لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم ظلم کرو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

سُود کی حرمت :

اس سے پہلی آیات میں صدقات اور زکوٰۃ کا بیان تھا۔ بہ ظاہر ان کے ادا کرنے سے مال میں کمی آتی ہے یعنی جب تم نے زکوٰۃ ادا کی، فطرانہ دیا یا عُشر دیا تو جتنی رقم ادا کی اُتنی رقم کم ہو گئی۔ اسی طرح جو صدقہ خیرات کیا جاتا ہے بہ ظاہر مال میں تھوڑی سی کمی آتی ہے اور اس کے مقابلہ میں سود سے بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ملی اُس وقت نہ سود حرام تھا نہ شراب حرام تھی اور بھی بعض چیزیں حرام نہ تھیں۔ مثلاً: مومن کا فر کا نکاح جائز تھا۔ رفتہ رفتہ ان چیزوں پر پابندیاں لگیں۔

تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان چیزوں کی حقیقت کو بیان فرماتے ہیں: اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں اور سود قطعی طور پر حرام ہے جیسا کہ آگے یہ جملہ آ رہا ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا ہے۔ سود کو حلال سمجھنے والا شخص دائرۂ

اسلام سے خارج ہے اور حرام سمجھتے ہوئے اگر ایسا کرتا ہے تو وہ گنہ گار ہے۔ کیوں کہ فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور حرام کو حرام سمجھ کر کرنا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی قوم کو دو روحانی بیماریاں لگ جائیں فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ سَخَطَ اللهِ تو تحقیق انھوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا مستحق بنالیا۔ یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو جان بوجھ کر دعوت دی۔ وہ دو بیماریاں کون کون سی ہیں؟ فرمایا ایک زنا ہے اور دوسری ربٰوا (سود) ہے۔ اگر رب تعالیٰ رحمن ورحیم اور حلیم نہ ہو تو سب لوگ تباہ ہو جائیں۔

تو جو لوگ سود کھاتے ہیں لَا يَقُوْمُوْنَ نہیں کھڑے ہوں گے قبروں سے نکل کر قیامت والے دن اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِیْ مگر ایسے جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ شخص يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ جس کو بدحواس کردے جن مِنَ الْمَسِّ چمٹ کر۔ یعنی جس طرح آسیب زدہ آدمی کے ہوش وحواس اُڑ جاتے ہیں اسی طرح سود خوروں کی حالت ہوگی کہ جس وقت وہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیشی کے لیے قبروں سے نکلیں گے تو وہ بدحواس ہوں گے۔

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور دیگر مفسرین نے بھی لکھا ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر آج کل اکثر لوگ وہم میں مبتلا ہیں کہ طبعی بیماریوں کو آسیب قرار دیتے ہیں یا جادو کہہ دیتے ہیں اور یہ کمزوری عموماً ضعیف الاعتقاد لوگوں میں ہے اور خصوصاً عورتوں میں کہ جب کوئی تکلیف ہو تو کہہ دیتی ہیں کہ مجھے کسی نے کچھ کر دیا ہے۔ کوئی عورت پھر گئی ہے، فلاں ہمارے گھر آئی تھی اس کے نتیجے میں مجھے یہ ہو گیا ہے۔ حالانکہ یہ سب وہم ہیں اور غلط

نظریے ہیں۔ بے شک جادو حق ہے اور ہم اس کا انکار بھی نہیں کرتے لیکن ہر چیز کی کڑی اس کے ساتھ ملانا غلط ہے۔

خرافات کا مطلب :

شمائل ترمذی میں روایت آتی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بھی ذکر کی ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حَدِیْثُ خُرَافَۃٍ یہ خرافہ کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور فرمایا خرافہ کیا شے ہے؟ تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ جو بات مہمل ہو اور سمجھ نہ آئے اُسے حدیث خُرافہ کہتے ہیں، باقی مجھے حقیقت کا علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خُرَافَۃُ اِسْمُ رَجُلٍ اصل میں ایک آدمی کا نام تھا اَسَرَتِ الْجِنُّ اس کو جنات اُٹھا کر لے گئے اور کئی سال اس کو قید میں رکھا، پھر رہا کر دیا۔ جب وہ آیا تو جنات کی عجیب و غریب باتیں کرتا تھا جو لوگوں کو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ تو پھر جو بات سمجھ نہ آتی اُسے کہہ دیتے دَعْ حَدِیْثُ خُرَافَۃٍ چھوڑو یہ خرافہ کی بات ہے اور اسی خُرافہ سے خرافات کا لفظ نکلا ہے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ جنات انسان کو قید کر کے لے جا سکتے ہیں۔

گم شدہ خاوند کی بیوی کا حکم :

اَلْمُدَوَّنَۃُ الْکُبْرٰی میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے۔ ایک نوجوان خوب صورت عورت سامنے آکر کھڑی ہو گئی اور کہا کہ حضرت میری طرف توجہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہنا چاہتی ہو۔ کہنے لگی حضرت میرے خاوند کا پتا نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا ہے اور یہ بھی بتا کر نہیں گیا کہ وہ کدھر جا رہا ہے اور نہ ہی گھر کوئی خرچہ چھوڑ کر گیا ہے اور میرے والدین بھی غریب ہیں، میرے بارے میں کوئی حکم

فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اج کے دن سے چار سال تک انتظار کرو جب چار سال مکمل ہو جائیں تو پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر تیرا نکاح ہو سکتا ہے اور اس عرصہ میں تیرا خرچہ بیت المال کے ذمہ ہے۔

مفقود کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فتویٰ بڑا آسان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بہت سخت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جس دن گم ہوا ہے اس کے بعد ستر سال تک عورت انتظار کرے، پھر چار مہینے دس دن عدت گزارے پھر اگر موقع ہے تو نکاح کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا۔ تو بے سمجھ لوگوں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا کہ دیکھو اتنے انتظار کے بعد تو پھر منکر نکیر کے ساتھ ہی نکاح ہوگا اور تو کسی سے ہو نہیں سکتا۔ تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بُرا بھلا کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ فتویٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے جو خلیفہ راشد ہیں۔

فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے سہولت کی خاطر حضرت عمر کے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ تو اس عورت کو بیت المال سے خرچہ ملتا رہا چار سال گزر گئے اور عدت کے چار ماہ دس دن گزرنے کے بعد اس کا نکاح دوسرے آدمی سے کر دیا گیا، اولاد بھی ہو گئی۔ اس کے بعد پہلا خاوند بھی آ گیا۔

مسئلہ یہ ہے کہ پہلے خاوند کے آتے ہی دوسرا نکاح خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔ جس طرح کسی نے تیمم کیا ہو اور پانی مل جائے اور یہ پانی کے استعمال پر قادر بھی ہو تو تیمم خود بہ خود ٹوٹ جاتا ہے۔ تو پہلے خاوند نے آ کر مقدمہ دائر کر دیا کہ حضرت یہ میری بیوی دوسرے کے گھر ہے اور اس کے ہاں اولاد بھی ہو گئی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو عجیب آدمی ہے کہ نہ تو تُو نے بیوی کو خرچہ دیا نہ یہ بتایا

کہ میں کہاں جارہا ہوں۔ تو اب تک کہاں رہا ہے؟ اس نے اپنا سارا واقعہ سنایا کہ مجھے جنات اُٹھا کر لے گئے تھے اور اب رہا کیا ہے میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا۔ تو احتیاطاً دوسرے کو حکم دیا کہ تو طلاق دے دے اور عدت گزارنے کے بعد پہلے کے حوالے کر دی گئی۔ کیوں کہ ایسی صورت میں عدت گزارنی پڑتی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسرے سے حاملہ ہو۔ کیوں کہ شریعت نسب کی بڑی حفاظت کرتی ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا! ایسی عورت جس کا خاوند گم ہو گیا ہو اس کی مدت یَوْمُ الْمُرَافِعَۃِ سے شمار ہو گی۔ یعنی جس دن کیس قاضی کی عدالت میں دائر ہوا ہے۔ اس سے پہلے کا عرصہ شمار نہ ہوگا ، چاہے وہ ایک ماہ ہو یا ایک سال ہو یا پانچ سال گزر گئے ہوں۔

تو جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ علامہ بدر الدین شبلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے چوٹی کے محدث گزرے ہیں۔ اُنھوں نے جنات کے متعلق کتاب تحریر فرمائی ہے "احکام المرجان فی احکام الجان" اس میں اُنھوں نے عجیب عجیب واقعات بیان فرمائے ہیں۔ تو یَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ جنات انسان کو تکلیف پہنچا سکتے ہیں۔ اور یہ سود خور قبروں سے آسیب زدہ کی طرح حواس باختہ ہو کر کیوں کھڑے ہوں گے؟

حرام کو حلال سمجھنا کفر ہے :

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس واسطے کہ سود خوروں نے قَالُوْٓا کہا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا پختہ بات ہے کہ خرید و فروخت سود کی طرح ہے۔ یعنی بیع اس واسطے جائز ہے کہ اس میں اسی طرح فائدہ ہے جس طرح سود میں فائدہ ہے۔ رِبٰوا کے لفظی معنیٰ ہیں زیادتی۔ تو سود میں زیادتی ہوتی ہے۔ تو اُنھوں نے سود کو جواز میں اصل قرار دیا اور کہا کہ

بیع اس واسطے جائز ہے کہ سود جائز ہے۔ اُلٹی گنگا بہائی۔ واو حالیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کو حلال کیا ہے وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور ربٰوا کو حرام کیا ہے۔ آج کل جو رقوم بینکوں میں رکھی جاتی ہیں ان کے متعلق ضیاء الحق کے دور میں مضاربت اور اشتراک کے نام پر مسئلہ چلا تھا جس کی تفصیل کا ہمیں علم نہیں ہے۔ مضاربت کی تعریف یہ ہے کہ ایک آدمی کی رقم ہو اور دوسرا آدمی اس رقم کے ساتھ کاروبار کرے اور طے کرلیں کہ اس رقم سے جو منافع حاصل ہوگا دونوں میں نصف نصف ہوگا یا دو حصے ایک کے اور ایک حصہ دوسرے کا، اس طرح بھی کرسکتے ہیں۔ یا تین حصے ایک کے اور چوتھا حصہ دوسرے کا اس طرح بھی کرسکتے ہیں۔ اور اگر نقصان ہوا تو اصل رقم کا بھی ہوگا۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ نفع فکس کردیتے ہیں۔ مثلاً: ایک سو روپے کے سات، آٹھ روپے دے دیئے۔ تو یہ مضاربت کی تعریف میں نہیں آتا یہ خالص سود ہے۔ بس فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے اس کا نام خنزیر تھا اور اب اس کا نام بکرا رکھ دیا ہے۔ البتہ اگر ایسی کوئی شق ہو کہ اس میں نفع و نقصان دونوں شامل ہیں تو پھر درست ہے۔

فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ پس جس شخص کے پاس نصیحت آگئی مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے فَانْتَهٰى پس وہ سود لینے سے باز آگیا فَلَهٗ تو اس کے لیے ہے مَا سَلَفَ جو پہلے گزر چکا یعنی نہی سے پہلے جو کچھ کھا پی چکا اس پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ یعنی اس کا تاوان نہیں دینا پڑے گا کیوں کہ حکم اب نازل ہوا ہے وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ یعنی بخشش کرے یا نہ کرے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وَمَنْ عَادَ اور جس نے اعادہ کیا ہمارے اس حکم کے نازل ہونے کے

بعد فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ پس یہ دوزخ والے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ کے بارے میں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ سود کو حلال سمجھ کر لیتا ہے تو پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے اور اگر سود کو حرام سمجھتے ہوئے کھاتا ہے تو اس وقت خُلود کا معنیٰ کرتے ہیں کہ دیر تک دوزخ میں رہے گا۔ کیوں کہ کافر نہیں گنہ گار ہے جتنی سزا رب تعالیٰ دے گا اس کے بعد نکل آئے گا۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت کریمہ اکیسویں پارہ سورۃ روم میں آتی ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سُود، بیاج سے گو بہ ظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیامِ موت ہے۔ اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مسہل یا تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سُود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ یعنی سود کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی بیمار ہے اور بیماری کی وجہ سے جسم میں ورم آ گیا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں موٹا اور پہلوان بن گیا ہوں یہ اس کی نادانی ہے۔ اسی طرح بہ ظاہر سُود سے رقم بڑھتی ہے لیکن یہ اس کی تباہی کا سبب ہے۔ اور صدقات خیرات کو اس طرح سمجھو کہ جسم میں فاسد مواد جمع ہو جائے تو حکیم صاحب جلاب دیتے ہیں جس سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر اس کمزوری میں اس کی صحت ہے۔ تو

صدقات خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس ترجمہ کا حاشیہ اور مختصر تفسیر لکھی ہے وہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا میں اسیری کی حالت میں لکھا ہے۔ وہ اس طرح ہوا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ یہ انگریز کے اقتدار کے زمانے کی بات ہے۔ اس وقت عرب کا اقتدار شریف حسین کے پاس تھا۔ وہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے ترکوں کے بارے میں فتویٰ لینا چاہتا تھا کہ وہ کافر ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ مصطفیٰ کمال نے شریف حسین سے مخالفت کی وجہ سے اسلام دشمنی شروع کردی کہ قرآن شریف کی تلاوت پر پابندی لگادی کہ یہ عربی میں ہے۔ اذان بند کرادی کہ عربی میں ہے، اسی طرح حج پر پابندی لگائی۔ اُس نادان نے بھی نہ سوچا کہ تیری دشمنی شریف حسین سے ہے قرآن سے تو نہیں ہے۔ حج اور کعبہ سے تو نہیں ہے کہ تو نے ان پر پابندی لگادی ہے۔ اور یہ پابندی پچیس سال تک رہی۔ پھر جلال بایار آیا اس نے حج کی بھی اجازت دی، تلاوتِ قرآن کی بھی اجازت دی۔

تو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک شخص کی نادانی کی وجہ سے ساری قوم کو کافر کس طرح کہہ دوں۔ حضرت نے فتویٰ دینے سے انکار کردیا تو اس جرم کی پاداش میں حضرت کو بمع مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عزیز گل وغیرہ کے گرفتار کرلیا گیا اور ہندوستان کی انگریز حکومت کے حوالے کردیا گیا۔ آپ کئی سال مالٹا کی جیل میں رہے۔ اُنھوں نے قرآن کریم کا ترجمہ لکھا اور سورۃ فاتحہ اور بقرہ کی تفسیر بھی لکھی پھر فوت ہوگئے۔ پھر سورۃ آلِ عمران سے لے کر آخر تک حاشیہ اور مختصر تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ یہ تفسیر اتنی مقبول ہے کہ شاہ فہد نے بھی اس کو طبع کرا کے لاکھوں کی تعداد میں تقسیم

کی ہے۔

سُود اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ ہے :

تو صدقہ خیرات سے بہ ظاہر مال میں کمی آتی ہے لیکن حقیقتاً وہ اضافہ ہے۔ اور سُود کے ذریعہ بہ ظاہر مال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ ورم ہے۔ یہ ہلاکت کا سبب بنے گا۔ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِیْمٍ اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کسی ناشکری کرنے والے گنہ گار کو اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کیے اچھے وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور نماز قائم کی وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ ادا کی لَهُمْ اَجْرُهُمْ ان کے لیے ان کا اجر ہے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ اور نہ ان پر خوف ہوگا وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ غم کریں گے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو! اتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ڈرو وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اور چھوڑ دو جو باقی ہے سود۔ یعنی اس کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جو سُود کی رقم باقی رہتی ہے وہ نہ لو، چھوڑ دو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اگر تم مومن ہو فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم ایسا نہیں کرو گے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ تو اعلان سن لو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے لڑنے کا۔ جب یہ حکم نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: لَا نَسْتَطِیْعُ الْحَرْبَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ "ہم نہیں طاقت رکھتے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑنے کی۔"

یاد رکھو! اس سے زیادہ سخت حکم قرآن کریم میں نازل نہیں ہوا وَاِنْ تُبْتُمْ اور اگر تم توبہ کر لو فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ تو تمھارے اصل مال تمھارے ہی ہیں البتہ اس کے ساتھ تم نے جو سُود لینا تھا وہ نہیں لینا لَا تَظْلِمُوْنَ نہ تم کسی پر ظلم کرو کہ

اصل رقم کے ساتھ سود لو وَلَا تُظْلَمُوْنَ اور نہ تم پر ظلم کیا جائے کہ تمھاری اصل رقم بھی تمھیں نہ ملے۔ یہ سود کے بارے میں رب تعالیٰ کے قطعی فیصلے ہیں۔ افسوس ہے کہ اب لوگ تاویلیں کرتے ہیں اور علی الاعلان سود کو حلال کہنے والے بھی موجود ہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور ان کے شر سے بچائے۔ [آمین]

وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَیْسَرَةٍؕ
وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(۲۸۰) وَ اتَّقُوْا یَوْمًا
تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَى اللّٰهِ ﱋ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ
هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ(۲۸۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ
اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُؕ وَ لْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ۪
وَ لَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْۚ وَ لْیُمْلِلِ
الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَ لْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْــٴًـاؕ
فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ
اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِؕ وَ اسْتَشْهِدُوْا
شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ
وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰىؕ وَ لَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْاؕ
وَ لَا تَسْــٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖؕ

وَ اِنْ كَانَ اور اگر ہے وہ مقروض ذُوْ عُسْرَةٍ تنگ دست
فَنَظِرَةٌ پس اس کو مہلت دینی ہے اِلٰى مَیْسَرَةٍ فراخی تک وَ اَنْ
تَصَدَّقُوْا اور یہ کہ تم صدقہ دو خَیْرٌ لَّكُمْ تمہارے لیے بہتر ہے اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے وَ اتَّقُوْا یَوْمًا اور ڈرو اس دن سے
تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ جس میں تم لوٹائے جاؤ گے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ پھر ہر نفس کو پورا پورا دیا جائے گا مَّا كَسَبَتْ جو اُس
نے کمایا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اے لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم معاملہ کرو
بِدَيْنٍ اُدھار اور قرض کا اِلٰٓى اَجَلٍ ایک میعاد تک مُّسَمًّى جو مقرر
ہے فَاكْتُبُوْهُ پس تم اس اُدھار کو لکھ لو وَلْيَكْتُبْ اور چاہیے کہ لکھے
بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ تمہارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اور نہ انکار کرے لکھنے والا اَنْ يَّكْتُبَ یہ کہ وہ لکھے
كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسا کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے لکھنے کی تعلیم دی ہے فَلْيَكْتُبْ
پس چاہیے کہ وہ لکھے وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ اور چاہیے کہ تحریر کروائے وہ شخص
عَلَيْهِ الْحَقُّ جس نے حق دینا ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ
تعالیٰ سے رَبَّهٗ جو اس کا رب ہے وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ اور نہ کمی کرے
اس حق سے شَيْئًا کچھ بھی فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ پس اگر ہے وہ شخص
عَلَيْهِ الْحَقُّ جس کے ذمے حق ہے سَفِيْهًا بے وقوف اَوْ ضَعِيْفًا
یا کمزور ہے اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ یا وہ طاقت نہیں رکھتا اَنْ يُّمِلَّ یہ کہ وہ
لکھوا سکے هُوَ وہ خود فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ پس چاہیے کہ لکھوائے اس کا
مختار یعنی وکیل بِالْعَدْلِ انصاف کے مطابق وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ
اور گواہ بنا لو تم دو گواہ مِنْ رِّجَالِكُمْ اپنے مردوں میں سے فَاِنْ لَّمْ

یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ پس اگر نہیں ہیں وہ دو مرد فَرَجُلٌ پس ایک مرد وَّامْرَاَتٰنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم پسند کرتے ہو مِنَ الشُّھَدَآءِ گواہوں میں سے اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰھُمَا (یہ دو عورتیں اس لیے ہیں) کہ اگر ان دو میں سے ایک بھول جائے فَتُذَکِّرَ پس یاد کرائے اِحْدٰھُمَا الْاُخْرٰی ان دو میں سے ایک دوسری کو وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اور نہ انکار کریں گواہ اِذَا مَا دُعُوْا جب ان کو گواہی کے لیے بلایا جائے وَلَا تَسْئَمُوْٓا اور نہ تم اُکتاؤ اَنْ تَکْتُبُوْہُ یہ کہ تم اس کو لکھو صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا چھوٹی چیز ہو یا بڑی اِلٰٓی اَجَلِہٖ اس کی میعاد تک۔

اِس سے پہلے سُود کا بیان تھا۔ اور جو مال حرام ہیں ان میں سُود سرفہرست ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حرام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے سُود کو۔ مزید فرمایا کہ اگر تم سُود سے باز نہیں آتے فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر کوئی شخص سُود کو جائز سمجھ کر لیتا دیتا ہے تو وہ پکا کافر ہے۔ اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر سُود کو حرام سمجھ کر لیتا دیتا ہے تو گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔

اِس سُود خور کو حکم ہے کہ وَاِنْ کَانَ اور اگر وہ مقروض (جس کو تم نے قرض دیا ہے اور اس نے تمھیں اصل رقم کے ساتھ سُود بھی دینا ہے تو سود تو حرام ہو گیا اور اصل رقم باقی رہ گئی) ذُوْ عُسْرَۃٍ تنگ دست ہے فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ پس اس کو مہلت دو فراخی

تک یعنی اگر تمھارا مقروض واقعتاً تنگ دست ہے تو فراخی تک مہلت دو۔ البتہ اگر کوئی شخص بدنیت ہے قرضہ واپس کرسکتا ہے لیکن نیت خراب ہے واپس نہیں کرتا تو اس پر سختی کرنا جائز ہے وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اور یہ کہ اگر تم صدقہ کرو یہ تمھارے لیے بہتر ہے اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو۔ تو صدقے کی صورت یہ ہے کہ تم معاف کردو۔ پھر اس میں تفصیل ہے کہ ساری رقم معاف کردو، آدھی معاف کردو، کچھ حصہ معاف کردو، جس طرح چاہو کرسکتے ہو اس کا تمھیں حق حاصل ہے اور مہلت دینا بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔

ایک مسئلہ یاد رکھنا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہے اور مقروض قرض ادا نہیں کرسکتا اور زکوٰۃ کا مستحق ہے اور تم یہ چاہتے ہو کہ زکوٰۃ میں وہ رقم چھوڑ دو تو اس طرح تمھاری زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ زکوٰۃ میں مال کی تملیک شرط ہے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ میں لام تملیک کی ہے۔ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی جتنی رقم تم اس کو دینا چاہتے ہو وہ اس کو دے دو۔ وہ جب وصول کرے گا مالک بن جائے گا۔ اس کے بعد تم کہو کہ تو نے میرا قرض دینا ہے دے دو۔ تو اس طرح تمھاری زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور اس کا قرض بھی اُتر جائے گا۔

وَاتَّقُوْا یَوْمًا اور ڈرو تم اس دن کے عذاب سے تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ جس دن تم لوٹائے جاؤ گے اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ پھر پورا پورا دیا جائے گا ہر نفس کو مَّا كَسَبَتْ جو اُس نے کمایا یعنی تم نے نیکی بدی جو بھی کمائی کی ہے اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور انسان کو اپنے کیے کا پتا ہوگا کیوں کہ وہاں حافظہ قوی کر دیا جائے گا۔ اگرچہ دنیا میں انسان بہت سارے کام کر کے بھول جاتا ہے لیکن وہاں سارے

یاد آجائیں گے اور فرشتوں کا تحریر کردہ اعمال نامہ بھی سامنے کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کو پڑھ اور دیکھ کہ میرے فرشتوں نے کوئی کمی بیشی تو نہیں کی۔ انسان کہے گا لَا یَارَبِّ اے میرے رب کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ اور انسان اپنا نامہ اعمال پڑھ کر حیران ہوگا اور کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "یہ کیسی کتاب ہے نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو مگر اسے لکھ رکھا ہے۔" وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قرض کے بعض ضروری احکام :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اِذَا تَدَايَنْتُمْ جب تم آپس میں معاملہ کرو بِدَيْنٍ قرض اور اُدھار کا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى مقررہ میعاد تک فَاكْتُبُوْهُ تو اس کو لکھ لو تا کہ تمھیں مدت بھی معلوم ہو کہ فلاں تاریخ کو میں نے دینا ہے اور یہ بھی معلوم ہو کہ رقم کتنی ہے۔ کیوں کہ بعض آدمیوں کے حافظے کمزور ہوتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں پھر جھگڑے ہوتے ہیں لہٰذا لکھ لو۔ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ اور چاہیے کہ لکھے تمھارے درمیان لکھنے والا بِالْعَدْلِ انصاف کے ساتھ، نہ اُس کا حق مارے اور نہ اُس پر زیادتی کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ لکھنے والا اگر مزدوری لینا چاہے تو اس کو حق پہنچتا ہے وہ لے سکتا ہے وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اور انکار نہ کرے لکھنے والا اَنْ يَّكْتُبَ لکھنے سے كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لکھنے کی تعلیم دی اور وہ لکھنا جانتا ہے۔ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے تو اس احسان کا شکر یہ ہے کہ دوسروں کے کام آئے فَلْيَكْتُبْ پس چاہیے کہ لکھے۔ بغیر اُجرت کے لکھے تو نُوْرٌ عَلٰى نُوْر ہے اور اگر اُجرت

لینا چاہے تو اس کا بھی اس کو حق ہے وَلْيُمْلِلِ اور چاہیے کہ اِملاء کرائے (اِملال اور اِملاء دونوں ہم معنیٰ ہیں۔) الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وہ شخص جس پر حق ہے یعنی مقروض لکھوائے کہ میں نے اتنی رقم دینی ہے کیوں کہ اس کو معلوم ہے کہ اس نے کتنے لیے ہیں اور اس پر لازم ہے وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ وہ مقروض اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ یعنی ٹھیک ٹھیک لکھوائے کسی قسم کی خیانت نہ کرے، ڈنڈی نہ مارے وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا اور مقروض نے جو حق دینا ہے اس میں کسی چیز کی کمی نہ کرے، ٹھیک ٹھیک لکھوادے کہ اتنا حق دینا ہے اور فلاں تاریخ کو دینا ہے۔

فَاِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ پس اگر ہے وہ شخص کہ جس کے ذمے حق ہے سَفِيْهًا بے عقل، پاگل قسم کا آدمی ہے تو بدحواس کیا لکھوائے گا اَوْ ضَعِيْفًا یا کمزور ہے۔ مثلاً: بچہ ہے کہ وہ لکھوا نہیں سکتا یا بہت بوڑھا ہے کہ لوگ اس کی بات ہی نہیں سمجھتے اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ یا وہ خود لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مثلاً: گونگا ہے یا منشی کی زبان اور ہے اور اِس کی زبان اور ہے اور یہ اپنی زبان میں اس کو لکھوانے کی طاقت نہیں رکھتا فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ تو چاہیے کہ اس کا سرپرست لکھوائے انصاف کے ساتھ۔ یعنی وہ اپنا مختار یا وکیل بنائے اور اس کو کہے تو میری طرف سے تحریر کروادے۔ تو جب تم کسی کو اُدھار دو کسی میعاد تک اس کا پہلا حکم یہ ہے کہ اس کو تحریر میں لاؤ۔ اگر کوئی شخص اس حکم پر عمل نہیں کرے گا یعنی تحریر نہیں کروائے گا تو وہ گنہ گار ہوگا۔

دوسرا حکم: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ اور دو گواہ بنالو اپنے مردوں میں سے یعنی مومن ہوں کیوں کہ خطاب ایمان والوں کو ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور یاد رکھنا کہ مومن کے کسی معاملہ میں غیر مسلم کو گواہ نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَنْ

يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا "اور ہرگز نہیں بنائے گا اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر کوئی راستہ۔" کافر مسلمان کے حق میں کسی مسئلہ پر گواہی نہیں دے سکتا۔

فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ پس اگر دو مرد نہ ہوں فَرَجُلٌ تو ایک مرد وَّامْرَاَتٰنِ اور دو عورتیں مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ جن کو تم گواہ پسند کرتے ہو۔ اور مومن اسی گواہ کو پسند کرے گا جو مومن اور عادل ہو اور عادل اسے کہتے ہیں جو صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔ اس طرح کہ اس کے ذمہ ایک نماز اور ایک روزہ بھی نہ ہو اور سچ بولنے والا ہو۔ اگر اس نے جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ سے توبہ نہیں کی تو وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ اور نماز باجماعت کا پابند ہو۔ اگر بغیر کسی مجبوری کے جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا تو بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ البتہ ایک آدھ نماز جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکا تو کوئی بات نہیں ہے۔ اور اگر عادت ہے جماعت کی نماز چھوڑنے کی تو اس کی گواہی منظور نہیں ہے۔ اسی طرح ایسا آدمی بھی گواہ نہیں بن سکتا جو بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دے۔ کیوں کہ جمعہ کی نماز بھی فرض عین ہے۔ فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں: کہ جو شخص گلی محلوں میں ننگے سر پھرتا ہے یا لوگوں کے سامنے سڑکوں کے کنارے بیٹھ کر پیشاب کرتا ہے یا وہ شخص جو گلی بازاروں میں چلتے پھرتے کھاتا ہے وہ بھی گواہ نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس دور میں شرعی گواہ کا ملنا مشکل ہے۔

عورت کی گواہی:

تو مسئلہ یہ بیان ہو رہا ہے کہ دو گواہ مرد ہونے چاہئیں اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ تنہا عورتوں کی گواہی حدود میں مقبول نہیں ہے۔ مثلاً: زنا کے مسئلے

میں ایک لاکھ عورت بھی گواہی دے تو قبول نہیں ہے۔ اس لیے کہ جج کے سامنے زنا کو جن صریح الفاظ میں بیان کرنا ہے عورت فطرتاً ان صریح الفاظ کو بیان نہیں کرسکتی۔ شریعت ان کی گواہی صرف ولادت اور رضاعت کے سلسلے میں منظور کرتی ہے یا عام حالات میں قتل کا مسئلہ ہے، چوری کا مسئلہ ہے یا نکاح، طلاق کا مسئلہ ہے یا اس طرح کے اور مسئلے ہیں کہ ان میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتیں ناقصات عقل بھی ہیں اور ناقصاتِ دین بھی۔ ایک عورت بولی حضرت! ہم ناقص العقل کیوں ہیں یعنی ہم میں کیا کمزوری پائی جاتی ہے؟ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا گواہی کے مسئلہ میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر نہیں ہے؟ وہ عورت کہنے لگی حضور (ﷺ) یہ بات تو صحیح ہے۔ (مگر آج کی عورت ہوتی تو کبھی نہ مانتی۔ بلکہ کہتے کہ ہماری عقل پوری ہے بلکہ مردوں سے بھی زیادہ ہے۔) اور فرمایا دین کا نقصان یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں تم نماز، روزہ ادا نہیں کرسکتی۔ اسی طرح نفاس کے دنوں میں بھی نماز نہیں پڑھ سکتی، البتہ روزوں کی قضا ہوگی اور نماز کی معافی ہے۔ گواہی کے بارے میں یہ حکم قرآن پاک کا ہے اور حدیثِ متواتر کا ہے۔ اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔

آج بے دین قسم کے مرد اور عورتیں کہتی ہیں کہ عورت کی گواہی آدھی ہے کیا عورت کی نگاہ پوری نہیں ہوتی؟ یہ لوگ رب تعالیٰ کے حکم کا مذاق اُڑاتے ہیں حالانکہ مومن کو رب تعالیٰ کا حکم مان لینا چاہیے۔ تو گواہی کے مسئلہ میں دو عورتیں اس لیے ہیں اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا یہ کہ اُن دو میں سے ایک کوئی ضروری بات بھول جائے فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى تو ان دو میں سے ایک یاد کرادے گی دوسری کو یعنی اگر کوئی خاص

بات ہے کہ جس چیز گواہی موقوف ہے اور وہ ایک عورت کے ذہن سے نکل گئی ہے تو دوسری اس کو یاد کرا دے گی۔ عورتیں اگرچہ باتونی ہوتی ہیں لیکن اصل بات بھول جاتی ہیں اور دائیں بائیں کی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ فرمایا: وَلَا یَاْبَ الشُّھَدَآءُ اور گواہ انکار نہ کریں اِذَا مَا دُعُوْا جب اُن کو بلایا جائے۔

مسئلہ یہ کہ اگر کسی شخص کی گواہی پر معاملہ موقوف ہے تو گواہی دینا واجب ہے اور نفسِ شہادت پر اُجرت لینا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر مزدور آدمی ہے اور اس دن کی مزدوری رہ گئی ہے جس دن اس نے عدالت میں جا کر گواہی دی ہے تو اس دن کی مزدوری لے سکتا ہے اور آنے جانے کا کرایہ بھی لے سکتا ہے اور قاعدے کے مطابق کھانا بھی کھا سکتا ہے اور یہ ساری چیزیں اس کے ذمہ ہیں جس کے حق میں اس نے گواہی دینی ہے۔ البتہ یہ ساری چیزیں ہوں گی گواہ کی حیثیت کے مطابق۔ یعنی اگر وہ پہلے تھرڈ کلاس میں سفر کرتا ہے تو اس کو تھرڈ کلاس کا کرایہ دیا جائے گا۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ فرسٹ کلاس کے ٹکٹ کا مطالبہ کرے۔ اسی طرح گھر میں اگر دال سبزی کھاتا ہے تو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ مرغے کا مطالبہ کرے۔

وَلَا تَسْئَمُوْآ اور نہ اُکتاؤ تم اَنْ تَکْتُبُوْہُ یہ کہ لکھو تم اُدھار کو صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا اُدھار چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ اِلٰٓی اَجَلِہٖ اس کو میعاد تک لکھ لینا چاہیے اور لکھنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ان آیات میں دو مسئلے بیان ہوئے۔ ایک یہ کہ اگر معاملہ اُدھار کا ہے تو لکھ لو تاکہ بعد میں گڑبڑ نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ گواہ بناؤ۔ باقی باتیں آگے آرہی ہیں۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

ذٰلِكُمْ

أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنٰى أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا
أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ
جُنَاحٌ أَلَّا تَكْتُبُوهَا ۗ وَأَشْهِدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ وَلَا يُضَارَّ
كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ ۗ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ
عَلٰى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَقْبُوضَةٌ ۖ فَإِنْ أَمِنَ
بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ
رَبَّهُ ۗ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ ع ۳۹ ۷

ذٰلِكُمْ یہ حکم أَقْسَطُ زیادہ انصاف والا ہے عِنْدَ اللّٰهِ اللہ
تعالیٰ کے نزدیک وَأَقْوَمُ اور زیادہ درست ہے لِلشَّهَادَةِ گواہی
دینے کے لیے وَأَدْنٰى اور زیادہ قریب ہے أَلَّا تَرْتَابُوا اس کے کہ
تم شک نہ کرو إِلَّا أَنْ تَكُونَ مگر یہ کہ ہو تِجَارَةً حَاضِرَةً تجارت
حاضر تُدِيرُونَهَا جس کو تم لیتے دیتے ہو بَيْنَكُمْ آپس میں
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس نہیں ہے تم پر کوئی گناہ أَلَّا تَكْتُبُوهَا یہ کہ تم
اس کو نہ لکھو وَأَشْهِدُوا اور گواہ بنا لو تم إِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم

خریدوفروخت کرو وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو وَّلَا شَهِیۡدٌ اور نہ گواہ کو وَاِنۡ تَفۡعَلُوۡا اور اگر تم کروگے فَاِنَّهٗ فُسُوۡقٌۢ بِکُمۡ تو بے شک یہ تمھاری نافرمانی ہوگی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ تمھیں تعلیم دیتا ہے وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے وَاِنۡ کُنۡتُمۡ عَلٰی سَفَرٍ اور اگر ہو تم سفر میں۔ وَّلَمۡ تَجِدُوۡا کَاتِبًا اور نہ پاؤ تم لکھنے والا فَرِهٰنٌ مَّقۡبُوۡضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیا ہوا فَاِنۡ اَمِنَ بَعۡضُکُمۡ بَعۡضًا پس اگر مطمئن ہوجائیں بعض تمہارے بعض سے فَلۡیُؤَدِّ الَّذِی پس چاہیے کہ ادا کرے وہ شخص اؤۡتُمِنَ جس کو امین سمجھا گیا ہے اَمَانَتَهٗ اپنی امانت کو وَلۡیَتَّقِ اللّٰهَ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے رَبَّهٗ جو اس کا رب ہے وَلَا تَکۡتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی وَمَنۡ یَّکۡتُمۡهَا اور جو شخص چھپائے گا اس گواہی کو فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلۡبُهٗ تو بے شک گناہ گار ہونے والا ہے دل اس کا وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡمٌ اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو جانتا ہے۔

بڑے سودے تحریر کیے جائیں :

میں نے کل عرض کیا تھا کہ سارے قرآن میں سب سے لمبی اور بڑی آیت یہ ہے جو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا سے شروع ہوئی اور وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ پر ختم ہوئی۔ اور

کل میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ چھوٹی آیات دو حرفوں والی ہوتی ہیں جیسے حٰمٓ آیت ہے، یٰسٓ آیت ہے، طٰہٰ آیت ہے۔تو اس آیت کریمہ میں بہت سارے احکامات بیان ہوئے ہیں۔کل کے سبق میں تم نے پڑھا کہ جس وقت تم کسی سے اُدھار کرو یا قرض کا معاملہ کرو تو اس کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ تم اس کو لکھ لو کہ فلاں نے اتنی رقم لینی ہے اور فلاں نے اتنی رقم دینی ہے۔اور دوسرا حکم تھا کہ گواہ بنالو تا کہ آئندہ کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ اسلام جھگڑے کا بالکل قائل نہیں ہے۔

اسی واسطے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے صاف اور واضح احکام تحریر فرمائے ہیں کہ تم نے اگر کسی سے کوئی کام کروانا ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کرلو۔مثال کے طور پر کسی سے کپڑا سلوانا ہے یا جوتے کی سلائی کروانی ہے تو پہلے اس سے اُجرت طے کرو۔اگر تمھاری سمجھ میں آئے تو کام کراؤ ورنہ نہیں۔مگر بات کو گول مول نہ رکھو کہ کام ہو جانے کے بعد وہ کہے کہ میں نے اتنی مزدوری لینی ہے اور تم یہ کہو ہم نے اتنی دینی ہے، تو جھگڑا ہوگا۔ اور اگر پہلے طے نہیں کریں گے تو دونوں گنہ گار ہوں گے۔لہٰذا ساری بات اچھی طرح طے کرلینی چاہیے۔ہم لوگ عموماً پہلے شرم میں رہتے ہیں اور بعد میں جھگڑتے ہیں۔ہاں اگر کسی چیز کی اُجرت یا قیمت متعین ہے چاہے سرکاری لحاظ سے یا عرف عام کے اعتبار سے۔مثال کے طور پر گوجرانوالا سے لاہور جانے کے لیے ویگن کا کرایہ متعین ہے۔سب جانتے ہیں کہ کتنا ہے لہٰذا پہلے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔تو پہلے دو مسئلے بیان ہوئے کہ تم اگر کسی کو اُدھار دو یا قرض دو تو اس کو تحریر میں لاؤ اور اس پر گواہ ہونے چاہئیں۔اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِکُمْ یہی چیز یعنی گواہ اور تحریر ہو اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی

انصاف والی بات ہے وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ اور زیادہ درست ہے گواہی دینے کے لیے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گواہ تو دیانت دار ہوتے ہیں مگر زیادہ عرصہ گزر جانے کی وجہ سے ان کو یاد نہیں رہتا کہ ہم نے کتنی رقم کی گواہی دینی ہے۔ یا تاریخ بھول جاتے ہیں کہ کون سی تاریخ متعین ہے۔ تو جب تحریر سامنے ہوگی تو گواہوں کو معلوم ہوگا کہ ہم نے فلاں چیز کی گواہی دینی ہے وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اور یہ تحریر میں آجانا اور گواہوں کا متعین ہونا زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً مگر یہ کہ ہو تجارت حاضر تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ جس کو تم آپس میں لیتے دیتے ہو۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پس تم پر کوئی حرج نہیں ہے اَلَّا تَكْتُبُوْهَا یہ کہ تم اس کو نہ لکھو۔

جیسے: لوگ دکانوں سے سودا لیتے ہیں کہ چیز لی اور پیسے دے دیئے تو یہاں جھگڑے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ کیوں کہ نقد ہے لہٰذا لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہاں لکھنے میں دکان دار کو بھی تکلیف ہے کہ وہ لکھے کہ میں نے نمک بیچا ہے، ہلدی بیچی ہے، مرچیں بیچی ہیں وغیرہ۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ تجارت تو حَاضِرَةً ہے مگر کوئی اہم چیز ہے قیمتی ہے تو وَاَشْهِدُوْٓا اور گواہ بنالو اِذَا تَبَايَعْتُمْ جب تم خرید و فروخت کرو۔ مثال کے طور پر تم نے مکان خریدا ہے رقم نقد دے دی ہے اور قبضہ کر لیا یا کوئی قیمتی جانور خریدا تو اس پر بھی گواہ بناؤ تا کہ بعد میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ اس چیز کے قیمتی ہونے کی وجہ سے کوئی گمراہ کرے اور اُکسائے کہ تو نے سستا بیچ دیا ہے اور وہ پھسل جائے وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو۔ مثلاً: کاتب کا کوئی اپنا ضروری کام ہے یا اس نے کہیں ضروری جانا ہے جس کی وجہ سے وہ فوری طور پر تمھارا کام نہیں کرسکتا اور تم اس کو پکڑ لو اور کہو کہ مجھے پہلے لکھ دے پھر

جہاں جانا ہے جا اور اپنا کام بعد میں کر لینا۔ اس طرح کاتب کو ضرر پہنچانا ٹھیک نہیں ہے، تم کوئی اور کاتب تلاش کر لو اور اس کو اپنے ضروری کام یا ڈیوٹی پر جانے دو۔

اسی طرح گواہ کہ اس نے کہیں کہیں خوشی میں شریک ہونا ہے یا اس کا ماتم ہو گیا ہے یا اس کی باقاعدہ کہیں ڈیوٹی ہے جس پر اس نے پہنچنا ہے اور تم کہو کہ سارے کام چھوڑ دے اور میرے ساتھ گواہی کے لیے چل تو اس طرح تم اس کو تکلیف پہنچاتے ہو۔ آخر وہ بھی انسان ہے اس کی بھی ضروریات ہیں، مسائل ہیں تو اس کو مجبور کرنا صحیح نہیں۔ ایسے موقع پر تم عدالت کو کہہ سکتے ہو کہ میرا گواہ فلاں مجبوری کی وجہ سے نہیں آ سکا کوئی اور تاریخ دے دی جائے۔ قانون بھی اور شریعت بھی اس چیز کی اجازت دیتی ہے۔ قانون اور شریعت میں ایسی شقیں موجود ہیں۔ تو ہر حال میں مجبور کر کے ساتھ لے جانا اس کو ضرر پہنچانا صحیح نہیں بلکہ تمھیں اس چیز کا حق نہیں ہے۔ یہ تفسیر اس صورت میں ہے کہ لَا يُضَآرَّ کو نفی معلوم کا صیغہ بنایا جائے۔

اور لَا يُضَآرَّ نفی معلوم کا صیغہ بھی بن سکتا ہے۔ اس وقت معنٰی ہوگا اور ضرر نہ پہنچائے کاتب اور گواہ۔ کیوں کہ لکھنے والا ہوشیار ہوتا ہے، لکھنے میں دھوکا دے سکتا ہے اور حق والے کو نقصان پہنچا سکتا ہے لہٰذا اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کو تحریر میں نقصان پہنچائے۔ اور گواہ بھی نفس الامر کے مطابق صحیح گواہی دے، غلط گواہی دے کر گواہ بھی حق والے کو نقصان نہ پہنچائے وَاِنْ تَفْعَلُوْا اور اگر تم ایسی کارروائی کرو گے کہ ان شریف آدمیوں کو نقصان پہنچاؤ گے اور ان کے ساتھ زیادتی کرو گے فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ تو بے شک یہ تمھاری نافرمانی ہے کہ تم نے رب کا حکم نہیں مانا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ہر وقت اللہ کے عذاب سے ڈرو وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ تمھیں ان احکام کی

تعلیم دیتا ہے اوران احکامات کاتمھاری زندگی کے ساتھ گہراتعلق ہے اوراچھی طرح سمجھ لو

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ اوراللہ تعالیٰ ہرچیز کوجانتا ہے۔یہاں تک تھی آیت مداینۃ۔

یہاں ایک فقہی مسئلہ سمجھ لیں کہ ہررکعت میں کم ازکم تین آیات پڑھنی ہیں چاہے امام ہو یامنفرد ہو۔اگرکوئی تین آیات سے کم پڑھے گاتواس کی نمازنہیں ہوگی۔ یاایک آیت اتنی لمبی ہوجوتین چھوٹی آیتوں کے برابر ہوتواس کاپڑھنابھی جائز ہے نماز ہوجائے گی۔جیسے یہ آیت مداینہ ہے یاچھٹے ساتویں پارے میں ہیں اورتین آیتوں کی شرط اس لیے ہے کہ قرآن کریم کی کوئی سورت تین آیات سے کم نہیں ہے۔چھوٹی سورتوں میں سورۃ العصر،سورۃ الکوثر،سورۃ النصر ہیں۔ان سب کی تین تین آیات ہیں۔

رہن کے احکام :

آگے اورحکم ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ اوراگرتم سفرپرہو وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا اورنہ پاؤتم لکھنے والا۔مثلاً: قافلہ جارہاہے اوراس میں بہت سارے آدمی ہیں۔اس قافلے میں سے کسی کودوسرے سے رقم لینے کی ضرورت پڑی اوروہاں لکھنے والاکوئی نہیں تو فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ پس رہن ہے قبضہ کیاہوا۔یعنی جس سے رقم لے اس کے پاس کوئی چیز گروی رکھ دے کہ میں جب تجھے رقم دوں گاتواپنی چیز واپس لے لوں گااورجس طرح گروی رکھناسفرمیں جائز ہے اسی طرح اقامت میں یعنی عام حالات میں بھی جائز ہے۔ سفرمیں چوں کہ اس کی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے کہ لکھنے والانہیں ملتااس واسطے سفرکی قیدلگائی ہے۔

اقامت کی حالت میں رہن خودآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوگھریلواخراجات کے

سلسلہ میں جَو درکار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گھریلو خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ (کہ اکثر گھر کا سودا سلف یہی لاتے تھے اور کبھی کبھی یہ ڈیوٹی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد بھی ہوتی تھی۔) کو ابوشحم نامی یہودی کے پاس بھیجا جو بڑا سخت مزاج تھا۔ اُنھوں نے اس کو جا کر کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تیس صاع جو بطور قرض کے چاہئیں (ایک صاع ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے) اس نے کہا میرے پاس کوئی چیز گروی رکھو تب دوں گا۔ خادموں نے آکر کہا کہ حضرت! وہ ادھار دینے کے لیے تیار نہیں ہے جب تک کہ اس کے پاس کوئی چیز گروی نہ رکھی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زِرہ مبارک دی کہ یہ گروی رکھ کر جَو لے آؤ۔ کیوں کہ مجبوری تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زِرہ اس یہودی کے پاس گروی رکھی اور تیس صاع جو لاکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ اتفاق کی بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہ زرہ اپنی حیاتِ مبارکہ میں واپس نہ لے سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرض ادا کر کے زرہ واپس لی۔ مقصد یہ ہے کہ رہن آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مدینہ میں قیام کے دوران رکھا تھا لہٰذا سفر کی قید اتفاقی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تول کر جَو اپنی بیویوں میں برابر تقسیم کیے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ تول کر اس واسطے تقسیم کیے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ اور آج بھی اگر کسی کی دو یا تین بیویاں ہوں تو اخراجات کے سلسلہ میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ:

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھی، اولاد نہ تھی، لاولد تھے۔ آج کل کا موسم تھا۔ ایک عقیدت مند نے دو تربوز ہدیۃً پیش کیے۔ (اور مسئلہ یہ ہے کہ ہدیہ قبول کر لینا

چاہیے رد کرنا خلافِ سنت ہے۔) شاید دو اس واسطے پیش کیے کہ بیویاں دو ہیں دونوں کو ایک ایک دیں گے اور وہ شخص ہدیہ دے کر چلا گیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ چھری لاؤ اور دو پراتیں بھی لے آؤ۔ خادم نے کہا حضرت! دو پُراتوں کا کیا کرنا ہے؟ فرمایا یہ تربوز برابر کاٹنے ہیں اور آدھا اس میں سے اور آدھا اُس میں سے ایک بیوی کو دینا ہے اور آدھا اس میں سے اور آدھا اس میں سے دوسری بیوی کو دینا ہے۔ خادم نے کہا حضرت ایک تربوز ایک بیوی کو اور دوسرا دوسری بیوی کو دے دیں۔ فرمایا بیٹے بعض تربوز میٹھے ہوتے ہیں اور بعض پھیکے۔ تو اگر ایک کا میٹھا اور دوسر کا پھیکا نکلا تو حق تلفی ہوگی۔ یہ درست نہیں ہے۔ تو ایک کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا پھر دوسرا کاٹ کر آدھا آدھا کر کے دیا۔ جو اس طرح انصاف کر سکتا ہو اس کو شریعت ایک سے زائد شادیاں کرنے اجازت دیتی ہے ورنہ ﴿فَوَاحِدَةً﴾ پس ایک پر ہی گزارا کرے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت سفر سے واپس تھانہ بھون آرہے تھے کہ ایک عقیدت مند نے گنے کی ایک گٹھری ہدیۃً دی، حضرت نے قبول کر لی اور خادم کو فرمایا کہ اس کا وزن کراؤ۔ اگر ہم قانون کے مطابق بغیر کرایہ کے لے جاسکتے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا ٹکٹ لینا ہے۔ (یہ انگریز کے دور کی بات ہے۔) گارڈ حضرت کو جانتا تھا اس نے کہا حضرت وزن کی کیا ضرورت ہے، جہاں تک میں نے جانا ہے میں لے جاؤں گا آپ کو کوئی نہیں پوچھے گا۔ حضرت نے فرمایا تو نے کہاں تک جانا ہے؟ اس نے کہا مظفر نگر تک۔ فرمایا میں نے تو آگے جانا ہے۔ تو گارڈ نے کہا حضرت آپ سہارن پور تک جائیں گے تو کوئی بات نہیں میں آگے کا بھی انتظام کر دوں گا۔ حضرت نے فرمایا میں نے تو سہارن پور سے آگے جانا ہے۔ کیا آپ آگے کا بھی انتظام کر دیں

گے۔ مطلب یہ تھا کہ میں نے آخرت کی طرف جانا ہے قیامت کے دن سوال ہوگا اس کا جواب کون دے گا؟ تیری تو جہاں تک ڈیوٹی ہے وہاں تک پہنچا دے گا آگے کیا بنے گا؟ ایسے متقی لوگ کہاں ہیں جن کو دیکھنے کے لیے نگاہیں ترستی ہیں۔ یہ حضرات علم کے بھی پہاڑ تھے اور تقویٰ کے بھی۔

تو مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح سفر میں گروی رکھ سکتے ہیں اسی طرح حضر میں بھی رکھ سکتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا! کہ رہن شدہ چیز سے فائدہ اُٹھانا حرام ہے۔ مثلاً: مکان گروی رکھا گیا ہے تو اس میں سکونت اختیار نہیں کر سکتے۔ زمین رہن رکھی گئی ہے تو اس میں کاشت نہیں کر سکتے۔ سواری والا جانور ہے تو اس پر سوار نہیں ہو سکتے اور اگر دودھ والا جانور ہے تو اُس کا دودھ نہیں پی سکتے۔ اگر کوئی مشین ہے تو اس کو اپنے کام کے لیے نہیں چلا سکتے۔ یہ تمھارے پاس صرف وثیقہ ہے تاکہ تمھاری رقم ضائع نہ ہو۔

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا پس اگر امن میں ہوں بعض تمھارے بعض سے فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ تو چاہیے کہ ادا کرے وہ جس کو امین سمجھا گیا ہے اپنی امانت یعنی اس کے پاس جو امانت رکھی گئی ہے وہ اپنی امانت واپس کر دے جو مقروض ہے وہ امین ہے اس قرض کا جو اس نے لیا ہے۔ لٰہذا وہ قرض والی امانت قرض خواہ کو واپس کرے۔ اگر اس نے کوئی چیز رہن رکھے بغیر قرض دیا ہے تو قرضِ حسنہ ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ صدقہ کی دس نیکیاں ہیں اور قرضِ حسنہ کی سترہ نیکیاں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنا فرق کیوں ہے کہ صدقے میں دس نیکیاں اور قرض حسنہ میں سترہ نیکیاں۔ جب کہ صدقہ جو دیا گیا ہے وہ واپس نہیں ملنا اور قرضِ حسنہ کی رقم واپس ملنی ہے۔

محققین فرماتے ہیں کہ صدقہ کرنے والا صرف اپنا فائدہ سوچتا ہے کہ مجھے اس کا ثواب ملے گا۔ جب کہ قرضِ حسنہ میں دوسرے کا فائدہ ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ یہ ضرورت مند ہے اس لیے قرضِ حسنہ کا ثواب زیادہ ہے۔

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ اور چاہیے کہ ڈرے اللہ تعالیٰ سے جو اس کا پروردگار ہے کہ اگر امانت واپس نہ کی تو گرفت ہوگی وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ اور نہ چھپاؤ تم گواہی کو۔ مگر آج کل کے زمانہ میں سچی گواہی دینا بہت مشکل ہے۔ بلکہ مقدمے کی پیروی کرنا ہی بڑا مشکل ہے۔ بے چارے وکیلوں کی جانیں چلی جاتی ہیں۔ ایسا دور آ گیا ہے کہ خدا پناہ! ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا اور جو گواہی کو چھپائے گا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ تو بے شک اس کا دل گنہ گار ہوگا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ معاملہ تمہارا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس واسطے اس کا خوف دل میں رکھو، آخرت اور قبر نہ بھولو، قبر کو یاد رکھو اور اپنے اعمال درست کرلو۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْ لَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع

لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو کچھ آسمانوں میں ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَاِنْ تُبْدُوْا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا اس چیز کو فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ جو تمہارے دلوں میں ہے اَوْ تُخْفُوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو گے يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ پس بخش دے گا جس کو چاہے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ایمان لایا ہے رسول بِمَآ اُس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو اُتاری گئی ہے اس کی طرف مِنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن بھی ایمان لائے ہیں كُلٌّ اٰمَنَ یہ سب ایمان لائے ہیں بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں پر وَرُسُلِهٖ اور اس کے رسولوں پر (یہ کہتے ہوئے) لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم نہیں تفریق کرتے اُس کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان وَقَالُوْا اور کہا اُنھوں نے سَمِعْنَا ہم نے سن لیا وَاَطَعْنَا اور ہم نے اطاعت کی غُفْرَانَكَ تیری بخشش چاہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ نَفْسًا کسی نفس کو اِلَّا وُسْعَهَا مگر اس کی طاقت کے مطابق لَهَا اس نفس کے لیے ہے مَا كَسَبَتْ جو اُس نے کمایا وَعَلَیْهَا اور اس پر وبال پڑے گا مَا اكْتَسَبَتْ اس چیز کا جو اس نے کمائی رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تُؤَاخِذْنَآ مواخذہ نہ کر ہمارا اِنْ نَّسِیْنَآ اگر ہم بھول جائیں اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو جائے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اور نہ ڈال ہم پر اِصْرًا بوجھ كَمَا حَمَلْتَهٗ جیسا ڈالا تم نے بوجھ عَلَى الَّذِیْنَ اُن

لوگوں پر مِنْ قَبْلِنَا جو ہم سے پہلے تھے رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تُحَمِّلْنَا اور نہ اُٹھوا ہم سے مَا وہ چیز لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے وَاعْفُ عَنَّا پس تُو معاف کر دے ہم کو وَاغْفِرْ لَنَا اور بخش دے ہم کو وَارْحَمْنَا اور ہم پر رحم فرما اَنْتَ مَوْلٰنَا تو ہی ہمارا آقا ہے فَانْصُرْنَا پس تو ہماری مدد فرما عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ کافر قوم کے مقابلے میں۔

قرآن کریم کی تمام سورتوں میں سے سب سے بڑی سورۃ البقرہ ہے۔ جو الٓمّٓ سے شروع ہوتی ہے اور فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پر ختم ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے احکام بیان فرمائے ہیں۔ توحید کا بیان ہے، شرک کا رد ہے، نبوت کا اثبات ہے، قیامت کا اثبات ہے، نکاح، طلاق کے مسائل ہیں۔ اور بہت سارے مسائل ہیں۔ ان مسائل کو سن کر ناواقف آدمی گھبرا جاتا ہے کہ اتنی پابندیاں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کا مالک پروردگار ہے۔ وہ اپنی مِلک میں جس طرح چاہے تصرف کرے جو حکم چاہے نافذ کرے اس کے سامنے کوئی قیل وقال نہیں کر سکتا وَاِنْ تُبْدُوْا اور اگر تم ظاہر کرو گے مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ان چیزوں کو جو تمھارے دلوں میں ہے یعنی جو تمھارے دلوں میں اچھے یا بُرے خیالات آتے ہیں اَوْ تُخْفُوْهُ یا تم اس کو مخفی رکھو۔ فرمایا اچھی طرح یاد رکھنا! يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ اس کا حساب لے گا تم سے۔

وسوسے کے درجات :

اس مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ جو خیالات اور وساوس آتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں کہ ان کا خیال خود بہ خود آتا ہے بغیر قصد اور ارادے کے۔ یہ خیالات جیسے بھی ہوں ان پر کوئی گرفت نہیں ہے کیوں کہ وہ انسان کے اختیار میں نہیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت! بعض دفعہ ہمارے دل میں از خود ایسے خیالات آتے ہیں کہ ہم ان کو زبان پر لانے کے لیے آمادہ نہیں ہیں بلکہ ان کو زبان پر لانے کے بجائے اس کو آسان سمجھتے ہیں کہ ہم جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ مثلاً: یہ خیال آجاتا ہے کہ مَنْ خَلَقَ اللهَ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ یہ تو ایمان کی واضح علامت ہے۔ یعنی خیال کا آجانا تو تمھارے اختیار میں نہیں ہے لیکن اس سے تمھارا اتنا متنفر ہونا کہ زبان پر لانے کے بجائے جل کر کوئلہ ہونے کو آسان سمجھنا یہ صریح ایمان ہے۔ تو بُرے سے بُرا خیال بھی اگر ذہن میں از خود آجائے تو اس پر گرفت نہ ہوگی۔ دوسرے وہ خیالات اور چیزیں ہیں کہ ان کو قصد اور ارادے سے دل ودماغ میں لایا جائے تو ان پر باقاعدہ گرفت ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں ایسے ہی خیالات کا ذکر ہے۔

پھر فرمایا فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ پس جس کو چاہے گا رب بخشے گا۔ جس اچھے ارادے اور اچھی چیزیں دل میں لایا اسے بخشے گا وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اور سزا دے گا جس کو چاہے گا۔ جو بُرے ارادے اور خیالات کا قصد لائے گا اس کو گرفت اور سزا ہوگی وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

معراج کے خاص تحفے :

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک اصولی طور پر دو آیتیں بنتی ہیں۔ ویسے تو سارا قرآن کریم حق ہے مگر ان دو آیتوں کی خصوصیت ہے کہ یہ دو آیتیں اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے بغیر عطا فرمائیں۔ باقی سارا قرآن کریم جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ نسائی شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات مجھے تین تحفے عطا فرمائے۔

❶ پہلے نمازیں پچاس تھیں اور پھر پانچ رہ گئیں۔

❷ دوسرا تحفہ سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر آخر تک۔

❸ تیسرا تحفہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تیری امت میں سے ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں کیا میں اس کو بخش دوں گا۔ تو یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست عطا فرمائیں۔

فرمایا اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ایمان لایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَآ اُس چیز پر اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو اس کی طرف نازل کی گئی ہے مِنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی طرف سے۔ یہاں یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح قرآن کریم مُنَزَّلٌ مِنَ اللّٰهِ ہے۔ اسی طرح احادیث میں جو احکام ہیں وہ بھی رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ بھی رب کی طرف سے اور معانی بھی رب کی طرف سے ہیں۔ اور جو احادیث ہیں الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور مفہوم من جانب اللہ ہے۔ تو یہ جو فرمایا کہ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ جو کچھ نازل کیا گیا اس کی طرف۔ اس میں قرآن بھی

ہے اور حدیث بھی ہے۔ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس پر حضرت محمد ﷺ بھی ایمان لائے ہیں وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن بھی ایمان لائے ہیں۔ اور مومن قیامت تک آتے رہیں گے۔

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ یہ سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور اس کے سب احکام کو مانتے ہیں وَمَلٰٓئِكَتِهٖ اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے ہیں۔ فرشتوں کے بارے میں آتا ہے خُلِقَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ "فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا ہے۔" اور یہ نور مخلوق ہے جس طرح پانی مخلوق ہے، آگ مخلوق ہے، مٹی مخلوق ہے، ہوا مخلوق ہے، اسی طرح یہ نور بھی مخلوق ہے جس سے فرشتوں کو پیدا کیا گیا۔ فرشتے نر مادہ نہیں ہوتے اور نہ ہی ان میں جنسی خواہشات ہوتی ہیں، وہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، ان کی خوراک ہے سبحان اللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اور فرشتوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ [المدثر:۳۱]

وَكُتُبِهٖ اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے ہیں؟ ان کی صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں ہے۔ مگر کافی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہیں۔ چار کتابیں مشہور ہیں: قرآن کریم، تورات، زبور اور انجیل۔ تو رب کی طرف سے جتنی کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے وہ سب پر ایمان لاتے ہیں کہ یہ مِن جانبِ اللہ ہیں اور اپنے اپنے زمانے میں بہترین دستور تھیں۔ اور قرآن کریم کے آنے کے بعد سب منسوخ ہوگئی ہیں۔ اب نجات صرف قرآن کریم پر عمل کرنے میں ہے۔

وَرُسُلِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ رسولوں کی صحیح تعداد کا ذکر نہ تو قرآن کریم میں ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں ہے۔ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور ایک میں دو لاکھ چوبیس ہزار کا مگر دونوں روایتیں کمزور ہیں۔ پہلے پیغمبر آدم ہیں اور آخری پیغمبر جن پر اللہ تعالیٰ نے نبوت ختم فرما دی خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے ایمان کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جتنے پیغمبر تشریف لائے ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ ہم سب کو مانتے ہیں۔ قرآن کریم میں صرف چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں اور پچیس پیغمبروں کے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم کہ اس نے ہمیں تمام کی گنتی کا پابند نہیں بنایا۔ جتنے بھی ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم نہیں تفریق کرتے اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ یہ یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔

یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کا انکار کیا بلکہ ان کو حلال زادہ ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ قرآن کریم میں ہے وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا [النساء:۱۵۶] "اور اُن کے کفر کی وجہ سے اور مریم پر بہتان عظیم باندھنے کی وجہ سے کہ اُس نے جو بچہ جنا ہے وہ حلال زادہ نہیں، معاذ اللہ تعالیٰ۔" تو جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو نصاریٰ نے ضد میں آ کر موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ [البقرہ:۱۱۳] "اور کہا نصاریٰ نے یہودی کسی شے پر نہیں ہیں۔" یعنی جھوٹے ہیں۔ تو اس طرح اُنھوں نے نبیوں میں تفریق ڈالی کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔ اور ہم سب کو مانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ یہ

مطلب ہے تفریق نہ کرنے کا۔ باقی رہی بات فضیلت کی تو اس کے بارے میں خود رب تعالیٰ نے اس پارے کے شروع میں فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ "یہ رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔" تو فضیلت کے اعتبار سے تفریق ہے۔ تمام پیغمبروں میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بلند ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سب سے بلند درجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابراہیم کا درجہ بہت بلند ہے۔ ان کے بعد پھر حضرت موسیٰ کا مقام ہے۔ تو درجات میں تو تفریق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو درجہ عطا فرمایا ہے وہ اسی کا ہے۔ باقی بعض کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے میں تفریق نہیں ہے بلکہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

وَقَالُوْا اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور مومنوں نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ہم نے اللہ تعالیٰ کا حکم سنا اور ہم نے اطاعت کی یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں وہ ہم تک پہنچ گئے ہیں ہم ان کی دل و جان سے فرماں برداری کرتے ہیں غُفْرَانَكَ رَبَّنَا اے پروردگار! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں، ہم گناہ گار ہیں، خطا کار ہیں، انسان ہیں، ہم سے گناہ ہوتے رہتے ہیں اس لیے تیری بخشش کے طلب گار ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ یعنی ہم نے آنا بھی تیری طرف ہے۔

شرعی احکام میں سہولتیں :

فرمایا: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اللہ تعالیٰ تکلیف نہیں دیتا کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔ طاقت سے زیادہ رب تعالیٰ نے کسی کے ذمہ عبادت نہیں لگائی۔ مثال کے طور پر نماز میں قیام فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بیمار ہے کہ کھڑے ہو

کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشارے کے ساتھ پڑھ لے۔ اگر وضو اور غسل کے لیے پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے پڑھ لے۔ اسی طرح زکوٰۃ ،قربانی ،فطرانہ اُس پر آئے گا جو صاحبِ نصاب ہوگا۔ اگر اس کے پاس نصاب کے برابر رقم نہیں ہے تو نہ اس پر زکوٰۃ ہے، نہ قربانی، نہ فطرانہ۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جو انسان کے بس میں نہ ہو۔ اور جو چیز انسان کے بس میں نہیں ہے اس کے نہ کرنے پر مؤاخذہ بھی نہیں ہوگا۔

اسی لیے فرمایا لَهَا مَا كَسَبَتْ اُس نفس کے لیے ہے جو اُس نے کمایا۔ یعنی جو نیکی بھلائی کرے گا اس کو اس کا پھل ملے گا وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ اور اسی پر وبال پڑے گا جو اُس نے کمایا یعنی جو بدی کرے گا اس کا وبال بھی اسی نفس پر پڑے گا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کر اَوْ اَخْطَاْنَا یا ہم سے خطا ہو جائے۔ نسیان کی صورت یہ ہے مثلاً: ایک آدمی کا روزہ ہے مگر اس کو یاد نہیں ہے کہ میں روزے سے ہوں اور کھا پی لے تو اس کے روزے پر کوئی زد نہیں آئے گی۔

رمضان شریف کا مہینہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص گھبرایا ہوا آیا اور کہنے لگے حضرت! میرے بارے میں کیا حکم ہے میں نے روزہ رکھا ہوا تھا بھول کر میں نے کھا پی لیا ہے۔ کیا اب میرا روزہ ہے یا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّمَا اَطْعَمَكَ اللّٰهُ وَسَقَاكَ پختہ بات ہے کہ تجھے رب تعالیٰ نے کھلایا پلایا۔

اور خطا کو اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی روزہ دار ہے اور روزے کی حالت میں وضو یا غسل کرتا ہے اور غرارہ کرتا ہے اور اسے یہ بھی یاد ہے کہ میرا روزہ ہے، بغیر ارادے کے

پانی حلق سے نیچے چلا جاتا ہے تو اس کو خطا کہتے ہیں۔ اس کے حکم کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امامِ شافعی رَحمَہُ اللہُ فرماتے ہیں کہ اس کے روزے پر کوئی زد نہیں پڑے گی۔ امام ابوحنیفہ رَحمَہُ اللہُ کا فتویٰ یہ ہے کہ خطا کی صورت میں روزہ قضا کرنا پڑے گا کفارہ نہیں ہے کیوں کہ خطا کی صورت میں اگر بالکل معافی ہوتی تو قتلِ خطا میں کفارہ نہ ہوتا حالاں کہ قتل خطا کی صورت میں کفارہ ہے۔ چنانچہ پانچویں پارے میں رب تعالیٰ نے حکم بیان فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو خطاءً قتل کردے تو اس کو باقاعدہ کفارہ دینا پڑے گا البتہ آخرت کی سزا سے بچ جائے گا۔

اُمتِ مسلمہ کی چند خصوصیات:

تو اے پروردگار! لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہوجائے رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا اے ہمارے رب نہ ڈال ہم پر بوجھ کَمَا حَمَلْتَہٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا جس طرح تو نے ڈالا بوجھ اُن لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے۔ یہاں پر بوجھ سے مراد مشکل احکام ہیں جو پہلی اُمتوں پر وارد ہوئے۔ مثلاً: ہم پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اُن پر چوتھا حصہ زکوٰۃ فرض تھی کہ اگر کسی کے پاس چار سو ہے تو ایک سو دینار دینا پڑتا۔ اگر چار ہزار ہے تو ایک ہزار دینا پڑتا۔ چار لاکھ ہے تو ایک لاکھ دینا پڑتا تھا اور ہمیں چار سو میں سے دس روپے اور چار ہزار میں سے ایک سو دینا پڑتا ہے اور چار لاکھ میں سے دس ہزار دینا پڑتے ہیں۔

اسی طرح ان پر نماز مسجد میں پڑھنا فرض تھی مسجد کے باہر ان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ سفر اس اندازے سے کرتے تھے کہ نماز کے وقت مسجد میں پہنچ جائیں۔ اور ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ نے ساری زمین مسجد بنادی ہے۔ جو بھی پاک جگہ ہو وہاں نماز

پڑھنے کی اجازت ہے۔ جس جگہ نماز کا وقت ہو جائے وہیں پڑھ لو۔ اسی طرح ان کو تیمم کی اجازت نہ تھی۔ ہر حال میں وضو ہی کرنا ہوتا تھا۔ اور ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ وضو کرنا ہے، غسل کرنا ہے اور پانی نہیں ہے یا پانی استعمال کرنے سے نقصان ہوتا ہے تو تیمم کر لو۔ اسی طرح اگر ان کے کپڑوں پر گندگی لگ جاتی کوئی بچہ پیشاب کر دیتا، خون لگ جاتا وغیرہ ذلک، تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ کاٹنے کا حکم تھا۔ مثلاً: کسی نے بچہ اُٹھایا ہوا ہے اُس نے پیشاب کر دیا، کسی کی نکسیر پھوٹ پڑی یا پھوڑا ہے، اُس سے خون یا پیپ نکل آئی یا کہیں سے خون لگ گیا تو وہ کپڑا دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا اس کو قینچی سے کاٹنا پڑتا تھا۔ تو اس میں ان کو کتنی تکلیف تھی۔ خصوصاً سردیوں میں لوگ گرم کپڑے پہنتے ہیں اور وہ قیمتی ہوتے ہیں تو کتنا نقصان ہے۔ ہمیں رب تعالیٰ نے اجازت دی ہے کہ جہاں گندگی لگے چاہے وہ جیسی بھی ہو دھولو کپڑا پاک ہو گیا چاہے گندگی کی رنگت نہ بھی جائے۔

اسی طرح وہ لوگ جب گناہ کرتے تھے تو فرشتے رات کو ان کے دروازوں پر لکھ جاتے تھے کہ اس نے یہ گناہ کیا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مرتد ہو جاتا تو اس کی توبہ بغیر قتل کے قبول نہیں ہوتی تھی یعنی اس کو قتل کرنا ہوتا تھا۔ اور ہماری شریعت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مرتد ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کا یہ کلمہ پڑھنا معتبر ہے۔ اور اسی طرح اس کی توبہ قبول ہے۔ غنیمت کا مال ان کے لیے حلال نہیں تھا بلکہ وہ اکٹھا کر کے میدان میں رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی جلا دیتی تھی۔ قربانی کا گوشت بھی ان کے لیے حلال نہ تھا بلکہ قربانی کر کے رکھ دیتے تھے آگ آتی تھی اور جلا دیتی تھی، بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ۔ اور ہمارے لیے بڑی سہولتیں ہیں حضرت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے اور برکت سے کہ ہمارے لیے مالِ غنیمت بھی حلال ہے اور قربانی کا گوشت بھی حلال ہے اور باقی بہت ساری سہولتیں رب تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

فرمایا رَبَّنَا اے ہمارے رب وَلَا تُحَمِّلْنَا اور نہ اُٹھوا ہم سے مَا وہ احکام لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ جن کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ یعنی اے پروردگار! ہمیں ایسے احکام نہ دے کہ جن کو ادا کرنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے وَاعْفُ عَنَّا اور پروردگار! ہمارے کبیرہ گناہ معاف فرما وَاغْفِرْ لَنَا اور پروردگار! ہمارے صغیرہ گنا بھی معاف فرما وَارْحَمْنَا اور پروردگار! اپنی رحمت ہم پر نازل فرما اَنْتَ مَوْلٰنَا پروردگار! تو ہمارا آقا ہے ہم اپنے عاجز ہونے کا اقرار کرتے ہیں تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں ہے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ پروردگار! بس تو ہماری مدد فرما کافر قوم کے مقابلے میں۔ کیوں کہ تو قادر ہے اور ہم عاجز ہیں یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو براہِ راست بغیر جبرئیل علیہ السلام کے واسطے کے عطا فرمائی ہیں۔

آج بہ تاریخ ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ بہ مطابق ۱۵ رجولائی ۲۰۰۲ء سورۃ البقرہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور حضرت شیخ دامت برکاتہ العالیہ کی دعاؤں سے مکمل ہوئی۔

والحمد للہ علی ذلک

(مولانا) محمد نواز بلوچ

مہتمم: مدرسہ ریحان المدارس، جناح روڈ، گوجرانوالا۔